خواتین اور مردوں کی یکساں دلچسپی کی کہانیوں کا دلفریب ماہنامہ

بانی۔ شہزادہ عالمگیر
نگران اعلیٰ۔ شہلا عالمگیر
چیف ایگزیکٹو۔ شہزادہ التمش
جنرل منیجر۔ شہزادہ فیصل

آفس منیجر۔ ریاض احمد
فون۔ 0341.4178875
سرکولیشن منیجر۔ جمال الدین
فون۔ 0333.4302601

مارکیٹنگ۔ کرن۔ ماہا۔ نور۔
فاطمہ۔ رابعہ۔ سائرہ۔ زارا

جلد نمبر 41۔ شمارہ نمبر 3
ماہ اگست 2015
قیمت 90 روپے

یادیں نمبر

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ، لاہور

ماہنامہ جواب عرض ماہ اگست 2015 کے شمار یادیں نمبر کی جھلکیاں

یادیں
ثنا اجالا۔6

کچھ خواب تو نے کچھ خواب ہم نے
انتظار حسین ساقی۔40

بدنصیبی
ذوالفقار علی ساونل16

گھر آجا پردیسی
کشور کرن۔54

کوئی میرے دل سے پوچھے
سامیہ چوہدری22

ہوگی صبر کی جیت
شازیہ گل۔60

متاع جان تھا وہ
محمد عرفان ملک۔30

برسوں بعد
ایم وکیل عامر جٹ۔68

لیکن بھلا نہ پائے
کنول گل تنہا۔36

دل کا کیا کریں صاحب
ثمینہ بٹ لاہور۔74

ادھوری دلہن
نزاکت مغل۔ پیر محل۔102

اللہ کی آواز
عارف شہزاد۔116

وفا کی پیاس
زارا ذکیہ۔ مانوالہ۔120

پیار کا سراب
فلک زاہد۔ لاہور۔156

میری ادھوری محبت
نرس تابش۔ چشتیاں۔126

اسلامی صفحہ

تسبیحات حضرت فاطمہؓ

حضرت علیؓ نے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور فاطمہؓ کا قصہ سناؤں جو حضورﷺ کی سب سے لاڈلی بیٹی تھیں۔ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے اور خود ہی پانی کی مشک بھر کر لاتیں تھیں جس کی وجہ سے سینے پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر کے جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے ایک مرتبہ حضورﷺ کے پاس چند غلام باندیاں آئیں میں نے فاطمہ سے کہا کہ تم بھی جا کر حضور اقدسﷺ سے اپنے لیے غلام مانگ لو تاکہ تم کو کچھ مدد مل جائے وہ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں مجمع تھا اور شرم و حیا ان میں بہت زیادہ تھیں اس لیے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی واپس آگئیں دوسرے دن حضور اقدسﷺ خود تشریف لائے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ کل تم کس لیے گئی تھیں وہ شرم سے چپ ہو گئیں میں نے عرض کیا کہ حضورﷺ ان کی یہ حالت ہے کہ چکی پیستے ہوئے ان کے ہاتھوں پر نشان اور پانی کی مشک کی رسی کے ان کے سینے پر نشان پڑ گئے ہیں ہر وقت کاروبار کپڑے میلے رہتے ہیں میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپ کے پاس خادم آئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لیے گئی تھیں بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہﷺ میرے اور علی کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی کھال ہے رات کو اس کو بچھا کر سو جاتے ہیں صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں حضورﷺ نے ارشاد فرمایا بیٹی صبر کر۔ حضرت موسیٰ اور ان کی بیوی کے پاس بھی دس برس تک ایک ہی بستر رہا تھا وہ بھی حضرت موسیٰ کا چوغہ تھا رات کو اسی کو بچھا کر سو جاتے تھے۔ اور تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کو انجام دیتی رہو اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرے تو سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ مرتبہ۔ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کر۔ یہ خادم سے زیادہ اچھی ہے حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسولﷺ پر راضی ہوں۔ جو اللہ اور اس کے رسولﷺ کی رضا میرے بارے میں ہو مجھے وہ بخوشی منظور ہے یہ تھی زندگی دو جہاں کے بادشاہ کی بیٹی کی آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسے ہو جائیں تو اس کے غرور کے گھر کا کام کاج در کنار اپنا کام بھی نہیں کر سکتے اگر کوئی پیسہ آ جائے تو سمجھتے ہیں کہ ہم نوکر رکھ لیتے ہیں گاڑی چاہیے یا پھر مہنگے ہوٹلوں سے کھانا کھانا یہ نہیں کہ ہم وہ پیسہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں تو آگے کے بادشاہ بھی بن جائیں گے مگر یہاں اللہ کی راہ میں شاید ان لوگوں کو فقیر نہ بنا دے یہ بھی تو سوچیں کہ اگر اس اللہ نے دیا ہے اسی کی راہ میں دینے سے اور کتنا ملے گا خدارا کبھی ضائع نہیں جاتی جتنی کرو گے اتنا یہ وجہ بڑھے گا دنیا آپ کو کچھ نہیں دے گی جو ملے گا وہ دو جہاں کا بادشاہ ہی دے گا اسی سے مانگو اسی کی پیروی کرو اور اسی کا شکر کرو اپنی غربت اور صبر کو دوسروں پر ظاہر مت کرو۔

کشور زرین چوہدری

جواب عرض

ماں کی یاد میں

کما کے اتنی دولت میں ماں کو دے نہیں پایا۔۔۔۔۔۔۔ کہ جتنے پیسوں سے وہ میرا صدقہ اتارا کرتی تھی
ماں۔ یہ وہ لفظ ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے سیکھتا ہے سب سے پہلے وہ ماں کہتا ہے یہ لفظ کتنا پیارا ہے کہ خود بخود ہی جسم میں ایک خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے جب بچپن میں ہم بول نہیں سکتے تھے تو ماں ہی وہ ہستی تھی ہماری بات سمجھ جاتی ہے کہ اس کا بچہ کیا مانگ رہا ہے دودھ مانگ رہا ہے یا پانی اور آج ہم کوئی کام کرتے ہیں تو ماں کچھ مشورہ دیتی ہے تو ہم کہتے ہیں ماں تجھے کچھ نہیں پتہ کیوں ہم ایسا کرتے ہیں اس دنیا میں ماں کے سوا کوئی وفادار نہیں کسی نے ماں سے پوچھا اگر تیرے قدموں میں جنت نا ہوتی تو تو خدا سے کیا مانگتی تو ماں نے بہت ہی پیارا سا جواب دیا کہ میں اپنے بچوں کی تقدیر خود اپنے ہاتھ سے لکھنے کا حق مانگتی اس دنیا میں سب کچھ مل جاتا ہے سب رشتے مل جاتے ہیں اگر نہیں ملتی تو ماں نہیں ملتی بد بخت ہے وہ شخص جس کی ماں زندہ ہے اور وہ لوگوں کو کہتا ہیں میرے لیے دعا کرو پلیز دوستوں اپنی ماں کی قدر کرو جس گھر سے ماں چلی جائے وہ گھر قبرستان بن جاتا ہے آج ماں ہمارا انتظار کرتی ہے جب ہم باہر جاتے ہیں ہمارے لیے کھانا لے کر آتی ہے جب یہ سایہ ہم سے چلا گیا تو پھر نہ کوئی انتظار کرے گا رات کو نہ کوئی اپنے ہاتھ سے کھانا کھلائے گا۔ ماں اک ایسا درخت ہے جو اپنی اولاد کو پھل اور سایہ دونوں دیتا ہے جن کی ماں نہیں ان سے جا کر پوچھو زندگی کیسی ہے یہ دنیا ماں کے بغیر کیسی لگتی ہے جب ماں چلی جاتی ہے تو کوئی نہیں کہتا بیٹا گھر آ جاؤ اے میرے رب سب کی ماں کا سایہ ان کے بچوں پر ہمیشہ رکھنا کیوں کہ ہم ماں کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے میری ماں دنیا کی سب سے پیاری ماں ہے میں اس قابل تو نہیں کہ میں جنت ماں کو دوں اے میرے رب میری اتنی ہی عرض ہے کہ میری ماں میری جنت ہے اسے سدا سلامت رکھنا آمین۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد زبیر شاہد۔ ملتان۔

والدہ کا احترام

امام بن سیرین اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا بہت خیال رکھتے تھے خود ان کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم اپنی والدہ کے گھر رہتے ہوئے بھی کبھی چھت پر نہیں چڑھا مبادہ ان سے اونچا نہ ہو جاؤں ان کا معمول تھا کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں کھانا پیش کرتے اور اس وقت تک کھانا شروع نہ کرتے جب تک ان کی والدہ کھانا شروع نہ کرتیں نیز وہ اس برتن میں کھانا نہ کھاتے جس میں ان کی والدہ کھاتی تھیں جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا میں ڈرتا ہوں میری والدہ کی نگاہ انتخاب کسی کھانے پر پڑے اور میں اسے اٹھا کر کھالوں اور نا فرماں بن جاؤں امام بن سیرین کی عادت تھی جب بھی اپنی ماں کے سامنے بیٹھتے تو اپنی نگاہ اونچی نہیں کرتے تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضیافت علی۔ کوٹلی

یادیں

۔۔تحریر۔ثناء اجالا۔بھلوال۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔آج پھر ایک کہانی یادیں لے کر حاضر ہوئی ہوں امید ہے کہ میری دوسری کہانیوں کی طرح یہ کہانی بھی قارئین کے دلوں کو بھا جائے گی قارئین نے میری کہانیوں پہ دل کھول کر مجھے داد دی ہے میں سب کی مشکور ہوں اور میں انشاءاللہ لکھتی رہوں گی اور امید ہے کہ ادارہ جواب عرض میری اسی طرح پذیرائی کرتا رہے گا جواب عرض میرا پسندیدہ رسالہ ہے میں چاہتی ہوں کہ بس فن کے لیے میں لکھتی رہوں اور میرا بھی رائٹرز کی لسٹ میں ایک نام ہو بہت بڑا نام میں رائٹر کی دنیا میں اپنی پہچان بنانا چاہتی ہوں اور یہ آپ کے تعاون سے ہی ممکن ہے امید ہے کہ مجھے مایوس نہیں کریں گے ہمیشہ کی طرح تعاون کرتے جائیں گے۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کچھ یادوں کی زنجیریں سنبھال کر ہیں میں نے اپنے پاس رکھی ہوئی کہ انہیں اپنی ذات میں شامل کر جانے کب سے میں ہوں الجھی ہوئی کچھ میرا بھی تو خیال کر ہے زندگی تیری بھی الجھی ہوئی سانسیں اپنی امانت ہیں رکھی ہوئی مجھے بھی اپنی ذات پہ لازوال کر کہ دھڑکنوں پہ جان اپنی ثناء رکھی ہوئی

آیئے قندیل شاہ آپ کو لیے چلتا ہوں

قارئین اپنے ہی جہاں میں جو میرا خود کا پیدا کردہ ہے جس میں ہیں یادیں۔جی ہاں۔میری اپنی یادیں۔جنہیں تصور کی آنکھ سے دیکھتا ہوں اس جہاں میں اور بھی بہت کچھ ہے میری یادوں کے علاوہ وہ باتیں جو میری زندگی ہیں۔وہ چاہتیں۔وہ سپنے ہیں جو بنے تھے لیکن پورے نہ ہو سکے میں نے ان یادوں میں سب کچھ ہی کھو دیا ہے پایا بھی ہے۔

یہ اپنی یادیں کرتا ہوں آپ کے نام۔

جانے والے چلے جاتے ہیں لیکن اپنی یادیں چھوڑ جاتے ہیں اپنے وعدے قسمیں اور بہت کچھ۔میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔تو آیئے آپ کو ملواتا ہوں کسی سے وہ تھا میرا اپنا زمانہ۔میرا سنہرا دور۔

یادیں تم میری نیندوں میں تم
میری آتی جاتی سانسوں میں تم ہی تم
چاہتا کتنا تم کو دل
تم نہیں جانتے
کیا ہے میرے دل کی مشکل
تم نہیں جانتے

ایسا احساس دھڑکن میں
کچھ پہلے نہ جاگا تھا

وہ تھی مسترہ جو کالج جاتی تھی سہیلیوں کے ساتھ میں بھی کالج پڑھتا تھا میرے رستے سے گزر کر آگے اگلے روڑ پر اس کا کالج تھا وہ بہت خوبصورت نرم زلفوں والی دلکش جوان بدن کیا نہ تھا اس کے چہرے میں۔ وہ کیا تھا میں کیا بتاؤں۔

یادوں میں تم میری نیندوں میں تم
میری آتی جاتی سانسوں میں تم ہی تم

اس سے میری پہلی ملاقات آتے جاتے نظروں سے نظریں کتی ہوئی تھی وہ روزانہ بہترین لباس میں ملبوس نظر آتی تھی چھوٹا سا پرس جو دائیں کندھے سے نیچے گھٹنوں تک ترچھا اس نے پہنا ہوتا تھا کمر تک آدھے بال ٹیڑھی مانگ بال کھلے رکھتی تھی ٹائٹس تھا جینز بھی کبھی پہنے بالوں کو کھلا چھوڑنے سر سے اندر کندھے پر پرس پہنے جب وہ آتی سب لڑکوں کے دل ہل جاتے نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے کو اشارہ کرتے آج اس نے آتشی لانگ کمیض ٹائٹس پہنے بال کھلے چھوڑ رکھے تھے۔ وہ کسی اور ہی جہاں کی مخلوق لگ رہی تھی دلنشین چہرہ۔ لاجواب۔۔ ابھی مسترہ میرے پاس سے گزری میں نے بلیو شرٹ جینز پہن رکھی تھی وہ میرے پاس آ کے رکی تھی اس کی دونوں دوستیں آگے بڑھ گئیں۔

مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی میرا دل پہلو میں دھڑکا۔

جی فرمائیے۔ میں تنزیل شاہ معتبر بنا۔

آپ صرف دیکھتے ہی رہیں گے مجھے یا کچھ کہیں گے۔ اس نے دل کی بات آخر زبان پر لا ہی دی۔

شکریہ میم آپ نے میری مشکل آسان کر دی میرے خیال میں مجھے آپ سے بے انتہا پیار ہے۔ میں نے اردگرد دیکھے بغیر ہی کہا۔

یہ تو اچھی بات ہے تو پھر ادھر ہی محبت کا اظہار کریں گے۔

تو میں آپ کو اس جگہ کے شایان شان نہیں سمجھتا میرا اس دل کہتا ہے تاروں کی حسین رات تنہائی اور میں اور تم ہوں۔

اوکے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا ہم دونوں میں یہ پہلی ملاقات تھی۔

پھر کب ملیں گے آپ۔۔ اس نے دیوانگی سے پوچھا۔

کل شام چار بجے ریسٹورنٹ۔

بائے۔ اس نے ناز سے کہا اور چلی گئی۔

میری محبت مجھے تیری تمنا
میری چاہت مجھے تیری تمنا
جو ہر لحاظ ہو ساتھ میرے
ایسی راحت کی ہے تمنا

وہ چلی گئی اپنی حسین یاد چھوڑ کر اور میں بے بس بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔

کیا بات ہے یار کیوں کھڑی تھی وہ حسینہ تیرے پاس میرے قریبی دوست نے پوچھا۔

کچھ نہیں یار بس ویسے ہی ایک کتاب کا پوچھ رہی تھی میں نے اسے ٹال دیا وہ چپ ہو گیا بنا کوئی بات کیے میں اب کالج چلا آیا وہ ضروری سبجیکٹ کا چاپٹر حاول پڑھنے کو نہیں کر رہا تھا میں کالج سے باہر آ کر بیٹھ گیا مجھے چین نہیں آ رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ میں اسے کالج میں جا کر اس کا پوچھتا مجھے اس کے نام تک کا نہ پتا تھا اب

سوالیہ ماغ ہو گیا۔
اسی لیے میری آنکھوں نے اسے دیکھ لیا وہ کالج چوکیدار سے کا طلب میرا پوچھ رہی تھی میں اس کے قریب گیا۔
ایکسکیوز می میں آپ کو کچھ بتا سکتا ہوں میرے پکارنے پر وہ مڑی اور مجھے دیکھ کر پرجوش ہو گئی۔
اوہ۔ آپ ہیں میں ان کا پوچھ رہی تھی وہ کالج چوکیدار سے بولی۔ ان کا نام قندیل شاہ ہی ہے ناں چوکیدار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
ہاں یہ قندیل شاہ ہے چوکیدار چلا گیا۔
میں نے حیرت سے پوچھا آپ کا نام تو کیا مقام؟ آپ کے تمام مضامین جو آپ کالج میں پڑھتے ہیں کیسے آتے ہیں کب جاتے ہیں میں سب جانتی ہوں وہ میرے ساتھ چل رہی تھی اور بتا رہی تھی میں نے سانس روک کے اسے سن رہا تھا
اور کیا جانتی ہیں میرے بارے میں رک کر پوچھنے لگا۔
بہت کچھ وہ محبت سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔
کیا کوئی لڑکی اتنی بھی بے باک ہو سکتی ہے میں سوچے جا رہا تھا۔
میں آپ کو بتانے آئی تھی کہ آپ کب کیسے مجھے ملیں گے۔
میں آپ کو کل الون ریسٹورنٹ میں ملوں گا میں نے ریڈ شرٹ اور بلیک پینٹ پہنی ہوگی میرا موبائل۔ دوں آپ کو۔ میں نے کہا۔
کیوں نہیں دیں مجھے کسی ہوٹل میں بیٹھ کر بات کریں گے۔
ہاں کیوں نہیں۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور گردن سے ہاں کہہ دی۔ ہم دونوں چلتے ہوئے ایک قریبی ہوٹل میں آ گئے رستے میں وہ کہہ رہی تھی میں نے اس سے پوچھا۔
آپ کیا میری پسند کے کپڑے پہن کے آ سکتی ہیں میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا اس نے ایک لمحہ سوچا اور کہا۔
ہاں کیسے۔۔۔ پہن آؤں گی۔
میں نے پوچھا فیروزی رنگ سے لے کر کالی جھمر
ٹھیک ہے وہ اشتیاق سے بولی۔ میرا ایک ڈریس ہے فیروزی وہی پہن آؤں گی۔
قارئین میں نے مسفرہ کو چائے پلائی تب اس نے مجھے بتایا کہ میرے تین بھائی ہیں اور میں اکلوتی ہوں میں نے بھی اسے اپنا تعارف کروایا کہ میں اپنے ماں باپ کا ایک ہی ہوں۔
میرے خیال میں آپ نے محبت کا اظہار تو ادھر ہی کر دیا ہے کل کیا کریں گے کل کے۔
نہیں مسفرہ قندیل شاہ تم سے بہت محبت کرتا ہے اور الگ طریقے سے اس دنیا کو بھلا کے اظہار کریں گے۔ وہ مسکرا دی ہم نے چائے پی مسفرہ نے میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے اسے چائے پلائی
اگلے دن میں موقع پر مسفرہ الون ریسٹورنٹ میں پہنچ گئے آج وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اس نے مجھے ہاتھ سے سلام کیا اور یہ ایک الگ خوبصورت ہوٹل تھا باقی ہوٹلز کی نسبت یہ ہوٹل ریسٹورنٹ بہترین تھا۔
تم آج بہت پیاری لگ رہی ہو آئی لو یو میں نے مسفرہ کا ہاتھ تھام کر کہا میں نے خوبصورت نازک اس کی کلائی پر کڑا پہنایا اور چھوٹے سونے کے ٹاپس پہنائے۔
قارئین کرام اس دن میں نے ساتھ

وعدے بہت قسمیں مسرہ کو دیں ہم دونوں ہی ایک دوسرے کا کبھی ساتھ نہ چھوڑیں گے ہمیشہ کے ایک رہیں گے۔

قندیل شاہ ہم دونوں کی زندگی میں اگر کوئی اور آیا اور ہم مل نہ سکے تو دونوں کو قسم ہے دونوں مر جائیں گے۔

ٹھیک ہے۔ میں نے مسرہ کو وعدہ دے دیا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر میں نے مسرہ کو محبت سے سرشار لہجے میں اپنی چاہت کا یقین دلایا۔

مسرہ اور میں ہم دونوں تا دیر ہوٹل رہے اور ہم دونوں کے علاوہ اور بھی بہت سارے نوجوان لڑکے لڑکیاں تھے ہم دونوں ان سے الگ اپنی ہی دنیا میں مگن تھے ہم نے کھانا کھایا پھر وہاں سے چل دیئے۔ ہوٹل سے باہر آ کر میں نے مسرہ کے ساتھ گھر واپسی کے قدم بڑھا دیئے۔

میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔

نہیں شکریہ میں چلی جاؤں گی مسرہ میرے گلے لگ گئی میں نے اپنے ہونٹ اس کی پیشانی پر ثبت کر دیئے اس کی آنکھوں کو چوما اور اپنے اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔

میں آج بہت خوش ہوں قندیل شاہ میری محبت کو نذر دور رکھنا مجھے بھی۔

جان من ایسی کیوں باتیں کرتی ہو ایک دن دنیا دیکھے گی آپ اور میری محبت کو۔

قندیل۔ آپ مجھے نہ کہا کرو آپ غیروں کو کہتے ہیں مجھے تم کہا کرو تم میں اپنائیت ہے۔ مسرہ کہہ کر مسکرائی۔

او کے اس کے بعد۔

قارئین کرام میری جان لمحہ بہ لمحہ دور ہو رہی تھی لیکن مسرہ نے دو تین بار پیچھے دیکھا ہاتھ ہونٹوں پر جا کر مجھے ہوائی کس چپکی میں تے بھی کھینچ کر لی اب مسرہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تو قارئین کرام اس کے بعد کیا ہوا آپ جانیں گے تو دنگ رہ جائیں گے یہ تھی میری اپنی محبت کی پہلی چاہت بھری ملاقات اور اس کے بعد آخری ملاقات مسرہ بھی نہ مجھے ملنے کے لیے چلی گئی کہاں تو آئیے پڑھتے ہیں۔

چاہتیں ہوں تو ایسی ہوں
نہ تیرے جیسی ہوں
نہ میرے جیسی ہوں
جیسے بادل مینہ برساتے ہوں
جیسے دریا موج میں جاتے ہوں
خود کو دور بہانے جاتے ہوں
جیسے فصلیں لہلہاتی ہوں
جیسے چاند رات ملتے ہوں
سنو چاہتیں ہوں تو ایسی ہوں
ثنا بالکل میرے جیسی ہوں

قارئین کرام چار بجے مسرہ کو ملنے گیا تھا تو چھ بجے تک واپس آ گیا تھا میں گھر آیا تو بہت بہت خوش ہو کر بیٹھ گیا میں نے کھانا تھوڑا کھایا اصل میں مسرہ کے ساتھ بھی کھا لیا تھا ساتھ ساتھ خوشی کی وجہ سے بھی نہیں کھا رہا تھا کہ مسرہ میری ہو گئی تھی لیکن مما کے کہنے پر تھوڑا بہت ان کا ساتھ دینے کے لیے ٹیبل پر بیٹھ گیا تھا خوشی میرے ہر ہر انداز سے ظاہر ہو رہی تھی کہ مسرہ نے مجھ پہ اعتبار کیا اتنے سارے لڑکے ہونے کے باوجود سب پیارے تھے لیکن مجھے اندازہ نہ تھا کہ مسرہ مجھے چپکے چپکے پسند کرتی ہے۔ مما نے مجھے دو تین بار ٹوک کر کہا۔

آج میرا دھیان کدھر ہے۔

لیکن میں ٹال گیا۔اور کھانے کی میز پر سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

قارئین کرام اس وقت موبائل اتنا عام نہ تھا جتنا آج کل ہے لیکن اس کے باوجود میں مسفرہ کی کال کا ویٹ کرنے لگا مسفرہ کے خیالوں خوابوں میں جھومتے ہوئے جانے کب نیند آ گئی جو واقعی پر سکون ہوئی ہے سب کچھ انسان بھول جاتا ہے مہربان نیند کے مہربان ہونے پر۔میں صبح نو بجے اٹھا ناشتہ کیا چائے پی کر میں اپنے گھر کے لان میں آ گیا ابھی کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ ایک گاڑی کا سائیرن بجا۔ میں اپنے دھیان میں بیٹھا تھا کہ ہے چھٹی تھی اسی لیے مطمئن ہو گیا تھا قارئین کرام ہمارا گیٹ کھلا تھا میں بالکل سامنے بیٹھا ہوا تھا مجھے اپنے گیٹ کی طرف کچھ آدمی آتے ہوئے نظر آئے میں ادھر ہی بیٹھا سامنے دیکھ رہا تھا وہ آ کر میرے دروازے پر رک گئے میں ادھر ہی بیٹھا رہا

وہ سامنے قندیل شاہ بیٹھے ہیں۔

میں اپنا نام سن کر چونک گیا اور میرا سارا دھیان ان پر تھا جو کہ پانچ تھے ساتھ ان کے دو مسلح سے ٹائپ لڑکے تھے میں بوکھلا سا گیا لیکن ادھر ہی بیٹھا رہا۔

ادھر آیئے۔ایک آدمی نے مجھے اپنی طرف بلایا میں حیرانگی سے انہیں دیکھنے لگا اس سے پہلے کہ میں جاتا میرے پاپا کی گاڑی آ گئی انہوں نے دیکھا تو آنے کا سبب پوچھا۔

جی آپ کے بیٹے نے مسفرہ ملک کو مار دیا ہے یہ ان کے گواہ ہیں جلدی سے قندیل کو لے کر جانا ہے۔

میں ساکت ہی جہاں کا تھا وہاں کا ہی رہ گیا تھا میرا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا مجھے اپنی سماعت پر یقین نہ تھا ممایہ سن کر پریشان ہو گئی اور بولی۔

پر میرے بیٹے نے تو کچھ نہیں کیا مگر میں ذرا بھی نہ ڈرا تھا اس کے بھائی مسلسل یہی کہہ رہے تھے کہ ہم اس سے اپنی بہن حاصل کریں گے میں اپنی بے گناہی کا ثبوت رو رو کر دے رہا تھا مگر وہ کسی بھی صورت ماننے کو تیار نہ تھے آخر کار مجھے ان سے نکل کر بھاگنا پڑا اور پھر میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا تھا میں نے بہت سوچا اور اپنی مسفرہ کے لیے ہر وقت رو رو کر دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ پیار اور میری چاہت میری محبت مسفرہ کہاں گئی کس نے ماری بھی کس جگہ گئی میں اسے ڈھونڈنے کے لیے نکل پڑا تھا اور اس نے دشمن کو بھی ثابت کر کے ہی رہوں گا۔

پھر میں تین سال تک گھر سے باہر رہا میری امی ابو مجھے ملنے آتے رہے مسفرہ کے بھائی میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے اور میں ڈرتا ہوا ان سے دور اپنی جان بچا کر بھاگنا اپنی کامیابی سمجھ رہا تھا اور انشاءاللہ میں اس میں کامیاب ہو کر ہی رہوں گا پھر میں ایک قبرستان میں چلا گیا جہاں بہت بڑا قبرستان اور پھر مجھے وہاں جاتے ہوئے اس کے بھائیوں نے دیکھ لیا میں اپنی جان بچانے کے لیے قبرستان میں بھاگ رہا تھا اور بہت زیادہ دوڑنے کے بعد مجھے ایک وہ قبرستان ایک عمارت نما لگ رہا تھا جب میں اس کے اندر پہنچا تو وہ بہت بڑا قبرستان تھا جو کہ دور سے لکڑیوں سے ڈھکی ہوئی عمارت نظر آ رہی تھی وہاں سے بھاگتا ہوا گیا اور اس کے اندر چلا گیا اور اگر سوچا جائے تو ہم نے بھی اسی قبرستان میں ہی دفن ہونا ہے لکڑیوں سے بنائی گئی چاردیواری تھی اندر قبریں

ہی قبریں تھیں جہاں تک نظر جاتی۔
میری برداشت جواب دے گئی تھی میں اللہ سے رو رو کر دعا کر رہا تھا کہ میں نے کچھ کیا بھی نہیں اور مجھے اس جرم کی سزا دی جا رہی ہے پھر میں نے ایک جگہ چھپ کر سانس لیا رو رو کر میری ہچکی بندھ گئی تھی پھر میں اٹھا اور قبرستان کے اوسط میں جا پہنچا جہاں ایک سیمنٹ سے بنا ہوا چوکور نما چبوترہ نظر آیا میں اسکے اوپر گر گیا اور نڈھال تھا اس لیے ذرا سانس لینے کے لیے لیٹا تھا پھر اس کے بھائیوں نے مجھے دیکھ لیا اور کہا۔
خود ہی ہمارے پاس آ جاؤ ورنہ بہت برا ہو گا
میں رو رہا تھا اچانک ایک بڑے میاں کی آواز آئی۔
بیٹا کیا مسئلہ ہے کیوں شور کر رہے ہو
وہ کہنے لگے کہ اس لڑکے نے میری بہن کو مارا ہے اور میں رو رو کر کہہ رہا تھا میں نے اسے نہیں مارا وہ میری محبت تھی میں اس سے بہت پیار کرتا تھا اور اپنی جان سے زیادہ اس کو چاہتا تھا اور چاہتا ہوں پر کوئی میری بات کا یقین نہیں کر رہا تھا پھر وہ بڑے میاں آئے اور انہوں نے کہا۔
کیا بات ہے کیا وجہ ہے یہاں آ کر لڑنے کی
میں نے کہا۔ ان کی بہن جو کہ میری بہت اچھی دوست تھی اور ان کو کسی نے مار دیا ہے اس کی وجہ باڈی نہیں ملی اور نہ ہی کوئی خبر ہے کہ وہ کہاں ہے۔
بابا جی نے کہا۔ کب کی بات ہے۔
میں نے کہا۔ تین سال ہو گئے ہیں۔
بابا نے کہا۔ ہاں تم لوگ لڑنا بند کرو میں ایک لڑکی کی میت کو امانت کے طور پر دفن کیا تھا تین سال پہلے تو وہ لڑکی شاید وہی ہو گی جو تم کہہ رہے ہو مجھے وہ لڑکی یہاں سے کچھ فاصلے پر ہی ایک سڑک پر مردہ حالت میں ملی تھی فیروزی کلر کا سوٹ اور پرس اس کے پاس تھا اور جب میں وہاں سے گزر رہا تھا تو وہ خون میں لت پت پڑی تھی میں نے اسے کچھ لوگوں کی مدد سے لا کر یہاں رکھا جب کوئی بھی وارث نہ ملا تو میں نے اسے گاؤں والوں کی اجازت سے امانت کے طور پر کفن دے کر اس قبر میں رکھ دیا ہے اور اب اگر آپ چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں یہ واقعہ بھی تین سال پہلے کا ہے جب اس بابا جی نے فیروزی کلر کا کہا تو میں سمجھ گیا کہ یہ وہی میری مسفرہ ہی تھی جو کہ اسی دن فیروزی کلر میں مجھے ملنے آئی تھی۔ پھر بابا جی نے کہا کہ میں چالیس سال سے اسی جگہ میں رہتا ہوں اور اسی قبرستان کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور اگر آپ چاہو تو اس قبر کو دیکھ سکتے ہیں مسفرہ کے بھائی بھی بے تاب تھے اور انہوں نے ہاں کر دی اور پھر کچھ ہی محنت کے بعد قبر کو کھودا گیا اور پھر سل کو ہٹایا تو حیران رہ گئے کہ یہ وہی مسفرہ تھی اس کے منہ پر رومال تھا اور فیروزی کلر کا وہی سوٹ پہنا ہوا تھا سب لوگ قبر کے اوپر جھکے ہوئے تھے اسے باہر نکالنے سے پہلے بولے۔
ہم یہاں پر کسی امام مسجد کو لے آتے ہیں
بابا جی نے کہا۔ بیٹا مجھ پر اعتماد کرو کہ میں نے اس بچی کو ایک امانت کے طور پر اس قبر میں رکھا تھا اور آج تم اپنی امانت لے جا سکتے ہو اگر یقین نہ آئے تو وہ سامنے میری جھونپڑی ہے اور اسی قبرستان میں رہتا ہوں چالیس سال سے اور اب بھی تمہیں یقین نہیں تو جو مرضی کر لو میں یہ سوچ سوچ کر رو رہا تھا کہ اس کو مارا کس نے خیر پھر اس کا موبائل دیکھا جو کہ بند تھا اور پھر اس کے پاس

ایک پستول بھی تھا اور اس کے پرس کو چیک کیا گیا اور اس میں پیسے کاغذ اور کاپی ویسے ہی تھی اور پھر اس میں ایک کاغذ تہہ شدہ تھا پسٹل موبائل مسفرہ ملک کا سب کچھ یوں ہی پرس میں محفوظ تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی اس کی عزت کا لٹیرا ہوگا ورنہ اس کے پاس پیسے بھی تھے موبائل بھی تھا پھر انہوں نے وہ تہہ شدہ کاغذ کو کھولا اور سب نے باری باری پڑھا اور پھر میری طرف بڑھا دیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

میرے پیارے قندیل شاہ

جب میں تم سے مل کر واپس گھر جا رہی تھی تو راستے میں ٹیکسی خراب ہوگئی تھی میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دیا پیدل چلنے لگی کہ ارشد۔ اور شبیر جو ہمارے ہی کالج میں پڑھتے تھے انہوں نے میرا پیچھا کیا بھاگتے ہوئے میں ویرانے میں آگئی یہ لوگ مجھ سے زیادتی کرنا چاہتے تھے کہ میں نے اپنے پرس سے پسٹل نکال کر فائر کیا خود کو اتنی میں ایک گاڑی وہاں سے گزر رہی تھی یہ لوگ مجھے خون میں لت پت دیکھ کر بھاگ گئے میں نے پرس سے کاغذ قلم نکال کر یہ تحریر لکھی ہے میرے دل کی مرادیں نہ تھیں اس وجہ سے تمہیں فون نہ کی میں نے اپنی عزت پیار بچایا ہے میرا یہ خط تم تک ضرور پہنچے گا خوش رہنا میرے پاس وقت بہت کم ہے خون میرے پیٹ سے کافی بہہ چکا ہے میں تمہیں شاید اگلے جہاں ملوں میری قبر پر ضرور آنا قندیل تم۔

پیارے قارئین کرام بس یہاں تک خط لکھا گیا تھا آخر میں خون کے دھبے تھے ہم سب خاموش تھے قبرستان سے پراسرار ماحول کے اندر اس کے بعد قارئین کرام ایمبولنس آگئی مسفرہ ملک جو امانتاً دفن تھی اس کے گھر والوں نے اسے وہاں سے اپنے گھر کے نزدیک لے گئے اور دفن کر دیا۔ مسفرہ ملک کا فیروزی رنگ کا پرس لمبی زنجیر والا جو مسفرہ پہنتی تھی تو گھٹنوں تک جاتا تھا مجھے دے دیا اس کا موبائل فون بھی میرے پاس ہی تھا ہاں پسٹل ان لوگوں کے پاس تھا سب لوگ قبرستان سے چلے گئے مسفرہ کے بھائی بھی چلے گئے ارشد اور شبیر جو کہ شرابی چرس چوری چکاری بہت بری عادتوں میں ملوث تھے پکڑ لیا اور انہوں نے مسفرہ کا خط پڑھوایا وہ دونوں دنگ رہ گئے مجھے مسفرہ ملک کے گھر والوں نے بری کر دیا تمام الزامات ارشد اور شبیر کے ذمے لگ گئے اور میری شاندار ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔

قارئین کرام مسفرہ ملک کے بھائی اور والدین بار بار ہمارے گھر آئے ہیں مجھ سے میری ماما پاپا سے معافی مانگی ہے قارئین کرام میں آج اپنی مسفرہ کی قبر پر ہوتا ہوں جس کا ربا تھین مسفرہ کے لیے دعائیں ضرور کرتا ہوں خدا سے بخش دے اس نے اپنی میری عزت بچائی ہے ہمارے پیار کی لاج رکھی۔

قارئین کرام میں آج سینتیس سال کا ہوں میں نے شادی نہیں کی سترہ سال پہلے کسی سے عہد و پیمان کیا تھا وہ پورا کر رہا ہوں مسفرہ ملک اپنے پیار کی خاطر عزت کی خاطر خود کو مار سکتی ہے تو کیا میں مسفرہ ملک کی خاطر وفا نہیں کر سکتا مجھے مسفرہ بہت یاد آتی ہے بس یہ کہوں گا

یادوں میں تم میری نیندوں میں تم
میری آتی جاتی سانسوں میں تم ہی تم

قارئین کرام میں نے شادی دفتر کھول رکھا ہے ہزاروں کی تعداد میں حسین جوڑے لڑکیاں

لڑکے آتے ہیں مجھ سے شادی کرواتے ہیں اور چلے جاتے ہیں میں ان جوڑوں میں مسفرہ کو دیکھتا ہوں قندیل شاہ کو دیکھتا ہوں لیکن میں نے آج تک یہ نہیں سوچا کہ اگر اس سے میں شادی کرلوں تو۔۔۔کیونکہ میں اپنی وفا زیست جابت کسی کے نام کر کے سرخرو ہو رہا ہوں اور بفضل خدا ایسے ہی موت آجائے کی اگر مجھے کوئی شادی کے لیے کہے تو مجھے مسفرہ کی وفا یاد آجاتی ہے میرے اور اپنے پیار کی خاطر جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ مجھے مسفرہ ملک کبھی نہیں بھولے گی وہ نہیں تو کیا ہوا اسکی یادیں تو ہیں ناں لوگ تو یادوں کے سہارے بھی زندگی بسر کرتے ہیں قارئین کرام پلیز وفا ضرور کریں اپنی محبت کا ایک لمحہ ہی ذہن میں رکھیں اور دوسروں کی نظر میں اپنی عزت بنائیں میں اکیلا نہیں ہوں مسفرہ کی یادیں ہیں سارا دن لوگ میرے آفس آتے ہیں ان کے رشتے طے کروا رہا ہوں شام کو اکیلے میں وہ آتی ہے میرے دل کے آنگن میں بس یادیں لے کر یہ معمول ہے میرا نجانے کب تک رہے گا ضرور رہے گا۔ حالانکہ مسفرہ کے گھر والے مجھے شادی کے لیے بہت کہتے ہیں میری ماما جان پاپا جان بھی اس دار فانی سے میری شادی کی حسرت لے کر گئے ہیں لیکن قارئین کرام محبت میں وفا بھی مجھ میں بھی ہے اسی وجہ سے میں نے شادی نہیں کی لیکن آپ ضرور کہیے گا اگر حق پر ہیں تو رہنے دیں شادی اگر نہیں ہیں تو حق پر کسی نے بے وفائی کی ہے تو آجائیں میں کرواتا ہوں آپ کی شادی دعاؤں میں یاد رکھیے گا میری یادیں کیسی لگی اپنی آراء سے نوازیے گا اس غزل کے ساتھ اجازت۔

یاد کرو گے ہمیں کبھی تو

آباد کرو گے ہمیں کبھی تو

دل کے دلوں سے کچھ سلسلے ہیں

ملاپ کراؤں ان کا کبھی تو

بے خبر ہو تم حقیقت میں

مجھے جان جاؤ تم کبھی تو

پوچھتا میری بے قراریوں کا عالم

دہراتا اپنے بھی قصے کبھی تو

مجھے جان کر نہ ہوتا اداس

عادت ہے میری اداس کرتا تمہیں کبھی تو

تمہیں یاد کرتی ہوں میں کتنا شا

چھپکے سے دیکھ جانا کبھی تو

قارئین کرام مسفرہ ملک اور قندیل شاہ کی کہانی آپ بیتی آپکو کیسی لگی اپنی آراء سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ والسلام۔ شاہ اجالا بھلوال۔

اپنی شیرنی کے نام

ارے شیرنی جی تم نے یہ کیا کر دیا ہے کہ اپنے شیر کے دل پر ایسا پنجہ مارا ہے کہ اس کا دل ہی نکال کر لے گئی ہو۔ اپنے شیر کو زخمی کر دیا ہے۔ اب اس شیر دلیر سے آنے کا انتظار ہے کہ تم آؤ اور مجھے پھر سے تندرست کر دو۔ مان گیا ہوں تم تو تمہاری بھرپور جوانی کو تمہاری اس طاقت کو جو تم نے مجھ پر آزمائی ہے داد دیتا ہوں میں تمہاری طاقت کو بس ایسے ہی بہادر بن کر رہو اور ایسے ہی اپنی جوانی کے جوبن دکھاتی رہو۔ ویسے تم نے اس شیر کو زخمی تو کر دیا ہے اب اس کا حال بھی پوچھنے کے لیے آجاؤ کہ یہ زندہ ہے کہ نہیں امید ہے ضرور پتہ کرنے آؤ گی۔

فقط تمہارا زخمی شیر۔

بد نصیبی

۔۔۔تحریر۔۔۔ذوالفقار علی سانول۔سکنہ کتوال۔

شہزادہ بھائی۔السلام علیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں نے ایک دوست کی منت کر کے بچھوا سے وہاں رکھا میرے گھر والوں نے لڑائی کرنے کی کوشش کی لیکن لوگوں نے لڑائی ہونے سے بچا لیا اور اس کے شوہر نے یہ افواہ پھیلا دی کہ طارق نے میری بیوی کو طارق نے اغواہ کیا ہے میں نے جب درخواست کا سنا تو سب سے مشورہ کیا پھر بھی مجھے قید میں رکھا گیا پھر کچھ دنوں بعد مجھے آزادی ملی پھر لوگوں کے جتنے منافق باتیں کسی نے کہا کہ ان لوگوں کو گاؤں سے نکال دیں کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا اور کچھ لوگ ہماری ایمانداری کی وجہ سے ہمارے دوست بن گئے۔قارئین میں نے اس کہانی کا نام بد قسمتی رکھا ہے امید ہے کہ سب کو پسند آئے گی۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

قارئین جو میں سٹوری آپ کے سامنے جواب عرض کی معرفت پیش کر رہا ہوں اس کا نام میں نے بد نصیبی رکھا ہے وہ اس لیے کہ آپ سٹوری پڑھیں گے تو آپ کہیں گے کہ یہ نام ہی بنتا تھا کچھ باتیں ضروری جو میں مجبورا لکھ رہا ہوں وہ ضروری ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ رائٹر ایک بہت حساس ہوتا ہے رائٹر کا اصل مقصد تو یہ ہی ہوتا ہے کہ وہ ایسا لکھے کہ قارئین پڑھ کر عمل کریں آگے کوئی اس پر عمل کرے نہ کرے اور جب فون کال یا آئینہ روبرو میں لیٹر آتے ہیں تو بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ہماری سٹوری کو پسند کیا گیا ہے اور حوصلہ بڑھ جاتا ہے مزید لکھنے کو دل کرتا ہے۔

یہی بات تو یہ ہے کہ جواب عرض میں ہر ماہ کافی عرصہ سے خرید رہا ہوں اور پڑھتا ہوں چاہئے میری سٹوری ہو یا نہ ہو میرے وہ دوست جو اس ڈائجسٹ کو فضول سمجھتے ہیں اب وہ بھی اس کے دلدادہ ہو گئے ہیں اور بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

میں ذہنی طور پر پریشان ہو گیا تھا اور میں نے ارادہ کر لیا کہ لکھنا چھوڑ دوں لیکن کچھ لوگوں کی حوصلہ افزائی سے اور اصرار پر دوبارہ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں اور مجھے اب پتہ چلا ہے کہ کچھ لوگ جواب عرض کے خلاف ہیں اب یہ نہیں پتہ کہ ان کو کسی مطلبی ادارے نے کہا ہے کہ تم مختلف حربے کرو کہ رائٹر لکھنا چھوڑ دیں یقین کریں اتنے گندے میسج اور کچھ یوں لکھ کر بھیجو ہم آپ کے فین ہیں آپ بہت اچھا لکھتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ تم جھوٹ لکھتے ہو بہر حال اگر کوئی کری بھائی حرکت کرتا ہے یا بدتمیزی کرتا ہے تو میرے خیال میں

اس کی تربیت ہی ایسی ہے۔ اب میں ان کے نام یا نمبر لکھنا مناسب نہیں سمجھتا صرف ان کو اتنا ہی کہتا ہوں کہ کسی غلط فہمی میں مت رہنا ہم اس میں ضرور لکھیں گے میری کہانی داستان محبت میں میں نے جو کورٹ میرج کے بارے میں اور اس کا انجام بلکہ سب رائٹر نے اس ٹاپک پر بہت کچھ لکھا ہے۔ انجام برا ہوتا ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں نے اسے لفظوں میں تو کہا۔

انجام برا ہوتا ہے کچھ دنوں بعد

اس نے کہا نہیں میں کسی سے کورٹ میرج کرنے لگی ہوں اور عملی طور پر سبق حاصل نہیں کیا میں نے اسے بہت سمجھایا آگے وہ نہیں مانی پھر بھی اللہ اس کے نصیب اچھے کرے آمین۔

اب اصل کہانی کی طرف آتے ہیں۔

میرا نام طارق ہے اور ہم پانچ بہن بھائی ہیں میں سب سے بڑا ہوں میرے والد صاحب سرکاری ملازمت کرتے تھے اور میری پیدائش پر ضلع منڈی بہاؤالدین کی ہے میرے والد اتنے شریف اور اتنے ایماندار آدمی ہیں کہ آج میں اگر زندہ ہوں تو ان کی شرافت کی وجہ سے اور قدر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے والد محترم کی زندگی دراز کرے آمین ہماری فیملی پڑھی لکھی ہے اور تقریباً ہم چار بھائی اچھا خاصہ کماتے ہیں اور مجھ سب چھوٹا بھائی سرکاری ملازم ہے دوسرے دو بھائی کاروبار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے میرا بچپن اور سکول کالج تک بہت اچھا گزرا میرے والد صاحب کی دعاؤں میری بھی ... عزت تھی لیکن میری ایک غلطی سے مجھے خاک میں ملا دیا میری والدہ صاحبہ وفات پا گئیں اس لیے میری شادی مجبوراً کم عمری میں ہی کر دی گئی اس وقت میں میٹرک کا طالب علم تھا میں نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی غلطی کی تھی جس کی وجہ سے مجھے شرمندگی ہو لیکن شادی کے بعد مجھ سے ایسی غلطی ہوئی کہ معاشرے میں میرا کوئی مقام نہ رہا میں نے شادی کے بعد اپنی دکانوں میں ایک دکان میں پبلک کال پی سی او بنایا ہوا تھا کیونکہ اس وقت میری سرکاری ملازمت نہ تھی وہ تو بعد میں۔

اس وقت موبائل فون نہیں تھے اگر تھے بھی تو بہت کم ہمارے محلے کی ایک عورت جسے میں جانتا تک نہ تھا وہ میرے ہی پی سی او پر کال کرنے آتی جب وہ پہلی دفعہ آئی تو مجھے کوئی پتا نہ تھا کہ وہ کون ہے کہاں رہتی ہے کافی خوبصورت عورت تھی لیکن میں نے کوئی توجہ نہ دی کچھ دنوں بعد وہ پھر کال کرنے کے لیے آئی کیونکہ اس کا خاوند بیرونی ملک میں کام کرتا تھا اسے وہ کال کرتی تھی پھر تھوڑا تعارف ہوا اور وہ مجھے اپنی طرف مائل کرنے لگی اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی محبت میں گرفتار ہوتا گیا کہتے ہیں عشق چھپانے سے چھپتا نہیں کسی لمحے ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے عقل اور شعور دیا ہے جو میں نے استعمال نہیں کیا۔

وہ بھی شادی شدہ تھی میں بھی جوانی بچپن بہت عزت سے گزرے لیکن کچھ نہ سوچا آخر کار میل ملاپ اور ملاقاتوں پر کام آ گیا اس کی بوڑھی ساس اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے میں رات کو اس کے گھر بھی چلا جاتا اور ساری ساری رات اس کے پاس رہتا حتیٰ کے اسے جو رقم باہر سے آتی میں بھی اس سے کچھ پیسے لے لیتا ہمارا چرچہ پورے محلے میں ہو گیا اور اس لڑکی کا نام میں نے لکھا نہیں اس کا نام فرزانہ تھا۔

ایک رات جب میں اس کے گھر کی دیوار پھلانگ کر اندر گیا تو اس کی ساس نے مجھے بازو سے پکڑ لیا بلکہ مجھے پہچان بھی لیا میں نے اس کو دھکا دے کر گرا دیا اور دیوار پھلانگ کر واپس آ گیا اس نے فرزانہ سے پوچھا۔

میں نے اس لڑکے کو پہچان لیا ہے وہ طارق ہے تم نے اسے کیوں بلایا۔

فرزانہ صاف مکر گئی میں اس رات بہت پریشان تھا مجھے نیند تک نہ آئی دوسرے روز اس کی بوڑھی ساس نے اپنے بیٹے کو کال کی کہا۔

آپ کی بیوی کو میں نے فلاں شخص کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے دیکھ لیا ہے اب یہ بات پورے محلے میں آگ کی طرح پھیل چکی ہے فرزانہ کے خاوند نے مجھے فون کرکے بات کی میں نے صاف انکار کر دیا اس نے کہا۔

پلیز میرا گھر تباہ مت کرو۔

میں نے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہ لیا پھر ہمارا اس طرح کی ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا کئی دفعہ ہم بازار بھی شاپنگ وغیرہ کرنے بھی اکٹھے جاتے اور کئی محلے دار بھی ہمیں دیکھتے اور میرے گھر میں بھی ساری بات کا پتہ چل گیا اور مجھے بہت شرمندہ کیا گیا میری اپنی بیوی نے مجھ سے لڑائی کی لیکن میری بدقسمتی کہ میں باز نہ آیا

ایک رات فرزانہ کی ساس کہیں چلی گئی تھی وہ میرے پی سی او پر آئی اور کہا۔

آج رات میں گھر میں اکیلی ہوں دیوار پھلانگ کر سیدھے میرے کمرے میں آ جانا۔

میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں آ جاؤں گا۔

اسی رات میری محبوبہ کا بھائی آ گیا لیکن مجھے اس بات کا کوئی علم نہ تھا وہ برآمدے میں سو گیا تو میں بڑے اطمینان سے رات بارہ بجے دیوار پھلانگ کر کمرے میں داخل ہو گیا تو آگے فرزانہ جاگ رہی تھی اس نے جلدی سے اندر سے کنڈی لگا کر مجھے کہا۔

طارق آج سب غلط ہو گیا میرا بھائی رات کو ملنے کے لیے آ گیا تھا وہ برآمدے میں سویا ہوا ہے آپ آرام سے نکل کر اپنے گھر چلے جاؤ کچھ برا نہ ہو جائے۔

میں بھی یہ بات سن کر بہت پریشان ہو گیا ابھی باتیں کر رہی رہے تھے کہ اس کے بھائی نے دستک دی اور کہا۔

دروازہ کھولو اندر کون ہے

فرزانہ نے کہا۔ بھائی کوئی بھی نہیں اس نے دروازہ نہ کھولا اس نے کہا۔

مجھے پتہ ہے کہ کوئی غیر مرد اندر ہے آج میں تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

اب تو ہمیں موت سی موت نظر آنے لگی اس نے باہر سے کنڈی لگا دی اور آواز دی کہ میں تم دونوں کو مار دوں گا۔ میرے پاس پی سی او والے کا فون تھا میں نے گھر فون کرکے سب کو اطلاع کر دی تقریباً ایک گھنٹے بعد محلے کے لوگوں کو میرے گھر والے فرزانہ کے گھر آ گئے اس کا بھائی کلہاڑی لے کر دروازے میں کھڑا تھا بڑی مشکل سے لوگوں نے اس سے کلہاڑی چھین کر مجھے باہر نکالا پورے محلے کے لوگ اکٹھے ہو گئے وہ بھی گھر سے بھاگ گئی اور مجھے گھر والے گھر لے آئے مجھے ہر کوئی لعنت دے رہا تھا میرے ابو بہت غصے میں تھے بولے۔

تم نے میری عزت خاک میں ملا دی تمہیں شرم آنی چاہیے تھی تمہارے بچے بیوی ہے تم نے

غلط کام کیا ہے۔

میں صبح سویرے ہی گھر سے نکل کر دفتر چلا گیا کچھ دیر بعد فرزانہ بھی آ گئی اور آ کر رونے لگی کہ اب میں نہ میکے اور نہ سسرال جا سکتی ہوں مجھے مار دو یا مجھے اب سنبھالو۔ میں بھلا کس کے لیے اب کیا کر سکتا تھا وہ دارالامان چلی گئی جس کا ہم کو پتہ چل گیا تھا کہ وہ کہاں گئی ہے اس کے شوہر نے مجھ سے رابطہ کیا اور مجھ سے پوچھا۔

فرزانہ کہاں ہے۔

ہم نے بتایا کہ وہ دارالامان میں ہے

اس نے شوہر سے کہا کہ تم اسے نکلوا لو اور ساتھ ہی کہا کہ تم آئندہ فرزانہ سے ملاقات نہیں کرو گے

دوسرے دن میری محبوبہ کا شوہر اپنی بیوی کو لینے دارالامان گیا تو اس نے کہا۔

میں شوہر کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔

پھر اس نے کاؤنسلر کو بتایا کہ میرا شوہر میری بات نہیں مانتا جب وہ دارالامان سے واپس آ گئی میں ملاقات کے لیے گیا اور کچھ لوگ میرے ساتھ تھے میں نے اپنی محبوبہ کی منت سماجت کی تو اس نے کہا۔

اب میرا خاوند کسی صورت مجھے قبول نہیں کرے گا اور نہ میرے میکے والے مجھے مار دیں گے میرے بچے کہاں جائیں گے۔

جب میں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو میری محبوبہ دھاڑیں مار مار رونے لگی بڑی مشکل سے اسے چپ کروایا تو اس نے کہا۔

اگر طارق تم نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں باہر نکل کر تم پر زنا کا الزام لگا دوں گی وہ حساب تمہیں مجھ سے نکاح کرنا ہو گا اور سہارا بھی دینا پڑے گا

جب وہ بات میرے گھر والوں اور دوستوں نے سنی تو وہ بہت پریشان ہو گئے کہ اگر وہ ایسا کرے گی تو تمہاری ملازمت بھی چلی جائے گی اور تمہیں بند کر دیا جائے گا۔

ادھر فرزانہ کے سسرال اور میکے والے بھی اعتماد میں لینے لگے کہ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے تم ہمارا ساتھ دو ان کا مقصد تھا کہ ہم زنا کی اور اغواء کی شکایت میں اسے سزا دیں گے پھر بہت مشکل سے میں نے اپنی بیوی کو منایا کیونکہ کوئی عورت سوتن برداشت نہیں کر سکتی اور فرزانہ کے خاوند کا کوئی پروگرام مکمل نہ ہو سکا مجبور مجھے نکاح کرنا پڑا کیونکہ اگر نکاح نہ کرتا تو سخت سزا ملتی جب میں چند دوستوں کے ساتھ کورٹ میرج کر کے آ گیا تو فرزانہ نے شرط رکھ دی کہ اگر تم مجھے طلاق دو گے تو تم مجھے دس لاکھ روپے دو گے اور ماہانہ سات ہزار روپے خرچہ بھی دو گے جب میں نے شرائط سے انکار کیا تو میری محبوبہ نے پھر مجھے دھمکی دی مجبوراً مجھے ایسا ہی کرنا پڑا میرے سب عزیز رشتہ دار میرے خلاف ہو گئے جو لوگ میری عزت کرتے تھے وہ مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کوئی مجھ سے نفرت کرنے لگا۔

میری پہلی بیوی تو مجھ سے روٹھ گئی تھی میرے ساتھ مطلب سے بات بات پر میری تسلی اس کشمکش میں میرا کاروبار تباہ ہو گیا پھر میں نے روزگار کے لیے دوسرے شہر میں کرائے کا مکان لیا اور میں نے ڈرائیونگ شروع کیا ہر ماہ مجھے ان کو خرچہ دینا پڑتا تھا اور مجھ پر بہت قرض ہو گیا ہے میرے دوست مجھ سے منہ موڑ گئے ہیں اور اب میں بہت زیادہ جنجال میں آ چکا تھا نہ تو طلاق دے سکتا ہوں اور اگر خرچہ نہ دوں تو پکڑا

جاتا ہوں وہ مار مار دھمکی دیتی ہے۔

فرزانہ بہت بدکردار عورت نکلی ہے اب وہ گناہ در گناہ کرتی ہے اور اپنی مرضی کرتی ہے اور اب وہ کسی غیر محرم کے ساتھ رہ رہی ہے مجھ سے ہر ماہ خرچہ وصول کرتی ہے اور دھوکے باز عورت ہے مجھے ہر کوئی طعنہ دیتا ہے کہ تمہاری بیوی کے ساتھ فلاں شخص کا مطلب فرزانہ کے ساتھ کاش میں اس وقت صرف اتنا ہی سوچ لیتا کہ جو عورت اپنے مجازی خدا کو چھوڑ کر مجھ سے غیر کام کر سکتی ہے وہ میری کیسے ہو سکتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی میری آنکھوں پر پردہ رہا اس کے سابقہ خاوند سے میری لڑائی ہو چکی ہے جو کہ خط در خط بھیج رہی ہے لیکن مجھے کیسے کی سزا مل چکی ہے۔

میری تمام قارئین سے گزارش ہے کہ ایسا قدم بھی نہ اٹھانا جس سے شرمندگی ہو جو والدین کا کہنا نہیں مانتا وہ کبھی سکھ کی زندگی نہیں گزار سکتا میری پہلی بیوی وفادار ہے جو اتنا کرنے کے باوجود بھی برداشت کر کے میری خدمت کرتی ہے جب میں اس کے سامنے جاتا ہوں تو مجھے عجیب سا خوف اور شرمندگی ہوتی ہے۔۔۔

کوئی میرے دل سے پوچھے

تحریر۔ تاویہ چوہدری۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی کوئی میرے دل سے پوچھے کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ میری کہانی کو شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر شائع ہوئی تو میں مزید بھی لکھتی رہوں گی۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ایک رشتہ تھا ایک انسان تھا
دونوں کے جینے کا ڈھنگ الگ تھا
انسان نے چاہا وہ رشتہ میرا بن جائے
رشتے نے کہا ہم دونوں کا رشتہ الگ ہے
انسان نے کہا کیا ہوا
رشتہ راستے بکھر گئے

عائشہ ایک بہت ہی حسین اچھی سوچ رکھنے والی لڑکی ہے جب کالج سے نکلتی تو اکثر لڑکے اس کے پیچھے جایا کرتے۔ عائشہ دل کی بہت صاف لڑکی ہے جبکہ ایک دن اس کا کلاس فیلو علی اپنے کچھ دوستوں کے ذریعے اس کا خط بھیجتا ہے۔

دس جون۔ کو مجھے علی اچھا لگتا ہے میں نے علی سے دوستی کر لی پھر اس طرح ہم دونوں کی دوستی کافی بڑھ گئی۔ کالج مینا بازار کے پروگرام کی تیاری چل رہی تھی جس میں علی اور میں نے ایک رومنٹک گانے پر ڈانس کے لیے حصہ لیا کافی دن تک علی اور ہمارے باقی دوست پروگرام کی تیاری میں مصروف رہے اب پروگرام کا آغاز ہوا۔

جب میری علی کے پروگرام کی باری آئی تو ہم دونوں سٹیج پر گئے جیسے ہی علی نے مجھے اپنے قریب کھینچ کر میری کمر پہ ہاتھ رکھا تو میں کافی نروس ہو گئی علی نے آہستہ سے میرے کان میں کہا یار تم نروس کیوں ہو۔ ہی ہو اچھے سے پرفارم کرو۔

میں نے خود کو ریلیکس کیا اب ہم دونوں نے بہت اچھے سے ڈانس کیا جیسے ہی ہم دونوں سٹیج سے نیچے اترے تو ہمارے دوستوں نے کہا یار جوڑی تو بڑی کمال کی لگ رہی تھی میں نے ساری باتوں کو اپنے دل پر لے لیا اب علی کے بارے میں میں نے خواب دیکھنے لگی۔

مجھے علی سے محبت ہو گئی تھی تو اب میں نے علی سے اپنے پیار کا اظہار کر دیا تھا علی سے کہا کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔

گیارہ جنوری۔ میرے دل میں عائشہ

کے لیے کوئی خاص جگہ نہ تھی میں عائشہ کو دوسری لڑکیوں کی طرح ہی سمجھتا تھا۔ میں تو صرف لڑکیوں سے وقت گزاری کے لیے دوستی کرتا ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ عائشہ ایک بہت امیر گھرانے سے تعلق رکھتی ہے میں نے سوچا میں اس سے شادی کر لیتا ہوں میں نے عائشہ کو ہاں بول دی ان کے گھر رشتے لینے چلے گئے جب ہم عائشہ کے گھر رشتہ لینے گئے تو عائشہ کے ابو نے میرے کام کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا۔

میں ابھی پڑھائی کر رہا ہوں میں کام نہیں کرتا عائشہ کے ابو نے میرے ابو کے کام کے بارے میں پوچھا۔

میں نے کہا۔ میرے ابو محنت مزدوری کرتے ہیں۔

عائشہ کے ابو نے یہ سب سن کر مجھے انکار کر دیا میں عائشہ سے ناراض ہو گیا۔

پچیس جنوری۔

میں نے علی کو بتایا اسے کہا کہ میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں علی نے کہا۔

کیا تم اپنے گھر والوں کے خلاف جا کر شادی کر سکتی ہو

میں نے جواب دیا صرف تمہارے لیے کر سکتی ہوں وہ سب جو کچھ نہ کیا ہو۔

علی نے کہا ٹھیک ہے کل تم اپنے گھر سے کچھ پیسے لے کر آجانا تا کہ ہم کچھ رہنے کا انتظام کر سکیں پھر شادی کر لیں گے اس دنیا سے بہت دور ایک نئی دنیا میں جائیں گے جہاں صرف ہم ہی ہوں گے۔

گیارہ فروری۔

اپنے دوستوں کے ساتھ ایک ہوٹل میں چلا گیا عائشہ کو فون کیا تم آجاؤ وہ اپنی دوست کو لے کر آئی میں نے عائشہ سے پوچھا۔

پیسے کہاں ہیں

اس نے جواب دیا کہ مجھ سے اتنے پیسے نہیں بن سکے لیکن میں اپنے گھر کا سارا زیور لے کر آئی ہوں۔

پانچ مئی۔

اپنے گھر سے نکلتے ہوئے اپنے بیگ میں اپنے ماں بہن اور بھائیوں کی تصویریں رکھتے ہوئے وہ رونے لگی لگی اپنے باپ کی تصویر دیکھتے ہوئے کہا کہ ابو جی مجھے معاف کر دیجیے گا۔ پر ایک دن آپ کو میری محبت کا احساس ضرور ہوگا۔ علی نے مجھے کہا۔

زیور دو میں پیسے لے کر آتا ہوں۔

اتنے میں میری دوست بھی مجھ سے مل کر چلی گئی مجھے کہا اپنا خیال رکھنا میں اور علی کا دوست ہوٹل میں رہ گئے کافی دیر ہو گئی تھی میں نے زین سے کہا۔

علی کا پتہ کرو وہ ابھی تک کیوں نہیں آیا

زین پتہ کرنے گیا آپ پاس جتنی بھی گولڈن جیولری شاپ تھیں ان سب پر علی نہیں ہے اس نے آ کر مجھے بتایا تو میں پریشان ہو گئی کچھ پل کے لیے بے چین ہو گئی لیکن زین نے کہا۔

اب تم نے گھر واپس جانا ہے یا علی کا انتظار کرنا ہے۔

میں نے جواب دیا۔ اب میں کس منہ سے گھر واپس جاؤں گی اب تو سب میرے بارے میں جان چکے ہوں گے۔

زین نے مجھے ہمت دی پر اب میں پوری طرح ٹوٹ چکی تھی اگلا دن بھی گزر گیا لیکن علی واپس نہ آیا زین سے اب میری بے بس حالت دیکھی نہ جا رہی تھی اس نے مجھے کہا۔

تم چاہو تو مجھ سے شادی کر سکتی ہو کیونکہ اب تمہارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

میں نے زین سے شادی کر لی ہم دونوں کافی عرصہ اسی ہوٹل میں رہے اب میرے لیے اپنے ماضی کو بھول کر آگے بڑھنا اتنا آسان تو نہ تھا لیکن جب میں نے یہ سوچا کہ کوئی انسان میرے لیے اتنی بڑی قربانی دے رہا ہے مجھے بھی اس کی قدر کرنی چاہیے پھر دو برس ہو گئے میری ایک بچی ہوئی جس کا نام ندا رکھا ہم جس آ ی کے ہوٹل میں رہ رہے تھے اس نے کمرہ خالی کرنے کو کہا اب دونوں اس بات سے پریشان ہو گئے تھے۔

زین نے اپنے والدین کو لاہور میں فون کیا ان سے کچھ رقم منگوائی زین نے اپنے کچھ دوستوں سے بات کی ان سے کہا کوئی چھوٹا سا گھر مجھے خرید دیں کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے گھر شفٹ ہو گئے قدرت نے مجھے واپس اسی موڑ پر لا کھڑا کیا تھا جس سے مجھے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ جس گلی میں زین نے اپنا گھر خریدا تھا وہ اسی گلی میں ہی تھا جہاں میرے والدین کا گھر تھا اب میرے دل میں اپنے گھر والوں سے ملنے کی چاہت تو بہت تھی مگر ملنا میرے لیے بہت ہی مشکل تھا سوچا میرے گھر والے مجھ سے ناراض ہوں گے لیکن وہ مجھے ضرور معاف کر دیں گے کیونکہ وہ بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتے تھے جتنی میں ان سے کرتی ہوں میں بے بس سے ساتھ اپنے گھر کے دروازے کی طرف چل دی جب میں دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تو میرے پاؤں تلے سے زمین کانپنے لگی جب دروازہ کھلا تو سامنے میری بہن آئی دونوں بہنوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی ماں نے مجھے اندر آنے کو کہا لیکن سامنے میرے بھائی تھے انہوں نے کہا۔

اپنے قدم واپس موڑ لو اس سے پہلے کہ میرے ہاتھ اٹھ جائیں۔

میں روتی ہوئی واپس آ گئی۔

میرے درد کی گہرائی ہے وہ
جس کی سمجھ نہیں رکھتا کوئی
وہ پیاس ہے جس کی طلب نہیں رکھتا کوئی
وہ احساس ہے جس کی پہچان نہیں رکھتا کوئی
نہ جانے کیوں پھر بھی محبت ہر اس شخص سے ہے
جسے سمجھ نہیں میرے دل کی آہٹ سے

میں کافی دیر روتی رہی جب زین کام سے فارغ ہو کر گھر آ گیا تو میں نے آنسوؤں کو اپنے دل میں بند کر لیا سوچا جو انسان لاہور سے اسلام آباد پڑھائی کرنے کے لیے آیا تھا آج اس نے میری خاطر اپنا گھر بار چھوڑ دیا ہے اور میری عزت کو بچایا ہے اب میں اس انسان کو کبھی بھی کوئی تکلیف نہیں دے سکتی میں یہ سب اپنے ذہن میں سوچ ہی رہی تھی اتنے میں زین نے مجھے آواز دی میرے لیے چائے بنا کر لاؤ زین نے چائے پی لی میں نے کہا۔

زین میں نے گھر کا کچھ سامان لے کر آنا ہے آپ میرے ساتھ بازار چلیں ہم دونوں بازار روانہ ہونے تھے میں میری بہن ماریہ اور امی بازار روانہ ہوگئیں وہ دونوں مارکیٹ میں ماما کی شادی کے لیے کپڑے خرید رہی تھی اتنے میں ہم دونوں بھی اسی مارکیٹ میں اپنی بیٹی ندا کے کپڑے لینے داخل ہوگئے ہم دونوں نے ان کو دیکھ لیا میں نے کہا ہم گھر واپس جاتے ہیں کل آکر خرید لیں گے زین نے کہا ٹھیک ہے جب ہم واپس گھر گئے تو پتا چلا کہ میری چھوٹی بہن ماریہ کی بابا کی شادی کی خبر سن کر میرے دل میں گھر جانے کی حسرت پیدا ہوئی لیکن چاہ کر بھی نہ جا سکی زین نے میرا مایوس چہرہ دیکھا۔ زین نے مجھ سے کہا آج میرے دوست کی سالگرہ ہے ہم دونوں وہاں چلے جاتے ہیں اس سے تمہارا موڈ بھی ٹھیک ہو جائے گا زین کے دوست کے ہاں علی کے چند دوست آئے تھے انہوں نے زین کو طعنے مارنا شروع کر دیا کہ زین اس لڑکی کا تو علی کے ساتھ چکر تھا۔ زین نے مجھ سے وہاں پر کچھ نہ کہا لیکن گھر آکر اس کا منہ بن گیا وہ علی کے دوستوں کی باتوں میں آکر مجھے طعنے مارنے لگا ہم دونوں کا آپس میں کافی جھگڑا ہوا پھر اچانک زین کی ماں اپنے بیٹے سے ملنے آگئی زین کی ماں یہ تو جانتی تھی کہ زین شادی کر لی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے ایسی لڑکی سے شادی کی ہے جو پہلے کسی اور سے شادی کرنے والی تھی جب سے یہاں آکر شادی کی بات کا پتہ چلا تو اس نے اپنے بیٹے کے کان بھرنا شروع کر دیے

اس طرح ہم دونوں کا آپس میں ہر روز ہی ایک چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑا ہونا شروع ہو گیا اسی وجہ سے ہمارا ایک دن شادی کا رشتہ ختم ہو گیا زین اپنی ماں کے ساتھ واپس لاہور چلا گیا تھا زین اپنے ساتھ اپنی بیٹی ندا کو بھی لے کر گیا زین کی ماں نے کہا اس کو رہنے دو یہ بھی اپنی ماں کی طرح ہی ہو گی اب میں بے بس ہوں میرا اب اپنی قسمت سے بھی اعتبار اٹھ گیا تھا۔

کس سے کروں شکوہ
کس کو کہوں اپنا رشتہ
ہر کوئی دیتا ہے
مجھے پیار کی سزا

اپنی بیٹی ندا کی طرف دیکھتی ہوں تو میرے اندر ہمت آئی میں نے کہا کہ میں اپنی بیٹی ندا کی زندگی برباد نہیں ہونے دوں گی پھر اپنی بیٹی کی خاطر ماڈرن پبلک سکول میں نوکری کرنا شروع کر دی۔۔

دو جنوری۔

اب میری بیٹی تین برس کی ہو گئی ہے میں نے اپنی بیٹی ندا کو بھی اس سکول میں داخل کروا دیا اپنے ماضی کی ساری باتوں کو یوں بھلا کر میں خوش رہنا شروع کر دیا۔

دن رات کام شروع کر لیا میری قابلیت دیکھ کر سکول کی میڈیم نے مجھے پرنسپل بنا دیا۔

چار مئی۔

ماڈرن پبلک سکول کی میڈم نے ایک پروگرام کروایا انہوں نے مجھے وہاں سنگنگ کی دعوت دی وہاں میں نے سکول کی پرنسپل عائشہ کو دیکھا مجھے اپنی زندگی میں پہلی بار کسی سے

پہلی نظر میں محبت ہو گئی میں نے سکول میں جو بھی گانا گایا تھا ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر گایا۔

مجھے کبھی بھی اس بات پر یقین نہیں ہوا تھا کہ میں انسان کو کسی سے پہلی نظر میں ہی اتنی محبت ہو سکتی ہے جیسے ہی پروگرام ختم ہوا عائشہ جی سے اپنے دل کی بات کہہ بتایا کہ مجھے زندگی میں پہلی بات کسی سے پیار ہوا ہے وہ بھی پہلی ہی نظر میں عائشہ نے جواب دیا طلاق شدہ ہوں میری ایک بیٹی ہے میں نے جواب میں پوچھا کہ طلاق کیسے ہوئی تو عائشہ جی نے بتایا کہ سیری میں آپ کے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی پھر سکول کی میڈم سے عائشہ کے بارے میں پوچھا تو میڈم نے عائشہ کے ماضی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا میں نے جواب میں کہا اب تو میں اس لڑکی سے شادی کروں گا میڈم سے پوچھا کہ عائشہ کے والدین کا گھر کہاں ہے۔

میڈم نے بتایا گھر ہمارے گھر کے قریب ہے میڈم نے اپنا فون نمبر مجھے دیا کہا جب آفتاب جی آپ نے ان سے ملنا ہو تو مجھ رابطہ کرنا میں نے کہا ٹھیک ہے اب میں چلتا ہوں ۔

دس مئی۔

آج کافی دنوں بعد مجھے اپنی ڈائری لکھنے کا موقع ملا ہے میں آج کل زیادہ ہی مصروف رہنے لگی ہوں ہمارے سکول میں کچھ دن پہلے ہی سنگر آئے تھے ان سے ایک سنگر آفتاب نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا لیکن اب کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہتی انہوں نے مجھے کہا میں یہ تو نہیں جانتا کہ آپ مجھ سے شادی کریں گی یا نہیں بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ میں آپ کو انصاف ضرور دلاؤں گا پتہ نہیں وہ کس انصاف کی بات کر رہا تھا عجیب آدمی تھا۔

پچیس مئی۔

عائشہ کے والدین کے دروازے پر بیل دی سامنے عائشہ کا بھائی کھڑا تھا اسے کہا میں اندر آ سکتا ہوں احمد نے کہا

جی آپ کون

میں اپنا تعارف کرایا تو اس نے مجھے اندر آنے کو کہا احمد نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا کچھ دن پہلے میں ماڈرن پبلک سکول میں گیا تھا وہاں میں نے آپ کی بہن عائشہ کو دیکھا تھا اس کے متعلق آپ کے ابو سے بات کرنا چاہتا ہوں احمد نے اپنے ابو کو بلایا کہا کہ سنگر آفتاب آئے ہیں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں جب عائشہ کا ابو اندر آیا تو میں نے ادب سے کہا۔

میں آپ سے آپ کی بیٹی عائشہ کے متعلق کچھ بات کرنا چاہتا ہوں

انہوں نے کہا کہ وہ اب میری بیٹی نہیں ہے میں اس کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا

میں نے ان کو بتایا کہ میں آپ کی بیٹی کے ماضی کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں اس سے پیار کرتا ہوں یہ جاننے کے بعد مجھے اس کا احساس ہوا کہ زندگی میں انسان کو ایک موقع تو اسے ضرور ملنا چاہیے۔ زندگی میں غلطی ہر انسان سے ہوتی ہے مگر جب اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو اس کو معاف کر دینا چاہیے تو اس کو معاف کرنا ہمارا فرض ہوتا ہے آپ کی بیٹی نے جو بھی غلطی کی ہے وہ کسی کی محبت کے لیے کی تھی اگر آپ نے اپنی بیٹی کو

معاف نہ کیا تو رب کیسے معاف کرے گا جب ایک بار آپ کے بیٹے نے بھی غلطی کی تھی تو آپ نے اسے بھی ایک ونج دیا تھا پھر اپنی بیٹی کے لیے کیوں اتنی نفرت ہمارا معاشرہ آج اسی وجہ سے کمزور ہے کیوں کہ اس میں بیٹی اور بیٹے کی محبت میں فرق کیا جاتا ہے گھر کی عزت تو عزت ہوتی ہے چاہے بیٹا برباد کرے یا بیٹی کیا فرق پڑتا ہے یہ سن کر عائشہ کے ابو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ میری بیٹی کہاں رہتی ہے عائشہ کے ابو کو عائشہ کے گھر کا پتہ بتایا۔

چھبیس دسمبر۔

کچھ کام میں مصروف تھی اتنے میں کسی نے دروازے کی بیل بجائی میں نے ندا سے کہا کہ دروازہ کھولو ندا نے دروازہ کھولا سامنے میرے والد صاحب تھے میں نے سب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ میں اب کیا کروں میں پاگلوں کی طرح وہاں کھڑی ہی خوش ہوتی رہی اسی دوران میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہہ رہے تھے میرے والد نے خود ہی اندر آ کر مجھے گلے لگا لیا اور رونے لگے انہوں نے مجھے کہا۔

بیٹی مجھے معاف کر دو میں کیسا باپ ہوں جو اپنی بیٹی کی ایک غلطی کو معاف نہیں کر سکا۔

میں نے کہا نہیں ابو جی آپ ایسا نہ کریں آپ کیوں یہ سوچ رہے ہیں مجھ سے غلطی ہوئی ہے جو معافی کے قابل نہیں تھی

ابو کہنے لگے: میرے ساتھ گھر چلو اب تم یہاں نہیں رہو گی۔

گھر جا کر اپنے بھائیوں بہنوں اور امی کو مل کر بہت خوش ہوئی ایسا لگا جیسے میری کھوئی ہوئی دنیا مجھے واپس مل گئی ہو جب اگلے دن میں سکول گئی تو آفتاب مجھ سے ملنے آیا تو میں نے اسے شکریہ بولا کہا

آج آپ کی وجہ سے مجھے میری کھوئی ہوئی دنیا واپس مل گئی ہے یہ کہہ کر چلی گئی جب میں گھر پہنچی تو آفتاب کے گھر والے میرے رشتے کے لیے آئے یہ سب دیکھ کر میں کمرے میں چلی گئی جب آفتاب کے گھر والے واپس چلے گئے تو میرے ابو نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے جواب دیا ابو اب میں شادی نہیں کرنا چاہتی میرے ابو نے کہا۔

میں جانتا ہوں جو کچھ تمہاری قسمت نے تمہیں دکھ دیئے ہیں اس کے بعد یہ سب تمہارے لیے بہت ہی مشکل ہے لیکن بیٹی میں پہلے بھی تمہاری بھلائی چاہتا تھا اب بھی وہی چاہتا ہوں اگر تم چاہتی ہو کہ میں خوش رہوں تو اس لڑکے سے شادی کر لو کیونکہ میرا دل کہتا ہے کہ یہ اس لڑکے سے شادی کر کے تم بہت خوش رہو گی تم سے سچی محبت کرتا ہے کچھ سال پہلے جب تمہارا رشتہ آیا تھا مجھے اس کی آنکھوں میں سچائی نظر آئی تھی لیکن یہ لڑکا خدا نے تمہاری خوشی کے لیے بھیجا ہے ہاں بول دو بیٹی۔

ٹھیک ہے ابو جو آپ کو ٹھیک لگے وہ کریں

اب میری شادی آفتاب سے ہو گئی اس نے مجھے زندگی کی ہر وہ خوشی دے دی جس کی مجھے ضرورت بھی نہ تھی کچھ سال پہلے محبت کے نام سے نفرت ہو گئی تھی لیکن جب مجھے آفتاب کی بے تحاشا محبت ملی تو مجھے محبت کے نام پر فخر ہونے لگا مگر میں چاہ کر بھی زندگی میں علیٰ کے

متاع جاں تھا وہ

۔۔تحریر۔محمد عرفان ملک۔راولپنڈی۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج پھر ایک کہانی متاع جان تھا وہ لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ اس کو دوسری کہانیوں کی طرح کسی ... جگہ دیں گے اور یہ کہانی میں لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اس کے بارے میں قارئین ہی بہتر بتا سکتے ہیں سب کو سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

اسے کہو کہ بہت نادان شے ہے جنوں
اسے کہو کہ بہت ... ہے مجھے تمہارا

محبت اور یادیں ہمیشہ ساتھ چلتی ہیں یادیں ہماری زندگی کا بہت انمول تحفہ ہوتی ہیں جس کو ہم اپنے سینے سے لگا کر رکھتے ہیں۔
محبت بڑی انمول تحفہ ہوتی ہے۔جس کو ہم اپنے سینے سے لگا کر رکھتے ہیں محبت بڑی نامراد شے ہوتی ہے جس پر وار کرتے ہیں ہمیشہ پیاسی ہی رہتی ہے۔ہماری زندگی کا چین وقرار چھین کر بھی اور محبت ہم سے اپنا آپ چھین کر بھی کبھی خوش نہیں رہتی ہم کب تک محبت کے نام پر پوری زندگی گزاریں گے۔

یادیں ہماری بچھڑی ہوئی محبت اور بچھڑے ہوئے لوگوں کو یاد کرنے کا سامان ہوتی ہیں جس کے ذریعے ہم پوری زندگی گزارنے کے قابل خود کو محسوس کرتے ہیں۔کسی کی محبت بہت تڑپاتی ہے اور کسی کی محبت رولاتی ہے محبت پوری زندگی ہماری زندگی کو دنیا میں رسوا کرتی ہے محبت بہت

عجیب ہوتی ہے اور محبت کے نام پر جینے والے عجیب سے عجیب تر ہیں۔
محبت اگر سر بازار نچائے تو ہم سر بازار ناچتے ہیں محبت عجیب ہوتی ہے یا محبت کرنے والے۔اپنی زندگی کو رسوائیوں کے نام کر دینا اپنی زندگی کو غموں کے طوق ڈالنا کہاں کی عقلمندی ہے سب چھوڑ کے محبت کے نام کر کے خالی ہاتھوں کو تھاما محبت کے نام کسی کے لیے ساری زندگی نام لگا دینا ہم موت کو زندگی سے روٹھنے کا نام دیتے ہیں لیکن موت ویسے ہی بدنام ہے۔محبت انسان کو جیتے جی مار دیتی ہے اور ہم اگر کوئی مر جائے لیکن ہمیں اپنے اندر کے احساسات وجذبات اور امیدیں۔
دفن کرنے کے لیے کوئی گورکن نہیں ملتا جو ہمارے قبر کے کتبے کو گورکن نہیں ملتا طویل ترین جنگ جو انسان خود سے لڑتا ہے۔محبت کے نام پر جنگ دل اور دماغ کی کوئی ماننے کو تیار نہیں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے پہلے پیار کو اپنا آخری پیار امانت۔

ہیں جنکا قبلہ اور سجدوں کا محور اور دل و دماغ پر ہر قسم کی خنک سے آر دھوتے ہیں جو خوش نصیب ہو کر بھی پوری زندگی بد نصیبی کا طوق گلے میں ڈال کر پھرتے ہیں محبت ہمیں خوش نصیب اور بدنصیب بناتی ہے محبوب کی قربت اگر خوش نصیبی ہے تو یہی محبوب اگر پوری زندگی ہمیشہ کے لیے اسے مفارقت دے جائیں تو زندگی ببول کا جنگل بن جاتی ہے جہاں صرف کانٹے ہوتے ہیں جہاں خوشبوؤں کا بسیرا ہوتا ہے ہماری عقل کے منافی ہوتے ہیں ہماری زندگی پھر ٹھوکروں کے زد میں آ جاتی ہے اور ہم خزاں کے بکھرے ہوئے پتوں کی طرح گلیوں میں رسوا ہوتے ہیں۔

قارئین کی نذر ایک تلخ حقیقت سے بھرپور کہانی آئیے۔ قارئین اسی کی زبانی سنتے ہیں میری جان فرشتے کہاں ہو۔

میری جان کہاں مصروف ہو یار۔ یار یہ حذیفہ اور کائنات رو رہے ہیں یہ باتیں آج بھی میرے دل پر ہتھوڑے کی سی ضرب لگاتی ہیں میرا کاشان میرا مزاجی خدا جب میرے ساتھ نہیں تو یہ زندگی بوجھ لگتی ہے میرا بیٹا حذیفہ جب میرے پاس نہیں تو یہ زندگی بے مقصد لگتی ہے میری پہلی محبت نے مجھ سے بہت جلد بچھڑ گئی میری پہلی محبت میرا شوہر کاشان جس کے ساتھ گزرے دن عید کی مانند اور راتیں چاند رات کی سی ہوتی تھی جس کی محبت ملنے پر نہال ہو جاتی تھی جس کے ساتھ مجھے عظیم سائبان کا احساس ہوتا تھا جس نے ساتھ میری زندگی کو مکمل کر دیا تھا جس کی محبت نے مجھے زمین سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا تھا میں اس کو کھو کر تہی داماں ہو چکی ہوں اب میرے پاس کھونے کو کچھ بھی نہیں ہے جو میری۔۔۔ متاع جان

۔۔۔ متاع زندگی۔۔۔ متاع حاصل تھا وہ مجھ سے بہت دور کر جا بسیرا کر بیٹھا ہے۔۔۔

کائنات اپنے والد کو بلاتی ہوتی اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو میرا انتہا کو میرے صبر کو لرزا کر کھڑا دیتے ہیں میں جب صبر کی انتہا کو چھونے لگی ہوں جبھی کائنات مجھے پھر آپ کی باتیں آپ کے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے ہیں مجھے ہر روز رلاتے ہیں ہر روز سسکاتے ہیں میں ہر روز مرتی ہوں اور ہر روز ہی جیتی ہوں کائنات کے لیے اس کے سسکتے وجود کو ماں کی بانہوں کی ٹھنڈک دینے کے لیے اسے خود بھی زندہ رکھنے کے لیے میری زندگی بہت عجیب ڈگر پر چل پڑی ہے جب راتوں کی تنہائی میں کائنات کی روتی آواز بھیگی لہجے کی صورت میں بہت تڑپاتی ہے۔۔۔ اب لوٹ آؤ ناں۔۔۔

سرد ہواؤں کی روش پر
اڑنے والے خزاں رسیدہ
درختوں کے بکھرنا کیسا لگتا ہے

کاشان میں جانتی ہوں جہاں تم اور حذیفہ چلے گئے ہو ناں۔ وہاں سے واپسی بھی ممکن نہیں لیکن یہ دل بھی یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوگا یہ ہر وقت تیرے دید کی تمنا تیرے پیار کی طلب حذیفہ کی معصوم شرارتوں۔ حذیفہ کی توتلی زبان میں کی گئی فرمائشوں کو یاد کرتا ہے۔ دل تجھے محسوس کرنا چاہتا ہے میرے کان کاشان آپ کے پیار بھرے جملے سننے کو ترس گئے ہیں۔

میری ذات مجھ میں ہی کہیں جا رہی ہے۔

آپ کو میرے آنکھوں وہ پہنچاتے ہیں تھے آج وہی آنکھیں ہر روز کئی دفعہ ماتم کرتی ہیں اپنی بے بسی پر شکوہ کناں ہوتی ہیں تم میری آنکھوں میں

آئے آنسو کبھی اپنی انگلی کی پور سے چن لیتے تھے اور انہیں سنبھال کر رکھنے کو کہتے تھے اب کیوں میرے آنسو تمہیں درد نہیں دیتے اب کیوں تم ان کو اپنی انگلی کی پور سے نہیں سمیٹتے تم مجھ سے اب کیوں ناراض سے رہتے ہو میری زندگی سے جانے کے بعد بھی تم میرے دل کی ملکیت پر ابھی تو براجمان ہو میری پہلی اور آخری محبت تم ہو میں اکثر تم سے یہ کہتی تھی کاشان اب یہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ تم کیوں میری ذات کو مجھ سے چھین لے گئے میرے پاس اب کچھ بھی تو نہیں باقی رہا۔

چپکے سے لے کر تمام تیرا گزار دیں گے زندگی

زمانے کو بتا نہیں گے پیار ایسے بھی ہوتا ہے

کاشان تمہاری ذات میرے لیے نعمت اعظیم تھی تمہارا پیار میرے لیے قارون کا خزانہ تھا تمہارا ساتھ میرے لیے کوہ نور کا ہیرا تھا کاشان اب تمہارے بغیر میری ذات ایک گناہ اور بوجھ ہے تمہارے پیار کے بغیر یہ زندگی ایک اجڑی ہوئی قبر ہے۔۔۔تمہارے ساتھ کے بغیر یہ سوائے دکھوں کی آماجگاہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

پت جھڑ کی دہلیز پر بکھرے

بے چہرے پتوں کی صورت

ہم کو ساتھ لیے پھرتی ہے

تیرے دھیان کی تیز ہوا

کاشان تیرے دید کے ترستی یہ آنکھیں ہر روز ہی کئی مرتبہ تھکن سے ہوئی ہے گھر کے دروازے پر ٹھہر جاتی ہیں اور تمہارے قدموں کی آہٹ سے پہچان لینے والی آج تمہارے قدموں کی چاپ سننے کے لیے ترس گئی ہیں تمہارے کام کرنے کو ترس گئے ہیں یہ ہاتھ کاشان میں ہر روز ہی تمہارے کپڑے جو تم بھی استعمال کیا کرتے تھے انکو سینے سے لگائے تمہاری خوشبو کو محسوس کرتی ہوں تمہارے جسم کی تپش کو خود میں قطرہ قطرہ اتارتی ہوں کاشاں میں نہیں جانتی کہ میں نیم پاگل جان کب تک خدا پاک کی دی ہوئی نعمت کو سنبھال پاؤں گی لوگ آوازیں کستے ہیں لوگ میری ذات کو رہنہ کرتے ہیں تم کیوں ان لوگوں کو نہیں توکتے ان کی زبان کو نہیں روکتے جواب دو کیوں وہ آج بیگانوں سے بھی زیادہ برا سلوک کرتے ہیں مجھے مارتے ہیں۔

کاشان میں تمہارے بغیر تم بن ادھوری ہوں لوگوں کو اس بات پر بھی اعتراض ہے کہ میں نے پاگل پن کا چوغہ پہن کر آپ کی ذات کو خود میں مقید کر لیا ہے اور میں آپ کی ذات کو کبھی بھی خود سے علیحدہ نہیں کر پاتی کاشان یہ لوگ کب جانتے ہیں کہ میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں میرا نقصان تو دیکھو محبت گمشدہ میری جان متاع جان تھے آپ میری زندگی کا حاصل خدا پاک کی نعمت تھے میرے لیے آپ وہ نعمت تھے جس کو میں ہمیشہ اپنے پاس دیکھنا چاہتی تھی محسوس کرنا چاہتی تھی کیا میری یہ محبت یہ جنون یہ وارفتگی لوگوں کو کیوں سمجھ نہیں آتی میں اپنی ذات پر گزرتا ہر لمحہ آپ پر وار دینا چاہتی تھی اپنی سانسیں بھی تم پر وار دینا چاہتی تھی میں اپنی کج ادائی زیست تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی تھی میری خواہشات اتنی بڑی تو نہیں تھی میں آپ کے سنگ رفاقت کے لمحے جنت کی سیر کی طرح گزرنا چاہتی تھی میری خواہشات اتنا درد دیتی تھی جو آپ مجھے یوں چھوڑ کر چلے گئے جواب کیوں نہیں دیتے کاشان۔۔۔

پردیسی بچھڑ جاتے ہیں

رفاقت کب بدلتی ہے

محبت زندہ رہتی ہے
محبت کب بدلتی ہے
تم ہی کو چاہا ہے
تم ہی سے پیار کرتے ہیں
یہی برسوں سے عادت تھی
اور عادت کب بدلتی ہے

کاشان آپ جانتے ہو آج آپ کو بچھڑے ہوئے چار سال ہو گئے ہیں میں نے 1465 دن آپ کی یاد میں روتے ہوئے گزارے ہیں سسکتے ہوئے گزارے ہیں میں آپ کی یاد میں ہر لمحہ تڑپتی سسکتی رہتی ہوں میں ہر روز ہی اپنا حساب کرنے بیٹھ جاتی ہوں اپنی محبت کی گہرائی کو آپ کے لیے خود کو ٹٹولتی ہوں رہتی ہوں میں خود کو آپ کے نام لگا کر اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں لیکن کاشان تم تو بہت جلد بدل گئے ہو تم مجھے اتنی جلدی چھوڑ جاؤ گے کیوں اتنی جلدی چھوڑ گئے ہو۔ کیوں کاشان۔

تم اتنی جلدی کیوں بدل گئے ہو کاشان تم مجھے اپنی زندگی سے کیوں تنہا کر گئے ہو تم کیوں لوگوں کے طعنے اور اپنوں کی ..ر کے لیے مجھے اس بے حس دنیا میں کیوں چھوڑ گئے ہو میں کب تک یوں برداشت کروں کی تو بولتے کیوں نہیں ہو کاشان تم کو کب سے میری آنکھوں میں آنسو اچھے لگنے لگے ہیں انگلی کی پوروں سے چنتے ہوئے آنسو اب خود بخود ہی رک جاتے ہیں لیکن تم کبھی ہاتھ بڑھا کر انہیں صاف کیوں نہیں کرتے تم کیوں اپنی محبت اپنی کائنات سے بے خبر ہو گئے ہو مجھے اپنی محبت سے کیوں علیحدہ کر دیتے ہو لوٹ آؤنا۔

آنکھوں میں عکس لے کے اسے ڈھونڈ رہے تھے
پلکوں کی پرچھائیوں میں کہیں کھو گیا تھا وہ

میں کتنا تڑپوں کی تمہاری دید کے لیے میں جانتی ہوں تم جہاں چلے گئے ہو۔ اب وہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے لیکن یہ دل بھی اس بات کو ماننے کو تیار نہیں کہ تم اب لوٹ کر نہیں آؤ گے تم مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے ہو میں خود کو کس طرح مضبوط بنا لوں کہ میں اس بات کو مان لوں کہ تم اب دوسرے جہاں کے باسی ہو۔ جہاں ہر کسی کو جانا ہے مگر وہاں سے واپسی اب ناممکن ہے مجھے حذیفہ کے کھلونے اس کی معصوم شرارتیں بہت رلاتی ہیں میں کب تک یوں تڑپوں گی کاشان میں نہیں جانتی کہ میں تم کو کیا کہوں اور تم سے کیا مانگوں میری باتیں میری آ ہیں میری التجا ہیں تم اب سن ہی نہیں پاتے میں سب کچھ بھول کر بھی نہیں بھول پاتی میں تمہیں کھو کر بھی اپنے اندر ہی محسوس کرتی ہوں میں زندگی کے طویل ترین گزر رہی ہوں ایسے لگتا ہے کہ وقت تھم سا گیا ہے جب سے تم مجھ سے بچھڑے ہمیں اسی جگہ پہ ہی بیٹھی رہ گئی ہوں جہاں تم مجھے چھوڑ کر گئے ہو۔

کاشان میرے الفاظ مجھے کھوکھلے لگتے ہیں جب میں تم کو لوٹ آنے کا کہتی ہوں۔

پرانے پن کی وسیع و عریض دنیا میں
یہ ایک خوشی بہت ہی کہ درد اپنا ہے

تمہارے آنے کے بعد میری زندگی اس قبر کی طرح بن گئی ہے جہاں نہ روشنی ہوتی ہے اور نہ ہی اپنے وہاں بس تنہائی درد اور خوف ہوتا ہے تمہارے جانے کے بعد میری زندگی تو ... قبر میں رہتے ہوئے بھی اندھیر قبر میں تبدیل ہو گئی ہے جہاں ہر گزرتا ہوا دن ہر روز ہی نئی اذیت لے

کر طلوع ہوتا ہے جہاں کبھی الفاظ کی مار ماری جاتی ہے تو کہیں۔۔۔

میں خود پر ظلم برداشت کر لیتی ہوں لیکن کائنات پر کیے گئے ظلم میری آنکھوں کے گوشوں کو نم کر دیتے ہیں میری آنکھوں کو ہر روز ہی برسنے پر مجبور کر دیتے ہیں کاشان وقت کی بھاگ دوڑ میں خود کو کسی اور کے سہارے یا در بوجھ پر محسوس کرنا بہت اذیت ناک ہوتا ہے تم جانتے ہو کاشان جب سے آپ کے اپنے گریں تو نا چاہتے ہوئے بھی انسان آنسو بہانے پر مجبور ہو جاتا ہے میرے بھائی میری بھابھیاں میں ہر رشتے کو اپنا جانتی تھی لیکن جب سے تم مجھ سے بچھڑے ہو میری ذات خود میں مقید ہوئی ہے۔

کون کہتا ہے کہ نفرتوں میں درد ہے محسن
کچھ محبتیں بھی بڑی اذیت ناک ہوتی ہیں

کاشان زندگی تنہا گزر رہی ہے تو یہ بوجھ لگتی ہے میں کب تک خود کو یوں رولوں کی بچھڑے سے پہلے کاشان تم مجھے خود کے بغیر رہنے کا کوئی طریقہ تو بتا دیں میں کب تک کائنات کو اپنی زندگی اپنی ممتا سے دور رکھوں گی میں بہت گنہگار ہوں کاشان جو اپنے وجود کے ایک حصے کو خود سے چار سال تک دور رکھ رہی ہوں جب سے تم مجھے تنہا کر کے گئے ہو تب سے میں آپ کی سوچ کو خود سے علیحدہ نہیں کر پائی کاشان میں نیم پاگل ہوں لوگ کہتے ہیں کہ میں اس دنیا میں نہیں رہنے کے قابل نہیں اگر قابل نہیں ہوں تو وہ بھی پاگل خانے کے مجھ سے میرے اپنے اتنی نفرت کرتے ہیں تم کیوں نہیں دیکھتے سب کچھ کاشان۔

جانتے ہیں نہیں ملو گے تم
دل کی خاطر ہی خواب دکھلا دو

کاشان میں تمہیں ایک بات بتا دوں میں پاگل نہیں ہوں میں آپ کے لیے پاگل بن گئی ہوں کاشان میں ٹھیک ہوئی تو وہ میری شادی کر دیں گے جو میں کبھی نہیں کرنا چاہتی میں آپ کی یادوں میں کسی کی حصہ داری نہیں چاہتی۔ میں تمہیں کن لفظوں میں بتاؤں کہ میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں پلیز اب لوٹ آؤ نا۔ میں تھک جاتی ہوں روتی رہتی ہوں بلکتی رہتی ہوں سسکتی رہتی ہوں کاشان آپ کو اپنی بیٹی کا واسطہ ہے اب لوٹ آؤ نا۔۔ میری زندگی کو اب مکمل کر دو یا تمہیں راتوں کے پہر سوچنے کی عادت میری بدل جاؤ مجھے اپنی یاد سے غافل کر جاؤں۔

تجھے سوچتے رہنا کہنے میں
راتوں میں چاند کو تکتے ہوئے
میری عادت دی بن گئی ہے
تیرے وعدے تیری قسمیں
تیری وہ باتیں ساری
انہی ہر پل یاد کرنا
میری عادت بن گئی ہے
تیرے سنگ گزری وہ سب شامیں
دو گرم دوپہریں
ساحل کی ریت پہ گھر بنانا
نام لکھنا انہیں یاد کرنا
میری عادت سے بن گئی ہے
جاناں۔
گر فرصت ملے تو اتنا کر جاؤ
میری عادت ہی بدل جاؤ۔

لیکن بھلا نہ پائے

۔۔تحریر۔ کنول جی تنہا۔ گگو منڈی۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی لیکن بھلا نہ پائے لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ یہ کہانی آپ کے معیار پر پوری اترے گی یہ ایسے لڑکے کی کہانی ہے جس نے ایک لڑکی سے پیار کیا اور انتہا کا کیا لیکن اس لڑکی نے اس کا دل توڑ دیا اس نے اس سے پیار نہیں کیا تھا اگر اس نے اس کے ساتھ پیار کیا ہوتا تو اس سے بے وفائی نہ کرتی۔ وہ لڑکا آج بھی اس کی یادوں میں جی رہا ہے کیونکہ وہ ہی اس کا پہلا پیار تھی اور ہمیشہ رہے گی کہتے ہیں ناں کہ پہلا پیار کبھی بھی بھلایا نہیں جا سکتا یہی حال اس لڑکے کا ہے کہ اس نے پیار کیا اور اس کو نبھا رہا ہے اب کہاں تک کامیاب ہوا ہوں آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

میرا خیال ہے کہ اگر محبت کی قیمت ادا کرنی پڑے تو انسان ذلیل وخوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ سے طرح طرح کی باتیں سننی پڑتی ہیں پھر وہ انسان تنکوں سے بھی زیادہ ہلکا بن جاتا ہے بلکہ لوگ کٹھ پتلی سے بھی زیادہ پتلا بنا دیا کرتے ہیں۔

قارئین اب آپ کو کہانی کی طرف لے کر چلتا ہوں۔ میرا نام کنول جی تنہا ہے اور میں گگو منڈی کے قریب ایک گاؤں میں رہتا ہوں ہم پانچ بہن بھائی ہیں میں سب سے بڑا ہوں اور مجھ سے چھوٹی چار بہنیں میری پیدائش پر بہت خوشی منائی گئی پورے گاؤں میں مٹھائی تقسیم کی گئی سب گھر والے بہت خوش تھے کہ میں پہلے پیدا ہوا تھا اس طرح گھر والے مجھ سے بہت پیار کرتے تھے کیونکہ میں سب کا لاڈلا تھا اسی طرح جب میں پانچ سال کا ہوا تو مجھے مقامی سکول جو کہ ہمارے ہی گاؤں میں تھا میں داخل کرا دیا تھا شروع شروع میں میں پڑھنے میں کافی دلچسپی لیتا تھا لیکن جب میں نے چہارم کلاس کے پیپر دیئے تو اس کے بعد میری بربادی کے دن شروع ہو گئے جب میں پانچویں میں ہوا تو اس وقت مجھے عشق ومحبت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔

تیسرے روز ایک دن میں سکول سے گھر واپس آیا تو کھانا کھانے کے بعد جواب عرض پڑھ رہا تھا کہ ہمارے ہمسائیوں کی ایک چھوٹی سی بچی آئی مجھے کہنے لگی۔

بھائی کنول یہ لیٹر مجھے آپی شاہ نے دیا ہے

میں نے اس بچی سے لیٹر پکڑ لیا اور اسے پچاس روپے دیئے اور وہ چلی گئی۔ قارئین آپ کو بتاتا چلوں کہ جو شاہ تھی۔ وہ میرے تایا کی بچی تھی اور وہ بھی میرے ہی گاؤں میں رہتی تھی اور وہ بھی

پانچویں میں ہی پڑھتی تھی اور میں بھی۔

ہاں تو قارئین جب یہ لڑکی شاہ کا خط مجھے دے کر چلی گئی تو میں نے وہ خط کھولو جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

جان سے پیارے کنول جی اسلام الفت۔

امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے میری جان جب سے آپ کو دیکھا ہے دن کا سکون اور راتوں کی نیند اڑ گئی ہے کھانا کھاتی ہوں تو بھوک نہیں لگتی پانی پیتی ہوں تو پیاس نہیں لگتی ہر وقت آپ کا چہرہ میری آنکھوں میں چھایا رہتا ہے میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں: گر آپ نے مجھے چھوڑا تو میں زہر کھالوں گی فقط تمہاری پیارن شاہ،

میں نے جب یہ خط پڑھا تو بہت خوش ہوا لیکن ساتھ ساتھ حیران بھی ہوا کیونکہ اس سے پہلے کبھی شاہ نے مجھے خط نہیں لکھا تھا خیر میں نے بھی خط کے ذریعے اپنے پیار کا اظہار کیا اسی طرح ہم نے ایک دوسرے سے وعدے کیے اور قسمیں کھائیں کہ کبھی ایک دوسرے کو نہیں چھوڑیں گے اسی طرح ہمارے پیار کو ایک سال ہو گیا لیکن اس ایک سال میں نے ہم نے کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی نظروں سے گر جائیں اور نہ ہی کسی کو ہمارے پیار کے بارے میں پتہ تھا۔

خیر اسی سال ہی ہماری پانچویں کلاس کے پیپر ہوئے جو کہ میں اور شاہ نے اکٹھے ہی ایک ساتھ ایک ہی گاؤں اور ایک ہی سکول میں دیئے تھے مجھے وہ دن آج تک یاد ہے جب شاہ نے مجھ سے کہا کہ تھا۔

کنول میری دوستیں کہہ رہی ہیں کہ ہمیں سکول کے باہر سے سموسے لا کر دو

میں نے کہا ٹھیک ہے۔

پھر میں سموسے لینے چلا گیا جب سموسے لے کر آیا تو میں کمرے سے باہر ہی کھڑا ہو گیا کیونکہ میری عادت نہ تھی کہ سب لڑکیوں کے سامنے جاؤں حالانکہ کمرے میں جتنی لڑکیاں وہ سب مجھے پیاری تھیں کنول کمرے میں آجاؤ لیکن مجھے لڑکیوں سے شرم آتی تھی خیر شاہ خود کمرے سے باہر آئی اور اس نے مجھے تھینکس بولا اور سموسے لے کر کمرے میں چلی گئی اسی طرح ہی ہم نے پیپر دیئے اور پھر آٹھویں کلاس تک ہم نے ایک ساتھ ہی پڑھا تھا پھر عید الفطر آئی ہم نے سارے روزے رکھے اور میں آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھ گیا جب دس دن بعد ہم لوگ اعتکاف سے اٹھے تو سب نے ہمارے گلوں میں پھولوں کے ہار اور مالا وغیرہ ڈالے اور میرا ایک دوست تھا جس کا نام شہباز ساگر تھا شاہ نے کسی نہ کسی طرح مالا شہباز تک پہنچادی کہ کنول جب اعتکاف سے اٹھے تو اس کے گلے میں ڈال دینا اور ساتھ میں دوسرے گفٹ بھی تھے۔

اسی طرح ہمارے پیار کو تین سال ہو گئے ان تین سالوں میں ہم نے ایک دوسرے سے ملاقاتیں کیں لیکن کوئی بھی غلط کام نہیں کیا تھا اور مجھے بھی غلط کام سے سخت نفرت تھی اور میں ہمیشہ ہی نفرت کرتا تھا اور کرتا رہوں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے ساتھ جسمانی طور پر کوئی برا کام کروں اور وہ میری ہی نظروں سے گر جائے کیونکہ میں نے آج تک اس کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات اپنے مائنڈ میں نہیں لایا تھا خیر میں آپ کو کس طرف لے گیا۔ ایک دن شاہ نے مجھ سے کہا۔

کنول جی مجھے موبائل دے دو۔
میں نے کہا ٹھیک ہے اور میں نے اسے موبائل لے دیا اس طرح ہم موبائل پہ بات کرنے لگے ایک دن اس کے ساتھ۔
قارئین چار سال تک ہم صرف خط وغیرہ سے ہی بات کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کا حال دریافت کیا کرتے تھے۔ اور اب بھی کال پہ تو کبھی ایس ایم ایس سے اس طرح ہی پیار بھرا ایک سال گزر گیا اور ہمارے پیار کو پانچ سال ہو گئے۔

ایک دن ثناء نے مجھے کہا کہ کنول تم بلیک کلر کی پینٹ پہنا کرو تمہیں بہت اچھی لگتی ہے۔
قارئین آپ کو بتاتا چلوں کہ میرا رنگ اس وقت بہت ہی سفید تھا اور میں بڑے بڑے بال رکھے ہوئے تھے جیسے تیرے نام فلم میں سلمان خان کے ہیں میں اس وقت ہیم تو سیم سلمان خان کی طرح لگتا تھا ہمارے پیار کو کسی کی نظر لگ گئی تھی ہواؤں کی۔

ایک دن ہم فون پر بات کر رہے تھے اور اس کی امی آ گئی اور اس نے آتے ہی ثناء کو مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا ہے وہ بے ہوش ہو گئی ثناء نے مجھے سب کچھ بتا دیا کہ میرے ساتھ ایسا ہوا ہے مجھے اسی وقت بہت رونا آیا کیونکہ وہ بہت معصوم تھی بہت ترس آتا تھا مجھے اس پہ ثناء کی امی نے ثناء کو بہت روکا کنول کے ہاں ہمارا آنا جانا نہیں ہے اسے چھوڑ دو لیکن ثناء صرف ایک ہی بات پہ ڈٹی رہی کہ جیوں گی تو کنول کے ساتھ مروں گی تو کنول کے ساتھ یہ سب مجھے ثناء نے بتایا کہ میں نے امی کو کھری کھری سنائی ہیں اور امی نے کہہ دیا ہے کہ عنقریب آپ کی شادی کسی اور کے ساتھ کر دیتے ہیں ثناء نے اپنی امی کو کہا کہ اگر میری شادی کنول کے ساتھ نہ ہوئی تو مر جاؤں گی اس کی امی ثناء کی باتیں سن کر چپ ہو گئیں اور ثناء دن بدن بدلتی جا رہی تھی۔ ایک دن میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ سے پہلی طرح سے بات نہیں کرتی ایک دن میں نے خط لکھا جس کی تحریر یوں تھی۔

جان سے پیاری ثناء اسلام علیکم۔
میری جان آپ کو کیا ہو گیا ہے جو آپ مجھے اتنی بڑی سزا دے رہی ہو پلیز مجھے جواب دینا آپ کے جواب کا منتظر کنول جی۔
پھر دو دن بعد ہی مجھے ثناء کا خط ملا جس کی تحریر یوں تھی۔ اسلام علیکم۔ کنول جی امید کرتی ہوں آپ ٹھیک ہوں گے کنول جس دن سے ہمارا موبائل پکڑا گیا ہے اسی دن سے گھر میں بہت ہنگامہ مچا ہوا ہے اور مجھے ایک پل کے لیے بھی سکون نہیں مل رہا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ میں زندہ رہوں تو پلیز مجھے بھول جاؤ میں نے جو آپ کے ساتھ وعدے قسمیں کھائیں تھیں مجھے معاف کر دینا شاید خدا کو ہمارا پیار یہاں تک ہی منظور تھا ہمارا ساتھ بھی یہیں تک ہی تھا۔
فقط تمہاری بدنصیب دوست ثناء۔
خط پڑھ کر میرے ہوش اڑ گئے کیونکہ میں نے کبھی ایسا سوچا بھی نہ تھا کہ ثناء مجھے ایسے چھوڑے گی میں اس کی یاد میں روتا رہا نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا ہوش مجھے کوئی ہوش نہ رہتا کہ میں کہاں ہوں کیا کر رہا ہوں میں ہر وقت ثناء کی یاد میں یہ گانا سنتا رہتا تھا اور زور زور سے روتا رہتا۔

کیوں کسی کو وفا کے بدلے وفا نہیں ملتی
کیوں کسی کو دعا کے بدلے دعا نہیں ملتی

کیوں کسی کو خوشی کے بدلے خوشی نہیں ملتی

یہ پیار میں کیوں ہوتا ہے
کیوں کسی کو ہنسی کے بدلے ہنسی نہیں ملتی

اب تو میں ہوتا ہوں اور شاہ کی یاد ہوتی ہے اور جواب عرض ہوتا ہے شاہ کے چلے جانے کے بعد میں بالکل اکیلا ہو گیا ہوں اور میں نے پکا عہد کر لیا ہے کہ دوبارہ کسی بھی لڑکی کا اعتبار نہیں کروں گا کیونکہ لڑکیاں ہوتی ہے بے وفا ہیں یہ معصوم لڑکوں کے ساتھ پیار کا ناٹک کرتی ہیں۔
آخر میں میں اپنے دوستوں اور بھائیوں کو بھی کہوں گا کہ لڑکیوں سے جتنا بھی ہو سکے بچ جاؤ آج کل لاکھوں میں کوئی ایک لڑکی ہے جو سچا پیار کرتی ہے
تو قارئین مجھے بے چینی سے انتظار رہے گا کہ یہ میری پہلی کہانی تھی۔ قارئین آپ کی دعاؤں کا منتظر کنول جی تنہا۔
نہیں اس سے گلہ کوئی یہ بھی اک حقیقت ہے

طلب جس کی زیادہ ہو اکثر نہیں ملتا
خدا کی قسم بڑی مشکل سے ملتا ہے وہ دل
جو محبت نبھانے والا ہو
یوں تو میرے سینے میں بہت غم ہیں وصی
لیکن میں نے ہر حال میں مسکرانے کی قسم کھائی ہے۔

- علم وہ دولت ہے جسے نہ ہی کوئی چرا سکتا ہے نہ ہی چھین سکتا ہے۔
- بدترین شخص وہ ہے جس کے ڈر سے لوگ اس کی عزت کریں۔
- ہر نشے والی چیز حرام ہے۔
- جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔
- ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔
- ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم ہے۔

عید کا دن

مجھے اک بار تو آ کر پکارو عید کا دن ہے
میری الجھی ہوئی زلفیں سنوارو عید کا دن ہے
نئے کپڑے پہن کر تم کوئی خوشبو لگا لینا
پھر آنکھوں میں میرا بھی عکس اتارو عید کا دن ہے
میرے محبوب نے آنا کلیاں بچھا لوں راہوں میں
گلشن میں پھول مہکا دو بہارو عید کا دن ہے
رنگین مہندی کھنکتی چوڑیوں سے کرن
تم اپنی کلائیوں کو سنوارو عید کا دن ہے
کشور کرن چھوکی

غزل

کر لیا اختیار ایک راستہ نیا
اور بدل دی ہے تقدیریں ساری
جو بربادیوں کی جانب جاتی تھیں
مٹا دی ہے لکیریں ساری
ہم نے دے کر خوشیاں جو خریدے تھے آنسو
آج بیچ دی ہیں وہ جاگیریں ساری
وہ خواب جو انجام تک نہ پہنچ سکتے تھے
ہم نے پھینک دی ہے وہ تعبیریں ساری
وہ شخص جو جان سے پیارا تھا ہمیں
آج جلا دی ہے وہ تصویریں ساری
چھوڑ دیا ہے سوچنا بیتے لمحوں کے متعلق
اور بدل ڈالی ہے تحریریں ساری
آج پہنچا ہے یہاں طیب اے خدا تیرے باعث
ورنہ کون دیتا ہے اس گھر کو تعمیریں ساری
محمد طیب بٹ گجرات

کچھ خواب ٹوٹے کچھ خواب بکھرے

۔۔تحریر۔انتظار حسین ساقی۔تاندلیاں والا۔

شہزادہ بھائی السلام و علیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج پھر ایک کہانی کچھ خواب ٹوٹے کچھ خواب بکھرے لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ میری دوسری کہانیوں کی طرح اس کو بھی اپنی بزم میں شامل کرکے شکریہ کا موقع دیں گے یہ کہانی پڑھنے والوں کے لیے ایک سبق ہے امید ہے کہ جواب عرض کی کہانیوں کو پڑھنے کے بعد اس میں سبق لیا کریں کیونکہ جواب عرض ہی ایسا رسالہ ہے جو ہمارے دکھوں کو شائع کرتا ہے اور اس میں ایک سبق چھوڑ جاتا ہے امید ہے کہ آپ بھی سبق حاصل کریں گے۔میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اس کے بارے میں آپ نے رائے دینی ہے میں منتظر رہوں گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار شاہ زیب۔گل ناز۔دیم۔۔
کھڑکیاں بند گلیں راستے سنسان ملے
اپنی آنکھوں کی طرح شہر بھی ویران ملے
نشہ کی لعنت ہے نشہ موت ہے نشہ کرنیوالے لوگ صرف موت کا انتظار کرتے ہیں اور موت آہستہ آہستہ ان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے دعا کرتا ہوں کہ کوئی بھی شخص کسی بھی نشہ کا عادی نہ ہو آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا شہروں میں نشہ آور لوگوں کی زندگی کیسی زندگی ہوگی ہے۔
آج کل تو شہروں میں اکثر یہ لوگ آپ کو سڑکوں پہ پارکوں میں ہسپتالوں کے باہر لاری اڈوں کے پاس آپ کو دکھائی دیں گے جو مختلف قسم کے نشہ آور چیزوں سے نشہ کرتے ہیں جو ہم لوگ ان کو اپنے شوق کے لحاظ پر استعمال کرتے ہیں جن میں سگریٹ۔پان۔چھونا۔ون ٹو ون سپاریاں۔شراب جیسے زہر بازار میں بہت آسانی سے مل جاتے ہیں اور پھر ہم بڑے شوق سے ان کو اپنی رگوں میں اتارتے ہیں۔
اکثر ایسا بھی ہوتا ہے دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں پر گندگی کے ڈھیر ہوتے ہیں وہاں پر یہ لوگ بیٹھے ہوتے ہیں ان لوگوں کو مرگ نشہ کے علاوہ دنیا جہاں کی کوئی خبر نہیں ہوتی نہ گرمی نہ سردی نہ دھوپ نہ چھاؤں جب ہم سب کو معلوم ہے کہ نشہ ایک موت ہے تو پھر بھی کوئی شیشہ پی رہا ہے تو کوئی نشہ آور گولیاں تو کوئی انجکشن لگا رہا ہوتا ہے اپنی موت کو اپنے پیسے سے خرید کر بہت خوش ہوتے ہیں کبھی ہم نے سوچا کہ یہ لوگ کون ہیں جس سے ہم نفرت کرتے ہیں جن کے پاس جانا بھی ہم اچھا نہیں سمجھتے یہ لوگ کوئی غیر نہیں ہیں یہ بھی ہماری ذات کا حصہ ہیں۔ہمارے معاشرے

کا حصہ ہوتے ہیں۔

ان میں سے کسی کا بھائی ہے تو کائی کسی کا باپ بھی ہوتا ہے کوئی بیٹا اور کوئی کسی بہن کا بھائی ہوتا ہے۔

قارئین کچھ عرصہ پہلے ہمارے شہر میں یہ اعلان ہوا کہ شہر میں جہاں جہاں بھی نشئی یا بھکاری یا ان سڑکوں یا پارکوں یا گلیوں یا محلوں میں سرعام آوارہ نہ پھرنے دیا جائے ایک تو یہ لوگوں کو تنگ کرتے ہیں اور دوسرا چوری وغیرہ بھی کرتے ہیں ان کو روکنے کے لیے بہت اقدامات کیے بھی ہیں مگر کچھ فرق نہیں پڑا چند دنوں کے بعد پھر وہی لوگ اپنے اپنے اڈوں پر موجود ہوتے ہیں یہ لوگ اکثر ٹولوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔

ہم ایسے لوگوں کو بھی جانتے ہیں جو بہت خوبصورت نوجوان اور صحت میں بڑھ جاتے ہیں تو بہت افسوس ہوتا ہے خوبصورت جسم کے مالک لوگ صدیوں کے بیمار ہوتے ہیں اپنی خستہ اور ڈھال حالت کی وجہ سے لوگوں کی نفرت کا سبب بنتے ہیں پہلے پہلے یہ لوگ نشہ کے عادی نہیں ہوتے پہلے سے نشہ آوری کرتے ہیں اور پھر یہ ان کے خون میں ایسا شامل ہوتا ہے کہ واپسی کا راستہ ہی نہیں ملتا ہے کبھی کوئی چوری تو کبھی کوئی چوری ہمارے معاشرے میں نشہ آوری کرنے والوں سے اپنے رشتہ دار بھی منہ پھیر لیتے ہیں خدا بھی کسی کو ایسی بری چیز کا عادی نہ کرے۔ ہمارے شہر فیصل آباد میں ایک گراؤنڈ ہے وہاں پر یہ نشئی لوگوں کے ڈیرے بہت مشہور ہیں

مجھے جواب عرض لینے کے لیے اس گراؤنڈ سے گزر کر چوک گھنٹہ گھر جانا پڑتا ہے وہاں اسے جواب عرض ملتا ہے میں جواب عرض لے کر واپس آ رہا تھا کہ گراؤنڈ کے ایک کونے میں نشہ کرنے والے بے ہوش پڑے ہوئے تھے کسی کا سر کہیں تو کسی کی ٹانگ کہیں یہ لوگ تو میں اکثر دیکھا کرتا تھا مگر جس منظر نے مجھے روکا وہ منظر بہت عجیب تھا ان نشہ آور لوگوں کے پاس ایک لڑکی بھی بیٹھی ہوئی تھی کچھ لوگ بے ہوش تھے تو کچھ جاگ رہے تھے ان کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جس کی حالت بہت بری تھی بہت ہی میلے کپڑے اور مٹی اور گرد سے اٹے ہوئے بال ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ نجانے کتنے عرصے اپنے بال اور منہ تک صاف نہیں کیا ہو۔

اس لڑکی کی حالت دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا میں اس لڑکی سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے کہاں سے آئی ہے کہاں رہتی ہے کس کی بیٹی ہے اور اس حالت میں کیسے آئی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

تم کون ہو۔

اس کو کچھ ہوش نہیں تھا کہ میں کون ہوں کیا پوچھ رہا ہوں اس نے صرف مجھے اتنا ہی کہا۔

پلیز مجھے ایک انجکشن لگا دو میں اس لڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص آیا اس نے مجھے سلام کیا اور کہا۔

سر آپ کون ہیں اس لڑکی سے کیا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا۔ میرا نام انتظار حسین ساقی ہے۔ میں ایک رائٹر ہوں اور صحافی ہوں میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ کون ہے اور اس حالت میں کیسے آئی۔ اس نے کہا۔

سر اس کی ساری داستان میں آپ کو سناتا ہوں یہ بیچاری آپ کو کیا بتائے گی اس کے ہاتھ

میں ایک شاپر تھا اس میں کچھ کھانا تھا اس نے وہ اس لڑکی کو اپنے ہاتھوں سے کھلایا اور پھر مجھے اس نے ساری داستاں سنائی۔

میرا نام وسیم ہے اور میں روز اس لڑکی کے لیے کھانا لاتا ہوں اور اپنے ہاتھوں سے اس کو کھلاتا ہوں۔

درد دل کا غم تم نہ سمجھ پاؤ گے کبھی
پر درد کا ماتم سر عام نہیں ہوتا
سال بھر ہم نے بہت یاد کیا ہے تم کو
اب نئے سال پہ یادوں کا گھروندا ٹوٹے

میرا نام وسیم ہے اور میں بھی اسی شہر میں رہتا ہوں میں کچھ عرصہ ہی پہلے امریکہ سے واپس آیا ہوں یہ میرا اپنا شہر ہے اس میں میرا بچپن گزرا اس میں میں جوان ہوا میری شرارتیں میری بہت سی یادیں اس میرے شہر کی درو دیوار سے جڑی ہوئی ہیں۔

ایک دن ایسے ہی میرا دل کر رہا تھا کہ شہر کی سیر کی جائے میں اور میری بیگم اور میرا بیٹا عالی حیدر ہم گاڑی میں بیٹھے اور شہر کی سڑکوں پہ گاڑی گامزن کی مجھے ایک عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ایسا لگ رہا تھا جیسے کل کی بات ہے سکول کالج اور یونیورسٹی کے دن بہت یاد آرہے تھے اچانک میری گاڑی کے آگے ٹریفک اشارے کھڑے ہوئے ایک لڑکی کو دیکھا جو ہر گاڑی والے کے پاس جا کر بھیک مانگ رہی تھی اس کو دیکھا تو مجھے ایسا لگا جیسے اس لڑکی کو میں پہلے سے ہی جانتا ہوں جب میں نے گاڑی سے باہر آ کر اس کو دیکھا اس کا نام لیا تو وہ اچانک مجھ سے دور بھاگنے لگی آخر میں نے اس کو پہچان لیا تھا وہ گل ناز تھی۔

وہ تو بہت امیر خاندان کی لڑکی تھی اس کی شادی بھی ایک امیر خاندان میں ہوئی تھی اور پھر گل ناز اور شاہ زیب نے تو شادی بھی اپنی محبت اور اپنی پسند کی کی تھی آخر کیا ہوا گل ناز ایسے بھکارن بن کر بھیک مانگ رہی تھی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ میں یہ سب کچھ جاننا چاہتا تھا میں دوسرے دن بھی وہاں گیا مجھے وہ نہ ملی آخر کار ایک دن مجھے مل گئی اور میں نے اس سے پوچھ لیا۔

یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔

اشکوں کے کچھ راز ہوئے یوں عیاں
ورنہ کون چاہتا ہے اس طرح شکائت کرنا

گل ناز۔ وسیم اور شاہ زیب یونیورسٹی میں اکٹھے پڑھتے تھے تینوں ہی بہت امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے وسیم گل نام کو بہت پسند کرتا تھا دل ہی دل میں گل ناز سے بہت پیار کرتا تھا جنون کی حد تک مگر کبھی اظہار محبت نہ کر سکا تھا گل ناز۔ شاہ زیب کو چاہتی تھی جنوں کی حد تک اور شاہ زیب گل ناز کو بہت چاہتا تھا اس کا پتہ یونیورسٹی میں سب دوستوں کو تھا گل ناز اور شاہ زیب ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں بہت جلدی شادی بھی کرنا چاہتے تھے مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ گل ناز وسیم کے خوابوں کی بھی رانی تھی۔ وسیم بھی اپنی دنیا میں اپنے من مندر میں صرف اور صرف گل ناز کی مورت سجائی ہوئی تھی۔

وسیم چاہتا تھا کہ جتنا جلدی ہو سکے وہ گل ناز سے اپنی جنونی محبت کا اظہار کرے وسیم نے ٹھان لی تھی کہ جو بھی ہو آج وہ گل ناز سے اپنی محبت کا اظہار کر دے گا آج صبح جب وسیم یونیورسٹی کے لیے آنے لگا تو نجانے کتنی دیر تک وہ اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر گل ناز سے اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لیے مشق کرتا تھا میں اسے یہ

بھی کہوں گا میں اسے یہ بات بھی کہوں گا وسیم بہت اچھے انداز سے تیار ہوا اور گنگناتا ہوا یونیورسٹی پہنچا وسیم کو آج کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی وہ بس وسیم کی نظریں گل ناز کو ڈھونڈ رہی تھی وسیم کی سب امیدوں پر پانی پھر گیا تھا جب گل ناز نے وسیم کو دعوت نامہ دیا کہ اس کی شادی شاہ زیب سے ہو رہی ہے وسیم گل ناز کا منہ دیکھتا رہ گیا وسیم کی دنیا ہی اجڑ گئی تھی دل ٹوٹ سا گیا خواب بکھر گئے کیا سوچا تھا کیا ہو گیا ہے وسیم نے دل میں سوچا کہ اس نے اظہار محبت میں دیر کر دی ہے اس دیر نہیں کرنی چاہئے تھی۔

کہاں تک سمیٹتا میں بکھری محبت کو
کچھ خواب ٹوٹے تھے کچھ خواب بکھرے تھے

وسیم ٹوٹے دل ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں سمیٹ کر بوجھل قدموں کے ساتھ واپس آ گیا اور پھر وہ دن بھی آ گیا جس دن گل ناز اور شاہ زیب کی شادی گل ناز کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی شہر کے بہت امیر تاجروں نے شرکت کی کیونکہ وہ بہت امیر خاندان کے چشم و چراغ تھے گل ناز اور شاہ زیب کی شادی میں اپنی آنکھوں سے دیکھی کیوں کہ میں دونوں کا بہت اچھا دوست تھا جیسے یہ وقت وسیم نے گزارا ایسا ہی وقت اسی کو معلوم ہو گا جس کی محبت اس کی آنکھوں کے سامنے کسی اور کی ہو جائے اور وہ حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہی رہ جائے شادی کے بعد شاہ زیب اور گل ناز پاکستان سے باہر یورپ چلے گئے شاہ زیب کے پاپا کا بزنس تھا شاہ زیب نے وہ سنبھال لیا اور گل ناز بھی اس کے ساتھ اس کی جیون ساتھی تھی۔

وسیم اپنی محبت کھو چکا تھا وسیم بھی اپنے گھر والوں کی مرضی سے شادی کر لی اور وہ بھی امریکہ چلا گیا وہاں سے تعلیم حاصل کی اور ڈاکٹر بن کر واپس لوٹا وسیم کی بیگم بہت ہی پیار کرنے والی لڑکی تھی خاندان کی تھی اور اللہ پاک نے وسیم کو چاند سا بیٹا بھی عطا کیا تھا وسیم اپنی زندگی میں بہت خوش تھا زندگی گزار رہا تھا اس کو اپنا ماضی یاد بھی نہیں تھا گل ناز اور شاہ زیب کی زندگی بھی خوشیاں ہی خوشیاں تھی ہر طرف پھول ہی پھول تھے شاہ زیب ہر روز شام کو گل ناز کے ساتھ گھومنے شہر میں کبھی کسی ہوٹل میں کبھی کسی ہوٹل کبھی کسی کلب تو کبھی کسی شاہ زیب اور گل ناز آہستہ آہستہ مغرب کی تہذیب اور معاشرے میں ڈھلتے گئے اور مغرب کی رنگینیوں میں گم ہوتے گئے۔

اکثر ایسا ہوتا کہ شاہ زیب اپنی کسی گرل فرینڈ کے ساتھ ہوٹل میں ہوتا تو کبھی کسی ڈانس پارٹی میں گل ناز بھی اپنی مرضی سے کبھی ہوٹل میں تو کبھی کسی پارٹی میں گل ناز اور شاہ زیب ایک دوسرے سے بہت دور ہوتے جا رہے تھے وہ اپنی رنگینی میں گم تو گل ناز اپنی رنگینی میں ان دونوں کی محبت ختم ہو چکی تھی دونوں کی راتیں الگ الگ ہو چکی تھی دونوں کا اب حال یہ تھا کہ مغرب کی معاشرتی آزادی نے ان دونوں کو بہت خراب کر دیا تھا۔

شاہ زیب اور گل ناز ہوٹلوں میں جاتے اور وہاں پر سگریٹ نوشی۔ شراب نوشی۔ بہت شوق سے کرتے تھے اور آہستہ آہستہ وہی شوق ان کی عادت بن گیا گل ناز بھی شراب نوشی اور سگریٹ نوشی کی عادی بن چکی تھی وہ چھوڑنا چاہتی تھی مگر چھوڑ نہیں سکتی تھی کیونکہ نشہ اس کی عادت اس کی

رگوں میں لہو کی طرح بہتا تھا۔

ایک دن ایک ہوٹل میں شاہ زیب کسی لڑکی کے ساتھ شراب پی رہا تھا تو گل ناز اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ انجوائے کر رہی تھی شاہ زیب اور گل ناز کی جو عزت والی بات تھی وہ تو ختم ہو چکی تھی مگر اس دن شاہ زیب سے رہا نہ گیا اور اس نے گل ناز کو جب دیکھا تو اس کو گھسیٹتا ہوا اپنے گھر لے آیا بہت مارا پیٹا کہ اس نے میری عزت خاک میں ملا دی ہے شاہ زیب نے گل ناز کو طلاق دے دی اور پھر اس نشہ کا عادی کیوں بنایا؟

گل ناز نشہ کی خاص ہیروئین پاؤڈر کی اتنی عادی ہو چکی تھی کہ اگر اس کو نہیں ملتا تھا تو مانگنے لگتی تھی گھر والے کیا کرتے گھر والے نے اپنی بچی کو تڑپتے نہیں دیکھ سکتے تھے وہ مجبور تھے کہ وہ گل ناز کو خود ہی نشہ لا کر دیتے تھے اور اچھے ڈاکٹر سے علاج بھی کروا رہے تھے مگر کچھ فرق نہ پڑا کیونکہ گل ناز کی زندگی اب نشہ تھا اور نشہ اس کی موت کی طرف لے کر جا رہا تھا آہستہ آہستہ گل ناز نشہ کی حالت میں اکثر بے ہوش ہو جاتی اس کو دنیا جہاں کی کوئی ہوش نہ رہتی تھی اس کی زندگی کا چراغ کسی وقت بھی گل ہو سکتا تھا اور یوں وہ اکثر گھر سے بھاگ جاتی پاگلوں کی طرح اور گھر والوں کو یقین ہو گیا کہ گل ناز اب کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتی تو گھر والوں نے بھی اس پر توجہ دینا اور اس کا خیال چھوڑ دیا گل ناز کی حالت اب ایسی ہو چکی تھی کہ کوئی اس کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

گل ناز نے شہر میں بھیک مانگنا شروع کر دی اور جو ملتا اس سے نشہ پورا کرتی تھی اور اکثر نشئی لڑکے جہاں پڑے ہوئے ہوتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئی گل ناز نے اپنے آپ کو انجکشن لگانا بھی شروع کر دیا تھا۔

بس اپنے نشے کو پورا کرنے کے لیے اس دن گل ناز اشارے پر کھڑی گاڑیوں سے بھیک مانگ رہی تھی تو وسیم جو امریکہ سے واپس آیا تھا اس نے اس کو پہلی نظر میں ہی پہچان لیا تھا وسیم کو بہت افسوس ہوا کہ کبھی اس گل ناز کی خوبصورتی۔ محبت۔ اور حسن کے چرچے پورے شہر میں خاندان میں مشہور تھے اور آج یہ گل ناز شہر کی سڑکوں بازاروں اور گلیوں میں بھکارن بن کر بھیک مانگ رہی تھی زندگی انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہے وسیم کو اکثر بہت افسوس ہوا کہ گل ناز میری محبت کی موت کی آغوش میں اتنی خستہ اور بری حالت میں ہے کہ گل ناز کی حالت اس قدر بگڑ چکی تھی کہ اب اس کا کوئی اور حل نہیں صرف موت ہی تھا اس لیے وسیم نے اپنے ٹوٹے اور بکھرے ہوئے خوابوں کو جوڑنے کے لیے ان کی تکمیل کے لیے ایسا کیا روز اپنے گھر سے کھانا لاتا اور گل ناز کو اپنے ہاتھوں سے کھلا کر چلا جاتا تھا گل ناز کو تو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ اس کو کھانا دینے والا اور روز اپنے ہاتھوں سے کھلانے والا کون ہے۔

دل میں ہوتا تو کسی طور نکل بھی جاتا
اب تو وہ شخص بہت دور تلک ہے مجھ سے

وسیم اپنی محبت کو نہ تو پا سکا اور نہ ہی اس کے لیے کچھ کر سکا تھا۔ لی بھی محبت تو کس موڑ پہ وسیم نے مجھے بتایا کہ گل ناز کو اس حالت تک لے کر جانے والا صرف اور صرف شاہ زیب ہے نہ وہ اس کو اتنی آزادی دیتا اور نہ آج وہ مغرب کے گندے ماحول میں اپنے آپ کو اتنی دور لے جاتی نہ شاہ زیب شراب پیتا نہ گل ناز پیتی نہ شاہ زیب اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ سرعام پھرتا نہ گل ناز

پھرتی جب عورت کو اس کا شوہر اتنی آزادی دے دے تو اس کا انجام ۔گل ناز جیسا ہی ہوتا ہے اکثر لوگ دولت کے نشے میں بھٹک جاتے ہیں اور پھر واپسی کا راستہ نہیں ملتا۔ قارئین یہ تھی گل ناز کی زخمی داستان جو میں گل ناز کو نشہ کی حالت میں دیکھ کر پوچھنے لگا تھا تو وہ مجھے اس کے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانے والا شخص وسیم ملا جس نے اپنی اور گل ناز کی ساری داستان سنائی جس کو سن کر مجھے بہت افسوس ہوا گل ناز کی زندگی کسی وقت بھی نشہ کی حالت میں ختم ہو سکتی ہے

تمام قارئین سے التجا ہے کہ گل ناز کی زندگی کے لیے دعا کریں اور آخر میں میں قارئین سے اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ آپ امیر ہیں یا غریب ہیں آپ کے حالات اچھے ہیں یا برے ہیں مگر اتنا ضرور خیال رکھیں کہ بچے کہاں جاتے ہیں کس کے پاس جاتے ہیں ان کے دوست کیسے ہیں اپنے بچوں کا خیال رکھو ان کو اتنی زیادہ آزادی نہ دیں کہ معاشرے میں کوئی اور گل ناز پیدا ہو جائے نشہ ایک لعنت ہے حرام ہے موت ہے خدا کے لیے اپنے بچوں سے اس کو دور رکھیں بلکہ اپنے بچوں کے سامنے سگریٹ بھی نہ پئیں خدا سب کو اس نشہ جیسے گندے کام سے محفوظ رکھے آمین میری طرف سے میرے والدین اور قرۃ العین عینی ملک شاویز حیدر رخسانہ ملک اور بہت ہی پیاری سویٹ سی کزن ماریہ شمائل پنڈی گھیب کو بہت بہت سلام اور ماریہ جی آپ کی تحریر پسند آئی

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے کہاوت ہے
روٹھ کر مان جانا دوست کی عادت ہے
تو دور جا کر بھی مجھے یاد کرے اتنا
یہ عنایت کم ۔زیادہ تیری سخاوت ہے
اس کے برعکس کرلی ہوں جو دل کہتا ہے
اب میرے دل سے ہی میری عداوت ہے
زبان رکھ دیتے ہیں اب تو دل بھی دوست
اب تو جذبوں میں اتنی ملاوٹ ہے
زندگی کے اصولوں کی بدنظمی سے اکتا گیا ہے دل
سنو لوگو اب میری ان سے مکمل عداوت ہے

غزل

میں تتلی ہوں میں کلی ہوں
ماما کی گڑیا پاپا کی پری ہوں
آنکھوں کی ٹھنڈک کہتے ہیں
سب ناز اٹھاتے رہتے ہیں
کیوں لاڈ لڑاتے ہو بابا
کیوں جان لٹاتے ہو بابا
کیسا رشتہ ہے یہ اپنا
دکھ سکھ سانجھا ہے اپنا
دل سے دل کا یہ ناطہ ہے
ذرا سا درد میرا تیری آنکھ بھر لاتا ہے
کیا عمر بھر ایسے ہی چاہو گے
کیا پاس اپنے ہی رکھ پاؤ گے
لیکن ایسا بھی کبھی ہو پایا ہے
کہتے ہیں بیٹی تو دھن پرایا ہے
کوئی شہنشاہ ہو یا ہو گدا
میں تتلی ہوں یا پری ہوں
گڑیا ہوں یا پری ہوں
دامن میں دعاؤں کے پھول لیے
سر پہ عزت کی ردا لیے
اک دن تو جانا ہے مجھے
بابا کی محبت ماما کی راج نبھانا ہے مجھے

ثمینہ بٹ لاہور

عید لوٹ آئی ہے تم بھی لوٹ آؤ نا

تحریر۔ سویرا فلک خان۔ روز و سلطان۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
چانک شایان ضیاء کی آمد نے ضیاء ہاؤس میں مزید خوشیوں کو دوبالا کر دیا تھا۔ ثانیہ بہت خوش ہوئی کہ شایان لوٹ آیا ہے شایان نے ثانیہ کی طرف دیکھا تک نہیں تھا شایان کی بے رخی سے ثانیہ بہت روئی تھی رو رو کر ثانیہ کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھی سب نے وجہ پوچھی تو ثانیہ صرف سر درد کا بہانہ کر گئی تھی۔
شام کو سب عید کا چاند دیکھ رہے تھے اور بہت خوش تھے لیکن ثانیہ پریشان تھی۔ میں نے اس کہانی کا نام عید لوٹ آئی ہے تم بھی لوٹ آؤ نا۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی۔۔۔
ادارہ حجاب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میں تم سے شادی نہیں کر سکتی جب تک میں ایم ایس سی نہ مکمل کر لوں اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو تھوڑا انتظار کرو اور میری خاطر انکل فرحان کو بھی منع کر دو کہ تم ابھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتے ثانیہ ضیاء یہ کہتے ہوئے کمرے میں چلی گئی تھی مگر پیچھے شایان کے لیے یہ بات کسی امتحان سے کم نہ تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ کبھی بھی اپنے پاپا کے سامنے نہیں بول سکتا اور اس دفعہ چھٹیوں میں آنے کا مقصد صرف شادی تھی کیونکہ فرحان صاحب کی ایک ہی خواہش تھی کہ وہ اس فرض سے سبکدوش ہو جائے۔

شایان اور ثانیہ کی جلد شادیاں کر دے مگر ثانیہ کی سوچ تھی کہ شادی کے بعد کوئی بھی لڑکی نہیں پڑھ سکتی اور وہ صرف گھر کی ہو کر رہ جاتی ہے جس طرح اس کی بیسٹ فرینڈ صائمہ نے شادی کے بعد پڑھائی چھوڑ دی تھی کہ اسے کاموں سے فرصت نہیں ملتی تھی اور صائمہ کا ٹیچر بننے کا خواب ادھورا رہ گیا تھا بس وہ چاہتی تھی کہ میں جاب کرنے کے بعد شادی کروں گی وہ ثانیہ پڑھائی میں مصروف تھی کہ شایان اس کے سر پر آن پہنچا تھا اور کہا۔

ثانیہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں مگر میں پاپا کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا تم شادی کے بعد پڑھ لینا میں تمہیں نہیں روکوں گا۔

ثانیہ نے غصے سے کہا ٹھیک ہے مگر آج سے میری اور تمہاری محبت مر گئی ہے جو محبت کرنا جانتے ہیں وہ بڑے بڑے طوفان سے بھی ٹکرانا جانتے ہیں اور اپنی محبت کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں اور آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

ایک کپ چائے ملے گی۔

ہانیہ جو اپنے دھیان میں گم تھی بری طرح اچھل پڑی۔
دانش مسکرا دے۔یا یار میں نے بہت دنوں سے تمہارے ہاتھ کی چائے نہیں پی آج بہت طلب ہو رہی ہے آپ کو کچن میں دیکھا تو چلا آیا اب پلیز اپنے خوبصورت ہاتھوں سے چائے بنا دیں لیکن دھیان سے اگر آپ نے جان بوجھ کر بھی ہاتھ جلائے تو میری جان مجھے بہت تکلیف ہوگی یہ سنتے ہی ہانیہ کے ہاتھوں میں پسینہ آ گیا۔
ٹھیک ہے آپ جائیں میں ابھی چائے بنا کر بھیج دوں گی ہانیہ نے دانش کو وہاں سے ہٹانا چاہا۔
نہیں نہیں یار تم کہیں بھول نہ جاؤ آپ چائے بناؤ اور میں تمہاری معصومیت دیکھتا رہوں گا ہانیہ نے جلدی سے ایک کپ چائے بنا کر دانش کو دی اور کمرے میں جا کر سوچ رہی تھی کہ دانش نے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا اور پوچھا۔
میری جان پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔
ہانیہ نے جواب دیا سر اچھی جا رہی ہے اور آپ سنائیں آپ کی ڈیوٹی کیسی ہو رہی ہے ۔ہانیہ نے بھی پوچھا تھا۔
دانش نے جواب دیا ڈیوٹی اچھی طرح کر رہا ہوں میں مجرم کو تو معاف کرتا نہیں ہوں چاہے میری ماں ہو میرا باپ ہو میں خود مجرم کو معاف کرنا میرے لیے زہر پینے کے برابر ہے اور میری ہانیہ صاحبہ سے شادی ہونے والی ہے اتنی خوبصورت جوانی میں تمہیں بیوہ نہیں کرنا چاہتا۔
دانش نے جیسے ہی یہ جملے زبان سے نکالے تھے ہانیہ نے دانش کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رونے لگی تھی دانش نے دلاسا دیا۔
یار میں مذاق کر رہا تھا پلیز دل چھوٹا مت کر دیں یہ کہہ کر دانش نے ہانیہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا

منیر ضیاء کے دو بیٹے ایک بیٹی تھی فرحان اور عرفان دونوں ہی ایک گھر ساتھ ضیاء ہاؤس رہتے تھے فرحان ضیاء کے دو بچے تھے کیپٹن شایان اور ہانیہ ضیاء عرفان ضیاء کے تین بچے تھے دانش ۔ثانیہ اور آئمہ۔ ریحان ضیاء جن کی شادی چچازاد کزن مجاہد سے ہوئی تھی ریحان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا صائم ۔ضیاء ہاؤس کے مکین آپس میں بہت پیار محبت وشفقت سے رہتے تھے اسی طرح بڑوں کی محبت بچوں میں منتقل ہو گئی تھی منیر ضیاء نے اپنے بچوں کو مزید قریب کرنے کے لیے ثانیہ کا رشتہ شایان سے کر دیا تھا۔ہانیہ کا رشتہ دانش سے اور آئمہ صائم سے کر دیا سب ان رشتوں سے بہت خوش تھے ہانیہ اور دانش تو ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے مگر شایان اور ثانیہ بھی ایک دوسرے سے محبت تو کرتے تھے لیکن ثانیہ محبت پر اتنا یقین نہیں رکھتی تھی۔
سب بچے ایک ساتھ ایک ہی حویلی میں کھیلتے کودتے بڑے ہوئے تھے بڑے ہونے پر ان کو اپنی اپنی نسبت کا پتا چلا تو کسی نے اعتراض نہ کیا سب بہت ہی خوش تھے۔شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں ہر طرف گہما گہمی اور خوشیاں ہی خوشیاں تھی دانش تو بہت زیادہ خوش تھا مگر ثانیہ دلی طور پر راضی نہ تھی۔

تیرے خیالوں سے فرصت نہیں ملتی
اک پل کے لیے ہمیں راحت نہیں ملتی
یوں تو سب کچھ ہے ہمارے پاس
بس دیکھنے کو آپ کی صورت نہیں ملتی

دانش نے ہانیہ کو دیکھ کر یہ پڑھا تو وہ حسب عادت مسکرائی ہانیہ نے کہا۔

اب بس کرو اور مجھے جانے دو دانش نے کہا ایک شعر اور سن لو باقی شادی کے بعد سناؤں گا۔

میں جس دن بھلا دوں تیرا پیار دل سے
وہ آخری ہو میری زندگی کا
یہ آنکھیں اسی رات ہو جائیں اندھی
جو تیرے سوا دیکھیں سپنا کسی کا

دانش نے جب یہ شعر پڑھا تو ہانیہ نے کہا مجھے لگتا ہے آپ کی ڈیوٹی سخت نہیں ہے جو اتنے شعر تم یاد کر لیتے ہو دانش نے کہا۔

میری جان ڈیوٹی بہت سخت ہے مگر آپ کو دیکھ کر تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور ہانیہ کی خوبصورتی کو دیکھ کر شعر یاد آ جاتے ہیں۔ موسم بہت حسین ہو رہا تھا ہلکی ہلکی بارش نے موسم کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر دیا تھا ثانیہ بچپن سے ایسے موسم کی دیوانی تھی وہ بارش کی بوندوں میں نہاتی رہتی تھی اور آج وہ بارش میں بے خبری سے نہا رہی تھی اور شایان دیکھ رہا تھا شایان سے رہا نہ گیا اور وہ بھی بارش میں بھیگنے کا وہ ثانیہ کے ساتھ تھا مگر ثانیہ بے خبر تھی جب ثانیہ نے دیکھا شایان نے شعر پڑھا۔

کبھی یہ ڈر تھا کہ وہ میرا ہے فقط
کبھی یہ ڈر وہ مجھ سے خفا تو نہیں
کبھی یہ دعا کہ اسے ملیں جہاں کی خوشیاں
کبھی یہ خوف کہ وہ خوش میرے بنا تو نہیں

خدا کے لیے اپنی یہ شاعری بند کر دو مجھے شاعری سے بے حد نفرت ہے آپ شاعری تو کر لیتے ہیں مگر جس سے محبت کرتے ہیں اس کی کوئی خواہش پوری نہیں کر سکتے مرد صرف خواب دکھاتے ہیں پورا نہیں کرتے صرف آپ مردوں نے لڑکیوں کی عزتوں کو محبت کے نام پر داغدار کیا ہے معصوم لڑکیوں کو محبت کے نام پر سرخ سوٹ کے خواب دکھانے پر عزت دار خاندان کی لڑکیوں کو بے حیائی کا کفن پہنایا ہے محبت کے نام پر کئی گھر برباد کیے گئے ہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں عورت کی واحد کمزوری محبت ہے وہ اپنی محبت کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہے آپ اسی بات کا فاعدہ اٹھاتے ہیں مگر کوئی لڑکی آپ کی بہت زیادہ عزت کرتی ہے تو مذاق سے یہ کہہ دے کہ وہ آپ سے پیار کرتی ہے تو آپ لڑکیوں کا نام گنیں گے اور اپنی بیوی کو بتائیں گے کہ بہت ساری لڑکیاں مجھ سے محبت کرتی تھی اور میں صرف آپ سے۔ آپ لوگ تو محبت کے نام سے بھی ناآشنا ہیں صرف آپ محبت کا لفظ بولتے ہیں اور لڑکیاں خواب دیکھ دیکھ کر مر جاتی ہیں اور کیونکہ آپ بہت خوبصورت خواب دکھاتے ہیں اور حقیقت کچھ بھی نہیں مگر جب خواب اور حقیقت ٹکراتے ہیں تو سپنے ٹوٹ جاتے ہیں جب مرد کی اصلیت سامنے آتی ہے تو عورت کو اس وقت اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے ثانیہ بہت غصے میں بہت کچھ کہہ گئی تھی لیکن پھر بھی شایان خاموش رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اپنی محبت کی خاطر آواز نہیں اٹھا سکتا اس کی خوشی کے لیے کچھ بھی کر نہیں کر سکتا۔

شایان کی چھٹیاں ختم ہو رہی تھیں اور شادی کے دن بھی نزدیک آ رہے تھے ایک دن وہ بھی آ گیا جس دن شایان اور دانش کی شادیاں ہو گئی دانش تو بہت خوش تھا جیسے ہی دلہنوں کو اپنے اپنے کمروں میں بٹھایا گیا دانش جیسے ہی اپنے کمرے میں آیا تو پورا کمرہ سجا ہوا تھا اور ہانیہ بہت پیاری

لگ رہی تھی دانش نے ہانیہ کے خوبصورت سراپے
کو دیکھا تو گنگنانے لگا۔

میں نے سوچا نہ تھا ایسا ہو جائے گا
میرے سپنوں کا محبوب مل جائے گا
اب تو کانٹے بھی مجھ کو کلیاں لگیں
میرے دل میں پیار مان مچلنے لگے

دانش نے ہانیہ کو تحفہ میں خوبصورت انگوٹھی
پہنائی اور پیار میں کھو گئے۔

شایان کمرے میں آیا تو ثانیہ کپڑے تبدیل کر کے سو چکی تھی شایان اور ثانیہ کے ساتھ سو گیا رات تین بجے ثانیہ کی آنکھ کھلی تو انتہائی غصے میں چلائی بے شرم میرے ساتھ کیوں کمرے میں آنے کی آپ کی ہمت کیسے ہوئی شایان اٹھا اور ثانیہ کو پکڑ کر کہا۔

میرا صبر مت آزماؤ تم میری منکوحہ ہو اور پیار بھی اگر میں خاموش ہوں تو میری خاموشی کا فائدہ مت اٹھاؤ دو دن بعد میں بہاولپور جا رہا ہوں پھر کبھی نہیں آؤں گا جب تک تمہیں میری محبت کا یقین نہ ہو جائے گا مگر ایک بات یاد رکھنا ایک مرد ساری دنیا سے لڑ سکتا ہے مگر انسان میں ہمت ہو تو شیر سے بھی لڑ سکتا ہے مگر محبت اور عورت کی نفرت کے آگے ہار جاتا ہے اور دو دن بعد تم جیت جاؤ گی اور تمہیں تمہاری جیت مبارک ہو تیری نظر میں محبت مر گئی ہے اور مجھے اور محبت کی قبر پہ جا کر زندگی کا خاتمہ کر دو مگر میں تم سے محبت کرتا ہوں اور میری محبت زندہ ہے زندہ رہے گی اور مجھے امید تم پر نہیں مگر اپنی محبت پر ہے کہ تم ضرور مجھے بلاؤ گی یہ کہہ کر شایان باہر نکل گیا۔

آج شایان کی واپسی تھی ثانیہ کو بہت دکھ ہوا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر وہ مجبور تھی جب اسے تہمینہ کی بات یاد آتی کہ شایان نے تہمینہ کی بہن حسینہ کی عزت برباد کی اور وہ بھی صرف محبت کے نام پر لیکن دل نہیں مانتا تھا کہ شایان ایسا کر سکتا ہے مگر مرتے وقت حسینہ کی زبان پر شایان کا نام تھا ثانیہ کو دکھ اس بات کا تھا کہ شایان حسینہ سے شادی کر لیتا یا پھر ثانیہ کو سب کچھ بتا دیتا ثانیہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ جب شایان نے الوداع کہا اور ڈیوٹی پر چلا گیا۔

شایان کو بہاولپور گئے ہوئے پانچواں دن تھا اسے ثانیہ کی بہت یاد آ رہی تھی ثانیہ لاکھ خفا سہی اس کی محبت تو تھی شایان نے ثانیہ کو کال کی ثانیہ نے فوراً پک کی شایان نے حال احوال پوچھا اور ثانیہ کو دل کی بات بتا دی تو ثانیہ نے اوکے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

دانش دن کے تین بجے گھر لوٹا تو ہانیہ سو رہی تھی دانش نے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا اور فریج سے بوتل نکال کر پانی پی کر وہ باہر چلا گیا ابو ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا ہانیہ کی جب آنکھ کھلی تو اسے احساس ہوا کہ دانش تین بجے گھر آتا ہے ہانیہ منہ دھونے باہر گئی تو دانش پاپا کے ساتھ بیٹھا تھا جیسے ہی دانش کی نظر ہانیہ پر پڑی وہ فوراً ہی ہانیہ کے پیچھے چلا گیا تو ہانیہ نے کہا۔

جناب اندر آ جائیں میں ابھی آ رہی ہوں دانش ہنس کر کمرے میں چلا گیا ہانیہ جب کمرے میں گئی تو پہلے معافی مانگی کہ میں سو رہی تھی مجھے معلوم بھی نہیں ہوا اس آپ کب آئے تو دانش نے اپنے ہاتھوں سے ہانیہ کا چہرہ لیا اور کہا۔

میری جان آپ سوتے ہوئے بہت پیاری

لگ رہی تھی اگر میں آپ کے پاس بیٹھ جاتا تو
آپ کی نیند خراب ہو جاتی اور نیند تو ہر کسی کو بہت
پیاری ہوتی ہے اور پھر آپ مجھ سے ناراض ہو
جاتی اور تمہیں ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ہانیہ نے کہا جناب مجھے آپ سے زیادہ نیند
پیاری نہیں ہے اگر آئندہ آپ نے مجھے نہیں اٹھایا
تو میں ناراض ہو جاؤں گی ہانیہ کی بات سنتے ہی
دانش نے کہا۔

یار جب مجھے آپ کی ایسی باتیں یاد آتی ہیں
تو ڈیوٹی بھول جاتا ہوں اور اب بھی صرف تمہیں
دیکھنے آیا تھا اور باقی باتیں رات کو ہوں گی تو ہانیہ
نے کہا۔

اچھا اب جاؤ ڈیوٹی پر آئی لو یو سوچ تو دانش
نے کہا۔

آج ایسا کیوں کہا تو ہانیہ نے جواب دیا۔

آپ لوگ پیار میں رشوت لیتے ہیں اور
آپ اتنا سفر کر کے آئے ہو تو یہ میں نے آپ کو
رشوت دی ہے دانش ہنس دیا۔

یار میں رشوت نہیں لیتا اور رشوت دینے
والے بھی سے نفرت کرتا ہوں لیکن آپ کی رشوت
قبول کرتا ہوں اور اگر آپ اسی طرح ہی رشوت
دیتی رہی تھی میں ڈیوٹی چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے
لیے آپ کے پاس ہی رہ جاؤں گا دانش نے آئی
لو یو کہا اور ڈیوٹی پر چلا گیا۔

ثانیہ کو شایان شدت سے یاد آ رہا تھا وہ اس
سے بہت محبت کرتی تھی وہ اتنا جان چکی تھی کہ
شایان کے بغیر نہیں رہ سکتی ہر پل شایان کو یاد کر
کے روتی تھی کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ محبت انسان
کی ہار ہے محبت تڑپ ہے محبت درد ہے محبت
زندگی کا روگ ہے جنگ میں انسان یا تو مر جاتا
ہے یا پھر جیت جاتا ہے لیکن محبت میں نہ مر سکتا
ہے اور نہ جی سکتا ہے صرف تڑپ سکتا ہے اگر وہ
چاہتی تو شایان کو معاف کر سکتی تھی شایان بھی سچی
محبت کرتا تھا لیکن جب اسے حسینہ یاد آتی تو محبت
کو بھول جاتا تھا۔

رمضان شریف کی آمد تھی ہر طرف خوشیاں
ہی خوشیاں تھی ثانیہ کا دل بے حد اداس تھا دوپہر
کے بعد موسم بہت خوبصورت ہو گیا تھا ثانیہ نے
کمرے کی کھڑکی سے لان کا نظارہ کیا کتنا حسین
منظر تھا سارے پودے بارش میں نہا کر مزید
خوبصورت لگ رہے تھے اتنے خوبصورت موسم
میں وہ تنہا تھا تھا ثانیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کاش
شایان تم ایسا نہ کرتے کاش تم ایک معصوم کی عزت
کو محبت کے نام پر داغدار نہ کرتے میری محبت میں
کیا کمی تھی کیا میں خوبصورت نہیں تھی ابھی وہ انہی
سوچوں میں گم تھی جب ہانیہ نے پکارا تو وہ ہانیہ
کے پاس چلی گئی۔

ہانیہ نے پوچھا ثانیہ کئی ماہ گزر گئے ہیں بھائی
شایان نہیں آئے تمہیں یاد نہیں آتی کیا تو ثانیہ
روتی نہیں یار وہ مجھے بہت یاد آتے ہیں لیکن وہ
آرمی میں ہیں انہیں جلدی چھٹی نہیں ملتی۔ لیکن
شایان کی یادیں میرا قیمتی سرمایا ہیں ثانیہ نے
جھوٹ بول کر ہانیہ کو خوش کر دیا تھا۔

ثانیہ ہائی سکول کی پرنسپل بن گئی تھی وہ بہت
خوش تھی کہ اس کا خواب پورا ہو گیا تھا ثانیہ دسویں
کلاس کا بیالوجی کا پیریڈ پڑھا کر آفس میں آئی تو
ثانیہ کے نمبر پر تہمینہ کی آٹھ کالیں آئی ہوئی تھیں
ثانیہ نے بیک کال کی تو تہمینہ نے ثانیہ سے معافی

باجی یار وہ شایان نہیں تھا جس نے میری بہن کو خود
کشی کرنے پر مجبور کیا تھا وہ اور شایان تھا مجھے بھی
مرتے وقت حسینہ نے صرف نام بتایا تھا حسینہ کی
ڈائری اس کے بیسٹ فرینڈ فائزہ کے پاس تھی
فائزہ دو سال کے لیے شوہر کے ساتھ سعودی
عرب چلی گئی اب فائزہ سے میری ملاقات ہوئی تو
میں نے اس سے پوچھا میرے پوچھنے پر اس نے
بتایا۔شایان نے خودکشی کرلی تھی کیونکہ شایان کا
کاروبار تھا مغرور بن کر لڑکیوں کی عزت کے
ساتھ کھیلتا تھا جب حسینہ نے شایان سے کہا کہ وہ
سب کو سچ بتادے گی شایان کی اصلیت سامنے
لائے گی کیونکہ جب سچ اور جھوٹ ٹکراتے ہیں
تو حقیقت سامنے آتی ہے اور جب حقیقت سامنے
آتی ہے تو انسان نہ صرف دوسروں کی نظروں سے
گر جاتا ہے بلکہ اپنی نظروں میں بھی مجرم بن جاتا
ہے تو شایان نے کہا میں دنیا کی نظروں میں
شریف اور معزز ہوں تو حسینہ نے کہا کہ شایان
سچائی خود ایک ثبوت ہوتی ہے جسے چھپایا نہیں جا
سکتا لیکن مٹایا نہیں جا سکتا اور خدا بھی مجرم کو
معاف نہیں کرتا اور یہ سچائی میں ضرور تمہارے گھر
والوں کو بتاؤں گی تو اس وقت شایان کے پاس
کوئی راستہ نہ تھا اور شایان لڑکیوں کے ساتھ
فلرٹ کرنا جنگ سمجھتا تھا اور وہ کسی جنگ میں ہارا
نہیں تھا لڑکیوں کو محبت کے نام پر بے حیائی کا کفن
شایان ضیاء نہیں شایان خان پہناتا تھا جب
شایان کو معلوم ہوا کہ حسینہ اسے بدنام کرے گی تو
شایان خان نے اپنے آپ کو شوٹ کر دیا مجھے
معلوم نہ تھا سو پلیز ثانیہ مجھے معاف کردو اور بھائی
شایان کو واپس بلالو ثانیہ نے کہا۔
یار اب وہ میرے بلانے پر بھی نہیں آئے گا
اور جب اسے پتا چلے گا کہ میں نے شایان ضیاء پر
اتنا شک کیا ہے تو پھر کبھی بھی نہیں۔

ثانیہ نے تہمینہ کو شایان کا نمبر دیا اور تہمینہ نے
سب کچھ سچ سچ شایان کو بتا دیا کہ بھائی مجھ سے
غلطی ہوگئی ہے پلیز مجھے معاف کردیں ثانیہ تم سے
بہت محبت کرتی ہے پلیز لوٹ آؤ تو شایان نے
تہمینہ کو دلاسہ دیا میں آپ کا بھائی ہوں اور آپ
نے جان بوجھ کر نہیں کیا میں نے آپ کو معاف کر
دیا ہے آپ تو بہن کے مجرم کو سزا دینا چاہتی تھی
اور مجھے نہیں یہ سنتے ہی تہمینہ نے فون آف کر دیا
اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔
ثانیہ نے بانیہ کو سب کچھ سچ بتا دیا بانیہ
پریشان ہوگئی لیکن پھر بانیہ نے یقین دلایا تم فکر
مت کرو میں شایان کو سمجھاؤں گی اور آپ بھی کال
کر کے گھر آنے کا کہہ دینا وہ ضرور آئیں گے اور
ہاں ثانیہ رمضان شریف ختم ہو رہا ہے امی ابو بھائی
کو آنے کا کہہ رہے ہیں اور وہ آتا بھی نہیں ہے مگر
مجھے امید ہے کہ تم ہوگی تو وہ ضرور آئے گا۔
ثانیہ اپنے کیے پر شرمندہ تھی دو دن بعد عید
تھی اور شایان نہیں آیا تھا وہ تو رو رو کر پاگل ہوگئی
تھی اور بے حد شرمندہ تھی اب ثانیہ نے فیصلہ کرلیا
تھا کہ وہ شایان کو ضرور بلائے گی۔ بانیہ افطاری
بنانے میں مصروف تھی کہ دانش چن میں آگیا اور
بانیہ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے تو بانیہ نے کہا۔ جی
کون ہیں پلیز ہاتھ ہٹاؤ تو دانش نے کہا میں دانش
اور رشوت لینے آیا ہوں آپ سے۔
بانیہ نے کہا اب جاؤ کوئی آجائے گا پھر
ملاقات ہوگی تو دانش نے کہا۔
میری جان میدان تو بالکل صاف ہے کوئی

نہیں آئے گا اور ہانیہ صاحبہ آپ کو عید میں کیا گفٹ دوں تو ہانیہ نے کہا۔

یار صرف آپ ہی کافی ہیں میری عید تو آپ ہیں سب کچھ یہ سب سن کر دانش ہنس دیا اور ہانیہ کے ہاتھوں پر کس کر کے چلا گیا ہانیہ بھی مسکرا دی۔

فرحان ضیاء پریشان تھی وہ رو رہی تھی۔

کاش شایان تم لوٹ آؤ نا۔

کاش تم لوٹ آؤ نا

سنا ہے بہاریں لوٹ آئی ہیں

تم بھی لوٹ آؤ گے۔

تو یہ موسم بھی بدلے گا

بہاریں لوٹ آئیں گی

یہاں منظر بھی بدلے گا

سنو عید لوٹ آئی ہے

تم بھی لوٹ آؤ نا۔

ثانیہ نے یہ میسج شایان کو سینڈ کر دیا اور رونے لگی جب شایان نے یہ میسج پڑھا تو بہت خوش ہوا کہ ثانیہ نے مجھے بلایا ہے۔ اچانک شایان ضیاء کی آمد نے ضیاء ہاؤس میں مزید خوشیوں کو دوبالا کر دیا تھا۔ ثانیہ بہت خوش ہوئی کہ شایان لوٹ آیا ہے شایان نے ثانیہ کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا شایان کی بے رخی سے ثانیہ بہت روئی تھی رو رو کر ثانیہ کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھی سب نے وجہ پوچھی تو ثانیہ صرف سر درد کا بہانہ کر گئی تھی۔

شام کو سب عید کا چاند دیکھ رہے تھے اور بہت خوش تھے لیکن ثانیہ پریشان تھی کہ وہ اپنی غلطیوں کی معافی کس طرح شایان سے مانگے جوں جوں رات ہو رہی تھی ثانیہ کی بے قراری بڑھ رہی تھی رات کے گیارہ بج گئے تھے لیکن شایان اب تک نہیں لوٹا تھا۔ ثانیہ جاگ رہی تھی اچانک ثانیہ کے کمرے کا دروازہ بند ہوا تو کیا دیکھتی ہے کہ شایان ضیاء ثانیہ کے سامنے کھڑا تھا ثانیہ نے اٹھ کر شایان کے گلے لگ گئی اور خوب روئی اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگی شایان نے ثانیہ کو اپنے سے الگ کیا اور کہا۔

میری جان میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے ساری غلطی تمہاری دوست کی تھی میں نے تم سے بہت محبت کی ہے اور محبت کبھی مرتی نہیں ہے زندہ رہتی ہے ثانیہ بہت خوش ہوئی تو شایان ثانیہ کے قریب ہوا اور کہا۔ آئیں گے نہ ہوش میں کبھی ایسا خمار ہو گا خوابوں کے آشیانے میں بس پیار ہی پیار ہو گا میرے صنم تیری قسم تو ہی میرا خدا ہے۔ تو میری ابتداء ہے تو میری انتہا ہے۔ شایان نے ثانیہ کو یقین دلایا تھا کہ اب سب غلط فہمیاں بد گمانیاں دور کر دو کیونکہ میں تمہارے بلانے پر آیا ہوں آپ نے کہا کہ عید لوٹ آئی ہے تم بھی لوٹ آؤ نا تو میں لوٹ آیا ہوں اب سارے بدلے لوں گا جتنا تڑپایا ہے اتنا ہی تڑپاؤں گا تو ثانیہ رونے لگی شایان نے کہا۔

نہیں یار میں تو مذاق کر رہا ہوں جہاں محبت ہوتی ہے وہاں انتقام کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی آئی لو یو۔

ثانیہ جان یہ الفاظ سن کر ثانیہ نے بھی اظہار محبت کر دیا تھا اب دونوں بہت خوش تھے عید لوٹ آئی ہے اور پیار کرنے والوں کو ملا گئی ہے دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوری زندگی ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

اللہ حافظ سویرا فلک۔

گھر آجا پردیسی

تحریر۔ کشور کرن۔ پتوکی۔

شہزادہ بھائی۔ اسلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

قارئین میں ایک بار پھر ایک ایسی کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں جو ایک فرمابردار بیٹے کی کہانی ہے اور دعا ہے کہ ہر کسی کی اولاد ایسی ہی فرمابردار ہو میں نے اس کہانی کا نام۔ گھر آجا پردیسی۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی

یہ سن کر ماں کو کچھ حوصلہ ہوا اور پھر عید کی آمد آمد تھی اور رفعت بیگم کو عید سے زیادہ اپنے بیٹے کی آمد کی خوشی تھی کہ کب میرا چاند آئے اور میری عید ہو خیر وہ دن بھی آ گیا جب ارسلان پاکستان آن پہنچا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ارے ماں آپ کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہوں میں ان شاء اللہ عید پہ ضرور آجاؤں گا اور اپنی پیاری سی ماں جان کے ساتھ عید کی خوشیاں مناؤں گا آپ تیاری کریں دیکھنا آپ عید کا چاند دیکھ رہی ہوں گی اور میں آپ کے پاس ذرا خوشی بن کر آؤں گا۔ دیکھنا ماں آپ کا بیٹا آپ کا ہر خواب پورا کرے گا ان شاء اللہ میرے لیے دعا ضرور کرنا ماں رمضان شریف آرہا ہے کہتے ہیں روزہ کے وقت ہر دعا قبول ہوتی ہے اور پھر وہ بھی ایک ماں کی دعا ہو گی جو کہ اللہ کی بارگاہ میں ضرور قبول کی جائے گی۔

رفعت بیگم کی کال سنتے ہی ان کا پیارا بیٹا ماں کی باتوں کو دہرانے بیٹھا تھا ارسلان جو کہ رفعت بیگم کا کل سرمایہ کل کائنات تھا ان کی عمر بھر کی کمائی صرف اس کا ایک ہی چشم و چراغ تھا۔

ارسلان جو کہ بچپن میں ہی باپ کا سایہ کھو بیٹھا تھا اب صرف ماں ہی تھی جس کو چھوڑ کر خود اپنے بزنس کے لیے ماں کو پاکستان میں ہی چھوڑ کر گئے ہوئے اب دوسری عید آرہی تھی ہر بار ماں کو حوصلہ دیتا اور کہتا ماں میں جلدی آجاؤں گا بہت جلدی آپ پریشان نہ ہوں ماں بھی اپنے لخت جگر کے لیے دعائیں مانگتی کہ میرا بیٹا جس مقصد کے لیے گیا ہے وہ اس مقصد میں کامیاب ہو کر لوٹے۔

پھر وہ واحد بیٹا تھا جو کہ ماں سے بات کیے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتا تھا ماں کی آواز سنے بنا سوتا نہیں تھا اور آنکھ کھلتے ہی اپنی ماں کی آواز سن کر وہ دن کا آغاز کرتا تھا وہ بے شک بیرون ملک تھا مگر اس کو ماں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا جب بھی دل چاہتا ماں سے وڈیو کال سے بات کر لیتا تھا۔

آج جانے کیوں وہ ماں کی کال سن کر کچھ پریشان سا ہو گیا تھا کہ میری امی جانے کتنی اداس ہیں اور اگر امی اداس ہوئیں تو میں یہاں کچھ نہیں کر پاؤں گا اور سب کچھ چھوڑ کر پاکستان چلا جاؤں گا وہ ابھی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ دوست کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

ارے ارسلان۔ تم ابھی تک کمرے میں ہی بند ہو ہم سب آپ کا ویٹ کر رہے ہیں چلو یار آج موسم بھی پیارہ ہے اور پھر ہمیں چھٹی بھی ہے چلو۔ کیا تمہیں یاد نہیں تھا کہ ہم نے کہیں جانا ہے؟

ہاں یار یاد تو ہے سب کچھ مگر۔۔ مگر کیا مگر یار تم ٹھیک تو ہونا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں مگر ماں پریشان ہی ہیں. وہ کہتی ہیں کہ تم اس بار عید پاکستان کرو گے گھر میں. کیا کروں ماں کی مایوسی میری کمزوری ہے اور اپنی ماں کی دعاؤں سے ہی تو آج میں اس مقام پر ہوں کہ بیرونی ملک میں بھی میرا اپنا بزنس چل رہا ہیں اور پھر اگر یہ سب کچھ اگر میرے پاس ہے تو ماں کی بدولت ہے اب میں امی کو کیا بتاؤں کہ میں کتنا مصروف ہوں لیکن ان کو کسی بھی پریشانی میں نہیں دیکھ سکتا اور ایک طرف میرا کروڑوں کا بزنس اور دوسری طرف ماں اب میں کیا کروں یار مجھے تم ہی بتاؤ میں اپنی امی کو کیسے رضامند کروں کہ وہ عید پر میرا انتظار نہ کرے۔۔

بہت وعدے بھی کیے ہیں کہ امی میں ضرور آجاؤں گا اور پھر میری امی کو بس میری شادی کی فکر لگی ہوئی ہے وہ تو ہر بار یہ کہتی ہیں کہ تم پہلے شادی کرو پھر جانے دوں گی میں اکیلی نہیں رہ سکتی اب کیا کروں اگر شادی کے بندھن میں جکڑا گیا تو پھر کبھی آزادی نہیں ملے گی۔

میں امی کو بتا ہی دوں گا کہ میں آپ کی بھانجی سے شادی نہیں کروں گا اور نہ ہی پاکستان میں کسی لڑکی سے میرا پیار تو یہاں ہی ہے جو مجھے ہر روز کہتی ہے۔ ارشی تم کب ڈولی لاؤ گے کب ہم ایک ہوں گے مگر میں کس طرح ماں کو مناؤں کہ امی میں یہاں ہی انگلینڈ میں شادی کروں گا اور اپنی پسند کی کروں گا ماں کو یہ پتہ اگر چلا بھی تو اس کے دل پر کیا گزرے گی کہ میرا بیٹا نافرمان نکلا یہ لفظ میں کبھی سننا نہیں چاہتا دل کے ہاتھوں مجبور ہوں اپنے پیار کو بھی نہیں چھوڑ سکتا کیوں کہ وہ میرے دل کی ملکہ بن چکی ہے اور میں نے صرف اس کو ہی اپنی زندگی میں لانے کا ارادہ کر رکھا ہے کہ میں جب بھی پاکستان گیا بھی تو اپنی بیوی کو لے کر ہی جاؤں گا۔

مگر کیا کروں مجبور ہوں آج تک اگر میں نے اپنی ماں سے کوئی بات چھپائی ہے تو وہ بھی کہ میرا پیار میرے پاس ہے میری اپنی ہونے والی بیوی ماریہ اور ماریہ کے بغیر میں پاکستان نہیں جاؤں گا۔ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ یااللہ کوئی ایسا سبب بنا دے کے میری امی ماریہ کو قبول کر لے۔

وقت گزرتا گیا ارسلان کو اپنا بچپن یاد آرہا تھا وہ اکثر تنہائی میں اپنے بچپن کے دن یاد کر کے بہت روتا تھا اور پھر پردیس میں جب اپنے دیس کی یاد آتی ہے اپنے گاؤں کی وہ گلیاں اپنے گھر میں کھیلے اور بڑے بڑے گھر حویلی نما احاطے اور پھر دوستوں کے سنگ گلیوں میں گلی ڈنڈا اور کرکٹ کھیلنا اور نہر پر نہانا بارش میں سب بچے مل کر شور مچانا اور کاغذ کی کشتیاں بنا کر بہتے ہوئے پانی میں ریس لگانا کیچڑ میں لت پت ہو کر بھاگتا گیا

دن تھے گرمیوں کی بارش کے مزے اور پھر ٹیوب ویل پر جا کر ڈبکیاں لگانا کاش وہ دن ایک بار پھر لوٹ کر آئیں پورا دن ٹیوب ویل پر نہا نہا کر شام کو جب سرخ آنکھوں سے گھر کی چوکھٹ پر پاؤں رکھتے تو ماؤں کی ڈانٹ پہلے ہی منتظر ہوتی ہے کہ آ گئے آوارہ پھرتے پھرتے گھر۔ کیوں آئے ہو نکل جاؤ اتنی گرمی میں کہاں تھے تمہیں نہیں پتا تھا کہ کھانا کھانا ہے ماں انتظار کر رہی ہو گی ماں نے ٹھنڈی لسی میں شکر اور نمک ڈال کو ہمارا انتظار کرتے کرتے تھک جانا تو غصے میں ہمارے داخل ہوتے ہی ہم پر اپنے انتظار کے ایک ایک پل کا بدلہ لینے کے لیے سوائے ڈانٹ کے کچھ نہ ملتا۔

کچھ دیر کے بعد پھر وہی ماں اور پھر تازہ روٹی گھی والی وہ بھی اتنی دھوپ میں لکڑیوں کے چولہے پر پکا کر دینا اور ساتھ میں مکھن میں شکر ڈال کر لسی میں نمک ڈال کر ٹھنڈی کر کے پیش کرنی اور پھر اوپر سے اپنی ممتا کا پیار بھی نہیں بھول سکتا۔

وہ اپنے ہی گھر کی حویلی میں جامن کا درخت اور پھر اوپر لگے جامن اتارتے وقت بھڑ کے چھتے کو جب پتھر لگا تو بھڑوں کا پھر چھڑا کر ہماری آنکھیں منہ سوجھ کر ماں کی ڈانٹ۔

آج وہ وقت یاد آ رہا تھا ارسلان بیٹھا ہوا کبھی ہنس پڑتا تھا اور کبھی اپنے باپ کی یاد اور ان کے فوت ہونے کے بعد آنے والے برے وقت کو یاد کر کے رو بھی رہا تھا اسے کوئی سمجھانے والا بھی نہ تھا اور نہ ہی اسے کوئی چپ کروانے والا تھا وہ اپنے اس جامن کے پیڑ پر پکے جامن اپنی ماں کے منہ سے سن کر بہت خوش ہوا تھا ماں نے بتایا کہ آ جا بیٹا اب پھر وہ جامن بھرا ہوا ہے کھانے والا کوئی نہیں تم کب آؤ گے وہ شرارتیں مجھے بہت یاد آئی ہیں اور میں وہاں جا کر پھر مایوس واپس لوٹ آئی ہوں آ جا بیٹا وہ ٹھنڈی لسی اور مکھن کے پیڑے کس کو کھلاؤں گی تم جلدی سے آ جاؤ بس۔

جب یاد ستائے تجھے میری تو ہم کو سندیسہ لکھ دینا
تیری یادیں ہیں میرے آنگن میں کچھ ہم کو ایسا لکھ دینا

جب آئے گا ساون کا موسم اور پیڑوں پہ پک جائیں جامن
اس موسم میں میرے بن گزرا تیرا پل پل کیسا لکھ دینا
وہ ساگ میں مکھن کے پیڑے وہ لسی ٹھنڈے مٹکے کی
وہ پہلا پراٹھا کھانے کے لیے تو آ جا ہمیشہ لکھ دینا
دیواروں پہ تیرے نام تھے جو سب چوم چوم کر مٹ گئے ہیں
جو مٹ نہ پائے جیون میں کچھ لکھ جا ایسا لکھ دینا
جب بیٹھیں پنچھی منڈیروں پر اور گائے کوئل پیڑوں پر
پھر دیکھ کے ان پرندوں کو تیرا حال ہو جیسا لکھ دینا آج

آج ارسلان بہت اداس تھا اور اسے رہ رہ کر اپنے بچپن کے دن یاد آ رہے تھے اس نے ماں کو فون کیا کہ ماں اگر آپ کی اجازت ہو تو میں عید کے بعد آ جاؤں گا مگر ماں نہیں مانی اور اپنی ضد پر ہی اڑی رہیں کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ اس کی بھانجی کا رشتہ اب ٹوٹ جائے گا اور اس کی ماں اس کا رشتہ کہیں اور کرنا چاہتی ہے اور وہ مجبور تھی کہ اب کیا کروں بیٹا ہے وہ آنے کا نام نہیں لے رہا اور بھابی بیٹی کا رشتہ کہیں اور کرنے کو بہت جلدی کر رہی ہے ارسلان بیٹا تم جلدی آ جاؤ کہیں تمہاری ماں کی پسند کوئی اور نہ لے جائے۔

اف۔ ماں یہ بھی کوئی بات ہے آپ کے لیے جیسی بہو کہو گی میں لے کر آجاؤں گا اور پھر اگر اس کی ماں یعنی ممانی نہیں اور کر رہی ہے تو کرنے دیں کوئی بات نہیں پھر نشاء خود بھی تو مجھے اب پسند نہیں کرتی وہ میرے ساتھ کیسے رہ پائے گی۔

نہیں بیٹا نشاء کی بات پر مت جاؤ تمہارے ماموں نے کہہ دیا ہے کہ اگر یہ ارسلان سے شادی کے لیے رضامند نہیں تو میں نہیں اور بھی اس کی شادی پر خوش نہیں ہوں ان کے گھر میں بہت مسئلہ بنا ہوا ہے تم جلدی آجاؤ بس پھر دیکھنا سب مسئلے ختم ہو جائیں گے۔

ارسلان یہ سنتے ہی دلی طور پر کچھ خوش تو ہوا مگر اسے دکھ اس بات کا تھا اس کی ماں پریشان تھی خیر وقت بے لگام گھوڑے کی طرح پر لگا کر اڑتا رہا اور ماہ رمضان کا دوسرا عشرہ شروع ہو گیا تھا ماں ایک ایک دن گن کر گزر رہی تھی اور پھر یوں ہوا کہ جب ارشی پاکستان آنے لگا تو ماریہ سے کہا میں جا رہا ہوں وہ بولی میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی اور ہم وہاں جا کر شادی کر لیں گے ارشی مان گیا اور اس نے ماریہ کو بھی تیار کر لیا مگر ماریہ کی ایک شرط تھی کہ وہ اپنا سب بزنس ماریہ کے نام کرے اور اپنی تمام جائیداد ماریہ کے نام کرے پھر ماریہ جائے گی۔ یہ سن کر ارشی بہت پریشان ہو گیا کہ اس نے کیا کہہ دیا مجھے اس کی اصلیت کا پتہ نہ تھا ماریہ مجھ سے نہیں میرے بزنس سے پیار کرتی ہے اور میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا ایسی لالچی لڑکی کے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

آج ارسلان کو احساس ہوا تھا کہ وہ جس کے لیے اپنے ماں سے بغاوت کر رہا تھا آج وہ اس کی نہیں اس کی دولت کی پیاسی ہے اور صرف وہ اس کے بزنس سے پیار کرتی ہے آج ارشی کو یہ معلوم ہو گیا تھا ماں باپ جو بھی کرتے ہیں اولاد کی بہتری کے لیے کرتے ہیں یہ ایک غیر لڑکی تھی اس کی اصلیت سامنے آ گئی تھی مگر نشاء تو ہمارے خاندان کو جانتی تھی اور ہم نے بچپن بھی ایک ساتھ گزارا تھا نشاء مجھ سے بہت پیار کرتی تھی جس کے لیے میں اپنی ماں کی پسند کو ٹھکرا رہا تھا آج اس نے اپنا آپ دکھا دیا سچ ہے کوئی کسی کو جانے بغیر کسی سے سچی محبت نہیں کرتی میں اپنی ماں کا سر جھکنے نہیں دوں گا آج میری آنکھیں کھل گئی ہیں کہ میں ایک غلط راستے پر چل رہا تھا اگر میری ماں کو یہ سب معلوم ہوتا تو اس پر کیا گزرتی وہ بھی مجھے معاف نہ کرتیں اور میں نہ اس جہاں کا نہ اس جہاں کا رہتا میرے پاس نہ ہی کیا ایک ماں بس ایک ہی ماں کا سہارا ہے وہ بھی ناراض ہو جاتی تو میں کہیں کا نہ رہتا۔

آج ارسلان کا رستہ صاف ہو گیا تھا اس نے ماں کو حوصلہ دیا کہ ماں آپ فکر نہ کرو میں بہت جلدی آ رہا ہوں اور آپ کی بہو بھی لے کر ہی آؤں گا جو آپ کی پسند وہ میری پسند ہے اور ماں اس بار آپ کی ہر خواہش پوری کر کے آپ کو اپنے ساتھ لے آؤں گا میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتا اور نہ ہی اب آپ کو خود سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر ماں کو کچھ حوصلہ ہوا اور رفعت بیگم کے دل سے اٹھنے والی دعائیں خدا کی بارگاہ میں جا پہنچیں جن کو خدا نے بہت جلد قبول کر لیا۔

عید کی آمد آمد تھی اور رفعت بیگم کو عید سے زیادہ اپنے بیٹے کی آمد کی خوشی تھی کہ کب میرا چاند آئے اور میری عید ہو۔ خیر وہ دن بھی آ گیا کہ بیٹا

نے فلائٹ پکڑی اور پاکستان آ گیا جب ائیر پورٹ پر اترا تو ماں کو فون کیا ماں کسی ٹھنڈی کر وا اور مکھن لگا کر پراٹھے پکاؤ میں آ رہا ہوں۔

آج وہ بہت خوش تھی اسے نہ تو گرمی لگی اور نہ ہی تھکاوٹ ہوئی اسے کے گھر میں اس کا چشم و چراغ آ رہا تھا جو ماں خود کو اتنا تنہا سمجھ رہی تھی آج اس کے سب دکھ ختم ہو گئے تھے اور ہر بیماری سے آزاد تھیں کیونکہ آج اس کا بیٹا ملنے والا تھا وہ بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی اور کبھی اپنے گھر کی طرف کہ جو گھر بالکل سنسان تھا آج اس میں خوشیاں اور رونقیں آنے والی تھی۔

آج اللہ اللہ کر کے اس ماں کا انتظار ختم ہو گیا تھا جب بیٹے نے دروازے کی دہلیز کے اندر پاؤں رکھا تو کہا ماں ارشی آ گیا ہے اسے ڈانٹو کے اتنی دیر کیوں کی کیوں اتنا انتظار کروایا آپ سے ماں ڈانٹو نا میں آپ کی ڈانٹ کھانے کو ترس گیا ہوں ماں آج بھی وہی ارشی ہے جو کل تھا اور جو بچپن میں تھا ماں دیر سے آنا آپ کو اچھا نہیں لگتا تھا اور آج تو میں دو سال بعد آیا ہوں آج مجھے کچھ نہیں ہوئی۔ لگا دیں میری شکایت میرے بابا سے اور خود بھی ڈانٹو اور بابا سے بھی ڈانٹ پڑواؤ۔

ماں کی آنکھوں میں خوشی اور غم کے ملے جلے آنسو تیر رہے تھے خوشی اپنے بیٹے کے آنے اور غم کہ وہ آج اپنے باپ کی کمی کو محسوس کر رہا تھا جو اپنے بیٹے کو بڑے ہونے کی دعائیں دیتا تھا آج وہ ہم میں موجود نہ تھا اور نہ ہی وہ اپنے بیٹے کو اس طرح دیکھ پایا تھا ماں کو اپنا شوہر یاد تو آ رہا تھا مگر ماں نے بیٹے کو گلے لگا کر سب دکھ بھول کر سب غم چھوڑ کر سب انتظار کو جھٹک کر بیٹے کو سینے سے لگایا اور بچپن کی طرح ٹھنڈی لسی اور مکھن کا پراٹھا دیا اور

آج ماں بیٹے دونوں نے نے نشاء کے گھر میں پیغام بھیجا کہ ارشی آ گیا ہے اور اب جتنی جلدی ہو سکے شادی کی تیاری کریں عید کے دن ماں نے بیٹے کے سنگ عید کی خوشی کو بہت عرصے بعد پورے ہوتے ہوئے دیکھا آج کل جہاں کی خوشیاں اس ماں کے قدموں میں تھی۔

جس کا ایک فرمانبردار بیٹا اتنا عرصہ ماں سے دور پردیس میں رہ کو بھی ماں کے بغیر کھانا نہیں کھا تا تھا جس کا ایک ہی آنکھ کا تارہ آج تک ماں سے بات کیے بغیر سو نہیں پاتا تھا جس کا لاڈلا بیٹا نیک اور فرمانبردار بیٹا ماں کا چہرہ دیکھے بنا دن کا آغاز نہیں کرتا تھا۔

کاش کہ اس دور کا ہر بیٹا ارسلان ہو اور دور رہ کر بھی ماں سے بنا رہ نہ پائے اور اسے ہر پل ماں کی خوشیوں کو جذبات کا احساس ہو اور ماں کی کمی کو محسوس کرے کاش ہر اولاد ہی اس ارشی کے جیسی ہو اور ماں ہر غم بھول جائے اور ہر دکھ سے آزاد ہو اور اگر اس دور کی اولاد ارشی کے جیسی نیک ہو تو کبھی کوئی ماں اپنی اولاد کے ہاتھوں مجبور نہ ہو اور نہ اپنی خواہشیں لے کر اشکوں بھری آنکھیں لئے زندگی سے لڑ کر ہزاروں دکھ لے کر بے چین کو ترستے ہوئے اس دنیا سے بھی ٹھوکروں سے لاوارثوں کی طرح نہ جائیں آج اس دور میں بیٹوں کے ہوتے ہوئے ایک گھر میں بیٹا عیش کی زندگی بسر کر رہا ہے تو دوسرے میں ماں اپنی سسکیوں اور اشکوں بھری زندگی کے دن گزر رہی ہیں خدا ہر مسلم کے بچے کو نیک بنائے اور ماں باپ کا فرمانبردار بنائے۔

ہوگی صبر کی جیت

تحریر۔ شازیہ گل۔ مانسہرہ۔ بھیر کنڈ۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج ایک کہانی کے ساتھ حاضر خدمت ہوں۔ جس کا عنوان میں نے ہوگی صبر کی جیت رکھا ہے یہ کہانی میں نے بہت ہی محنت سے لکھی ہے آپ قارئین کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا اگر میری کہانی شائع ہوگئی تو میں پھر ایک اور کہانی کے ساتھ حاضر خدمت ہوں گی مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے امید ہے کہ آپ میرے اس شوق کو ضرور پورا کرتے رہیں گے میں آپ کے تعاون کی مشکور رہوں گی جواب عرض میرا پسندیدہ رسالہ ہے میں کوشش کروں گی کہ اس کے لیے ایسی تحریریں لکھوں جس میں ایک سبق ہو جو معاشرے کی عکاس ہوں۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

مہندی لگے گی تیرے ہاتھ
ڈھولک بجے گی ساری رات
تجھ کو دیس پیا کا بھائے
تیرا پیار تیرے گن گائے

لہک لہک کر ڈھولک کی تھاپ لڑکیاں میں گانے گا رہی تھی۔
ارے سمیعہ دیکھو تو لڑکے والے آتے ہی ہوں گے فروا کو ہال میں لے آؤ۔
اچھا آنٹی میں جاتی ہوں سمیعہ۔ شازہ اور سمیرا فروا کو لے کر ہال میں پہنچی فروا کو سٹیج پر بٹھایا گیا۔
خدا نظر بد سے بچائے کیسا روپ آیا ہے ہماری فروا آسمان سے اتری ہوئی حور لگ رہی ہے جمیلہ خالہ اس پہ واری صدقے جا رہی تھیں۔
ارے کیوں نہ لگے جمیلہ میری بچی ہے ہی چاند کا ٹکڑا فروا کی امی نے کہا۔
اتنے میں شور مچا لڑکے والے آگئے لڑکیوں نے اور زور زور سے گانا شروع کر دیا۔

لے جائیں گے لے جائیں گے
دل والے دلہنیا لے جائیں گے
رہ جائیں گے رہ جائیں گے
پیسے والے دیکھتے رہ جائیں گے

گلزار خوبصورت ہینڈسم نوجوان تھا جو ہر لحاظ سے کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا ہے گلزار فروا کے پہلو میں سٹیج پر آ کر بیٹھ گیا وہ کن انکھیوں سے فروا کو دیکھ رہا تھا فروا بہت حسین لگ رہی تھی گلزار بہت خوش تھا اور خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی ارے گلزار کیا بار بار ہماری بھابھی کو چوری چوری دیکھ رہے ہو نظر نہ لگا دینا ہماری بھابھی کو فراز نے نعرہ لگایا۔

فروا ایک دن جھینپ سی گئی گلزار نے بھی مسکرانے پر اکتفا کیا ماحول بہت خوبصورت تھا۔

اور پھر رخصت کیا فروا بار بار ماں کے گلے لگ رہی تھی فروا رخصت ہو کر گلزار کے گھر میں آ گئی گلزار کا تین کمرے والا گھر جس میں وہ اپنے بھائی بھابھی کے ساتھ رہتا تھا آج جگمگ کر رہا تھا فروا کو ایک سجے ہوئے کمرے میں لایا گیا۔

گلزار سرکاری عہدے پر فائز تھا بہت خوبصورت اور گھبرو جوان تھا فروا بھی کوئی کم خوبصورت نہیں تھی جبھی گلزار نے جب گھونگھٹ اٹھایا تو دیکھتا ہی رہ گیا اس کی پلکیں جو اٹھیں تو ان غزالی آنکھوں سے چار ہوئی اور پھر پلٹنا بھول گئی زندگی کے کچھ سال دن عید اور رات شب برات جیسے گزرنے لگے فروا کے ساس سسر تو پہلے ہی وفات پا چکے تھے گلزار کے بڑے بھائی اور بھابھی نے اس کی شادی کروائی تھی اور پھر شادی کے بعد انہیں الگ کر دیا تھا گلزار اپنی ذمہ داریاں خود سنبھالے بڑا بھائی جاب کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے بیوی بچوں کو دوسرے شہر لے گیا۔

فروا دن بھر کام کرتی اور رات کو گلزار کے آنے کا انتظار کرتی گلزار میری کچھ طبیعت خراب ہے صبح سے سر چکرا رہا ہے۔

ارے کیا کہہ رہی ہو تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا چلو اٹھو ابھی چلو۔۔

ارے نہیں نہیں گلزار آپ پریشان نہ ہوں

کوئی بہانہ نہیں چلے گا جلدی سے تیار ہو جاؤ میں ابھی تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔

وہ دونوں ہی ڈاکٹر ثمرہ کے کلینک میں گئے ڈاکٹر ثمرہ نے فروا کو چیک کیا ٹیسٹ کیا اور پھر گلزار کے پاس آ کر کہا۔

گلزار صاحب مبارک ہو آپ کی مسز ماں بننے والی ہے یہ بہت ویک ہیں اس لیے ان دنوں ان کا خاص خیال رکھیے گا۔

گلزار بہت خوش تھا کہ فروا میں بہت خوش ہوں تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے گلزار نے فروا کی ہیلپ کے لیے ایک ماسی رکھ دی ہے جو گھر کے سارے کام کرتی تھی اور پھر وہ وقت بھی آ گیا جب فروا نے ایک خوبصورت گول مٹول سا بچہ گلزار کی بانہوں میں دیا گلزار بار بار اسے چوم رہا تھا انہوں نے بچے ساحر رکھا تھا وہ دونوں اپنے بچے کے ساتھ بہت خوش تھے۔

جب ساحر ایک سال کا ہوا تو اسی دوران گلزار میں کچھ بدلاؤ آنے لگا وہ اب رات کو گھر بھی لیٹ آنے لگا تھا ہر وقت چڑچڑا پن اور ساحر پہ بھی توجہ چھوڑ دی تھی فروہ جب پوچھتی تو یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ نوکری ہی ایسی ہے ہزاروں بکھیڑے ہوتے ہیں مگر گلزار کی طبیعت دن بدن گرنے لگی تھی وہ بہت کمزور ہونے لگا تھا وہ گلزار جو فروا کو پھولوں کی طرح رکھتا تھا اب بات بے بات فروا کو نا صرف گالی گلوچ کرتا بلکہ ہاتھ بھی اٹھنے لگا تھا اور ان جھگڑوں کے دوران ننھا سا ساحر سہم سا جاتا تھا گلزار کچھ دنوں بعد گھر آیا تو بہت مضطرب تھا فروا نے پوچھا۔

کیا ہوا ہے گلزار آپ پریشان لگ رہے ہیں طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی۔

ہاں ٹھیک ہوں میری جاب چلی گئی ہے مجھے نوکری سے نکال دیا گیا ہے۔

مگر کیوں فروا نے گھبرا کر پوچھا۔

تمہارے ہر سوال کا جواب دینے کا میں

پابند نہیں ہوں میرا دماغ مت کھاؤ۔

فروا کو فکر لاحق ہوئی تھی کہ اب گھر کیسے چلے گا سو اس نے ڈرتے ڈرتے گلزار سے کہہ ہی دیا کہ گلزار اب کیا ہوگا اب گھر کیسے چلے گا۔

تو میں کیا کروں مجھے تو کوئی اور کام نہیں آتا گلزار روز گھر سے نکل جاتا اور سارا دن منڈ گشت میں گزار کر رات کو لوٹ آتا اب اسے ساحر کی بھی کوئی پرواہ نہیں تھی گلزار کے غلط دوستوں نے اسے ہیروئن جیسے غلیظ نشے پر لگا دیا تھا جس کی وجہ سے اسے نوکری سے بھی نکال دیا گیا۔ فروا بہت پریشان تھی کیونکہ اب تو نوبت فاقوں تک آ گئی تھی فروا کو کپڑے سینے کا کام آتا تھا سوچا کیوں نہ میں کپڑے سلائی کروں اور اس طرف فروا نے ہمت کی اور ساتھ والی باجی کے توسط سے کچھ کپڑے سینے کے لیے ملنے لگے مگر جب فروا کو اپنی محنت کی مزدوری ملی تو گلزار نے وہ پیسے اس سے جھپٹ لیے اور ان پیسوں سے اپنا نشہ خرید لیا اب تو یہ معمول بن گیا کہ وہ کپڑے سلائی کر کے پیسے کماتی اور گلزار اسے مار پیٹ کر اس سے پیسے چھین کر لے جاتا اور جا کر اپنا نشہ پورا کرتا اب فروا کو مجبوراً لوگوں کے گھروں میں کام کرنا پڑا۔

ساحر اب بڑا ہو رہا تھا فروا نے ساحر کو ایک سرکاری سکول میں داخل کروا دیا ساحر بہت لائق اور ذہین بچہ تھا اس وجہ سے وہ ہر کلاس میں ہمیشہ اول آتا فروا کے والدین کو جب پتہ چلا تو وہ فروا کے گھر آئے اور اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔

فروا ہم تمہارے ماں باپ ہیں تم نے ہمیں بھی بتانا گوارہ نہیں کیا ہم تمہیں یوں برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتے ہم تمہیں لینے آئے ہیں فروا نے والدین سے کہا۔

نہیں ابو میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔

کیوں نہیں جا سکتی۔ ہم نشئی کو اپنا داماد نہیں مانتے ابھی تمہارا بیٹا بھی چھوٹا ہے اک عمر پڑی ہے تمہارے سامنے اس نشئی کے لیے اپنی زندگی برباد مت کرو۔

نہیں ابو میں گلزار کو نہیں چھوڑ سکتی وہ جیسے بھی ہیں میرے شوہر ہیں اور ساحر کے باپ میں ساحر کی شخصیت برباد نہیں کرنا چاہتی۔

فروا کو اب بھی گلزار سے محبت تھی فروا کے والدین ناراض ہو کر اس سے ہر رشتہ توڑ کر چلے گئے یہ سوچ کر کہ جب یہ ان حالات سے تنگ آ جائے تو خود ہی ہمارے پاس چلی آئے گی۔ فروا جانتی تھی ماں باپ چاہے جیسے بھی ہوں بچے ہمیشہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی خوش رہتے ہیں فروا کے والدین اس کی پروا کرنی چھوڑ دی اور گلزار کے بھائی بھابھی تو پہلے ہی لاتعلق ہو چکے تھے اب سارے حالات کا فروا کو اکیلے ہی سامنا کرنا تھا اس لیے فروا نے ٹھان لی کہ چاہے کچھ بھی ہو وہ حالات کا مقابلہ کرے گی وقت کا دھارا اپنی رو سے چلتا رہا فروا دن رات ایک کر کے اور تھوڑے سے پیسے بچانے لگی تا کہ گلزار کا کسی اچھے ڈاکٹر سے علاج کروا سکے اور اس سے نشے کی لت چھڑائی جا سکے مگر ایک دن گلزار نے اس کو پیسے صندوق میں رکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور جب فروا کام کرنے چلی گئی تو موقع ملتے ہی گلزار نے وہ پیسے نکال لیے اور جا کر خوب نشہ کیا حسب معمول آج فروا نے صندوق کھولا دیکھوں تو کتنے پیسے ہوئے ہیں مگر وہاں سے تو پیسے نہ ملے تو فروا سمجھ گئی کہ گلزار نے ہی پیسے چرائے ہوں گے سو چپ ہو گئی اور کاتب تقدیر سے اپنی قسمت کا گلہ

کرنے لگی۔

اللہ ہمیشہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور جو پیسے رہ گئے وہی کامیاب رہے یہ بات اس کے دماغ میں گھومنے لگی تو اس نے اللہ سے معافی مانگی اور دعا کی اللہ مجھے اپنے امتحانوں سے سرفرو کرنا مجھے صبر استقامت عطا فرما تاکہ میں صبر سے حالات کا مقابلہ کرسکوں۔

ساحر نے میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کر لی تھی اور آگے بھی پڑھنا چاہتا تھا مگر حالات ایسے نہیں تھے۔ ساحر بہت حساس تھا اس نے محنت مزدوری شروع کر دی تاکہ اپنی آگے کی تعلیم کا خرچہ خود اٹھا سکے اور پرائیویٹ پڑھنے لگا۔

ساحر بیٹا آجا کھانا کھالے میری جان دن بھر محنت مزدوری کرتے ہو اور رات کو بھی پڑھائی نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا نہ سوتے ہو۔

کیا کروں امی میں آپ کی زندگی کا کل اثاثہ ہوں میری بھی کچھ خواہشیں ہیں تمنائیں ہیں جنہیں مجھے خود پورا کرنا ہے۔

اچھا اچھا میرے بچے ابھی اٹھو فریش ہو کر کھانا کھالے میں جانتی ہوں میرا بیٹا بہت بہادر ہے اور میری دن رات کی دعائیں ضرور رنگ لائیں گی۔۔

ہاں اماں ایک آپ ہی تو ہیں جسے میری فکر ہوتی ہے کبھی کبھی مجھے بہت دکھ ہوتا ہے جب میں اپنے دوستوں سے والدین کو انکے بارے میں فکرمند دیکھتا ہوں ایک میرا باپ ہے جیسے سوائے نشے کے کسی چیز کی فکر نہیں گھر بھی تب آتا ہے جب نشے کے لیے پیسے چاہئیں ہوں یا کھانے کی طلب ہو۔

ہاں بیٹا بس میرے مقدر کی بات ہے ورنہ کسی ٹائم میں تمہارا باپ بھی سرکاری عہدے پر فائز تھا غلط صحبت اور غلیظ دوستوں کی وجہ سے برباد ہو گیا۔ اچھا بیٹا آپ کھانا کھالو مجھے ذرا خالہ سکینہ کا جوڑا سینا ہے صبح کام پر جاتے ہوئے دے جانا۔

امی میں نے کھانا کھالیا ہے اب میں تھوڑی سٹڈی کرلوں پیپر قریب آرہے ہیں۔

ہاں بیٹا کیوں نہیں بہت محنت کرتے ہو خدا تمہاری محنتوں کو رائیگاں نہیں جانے دے گا۔

فروا فروا کہاں ہو کدھر مر گئی ہو۔

جی گلزار میں یہاں ہوں کچن میں آپ کب آئے۔

ہاں ہاں تم تو چاہتی ہو کہ کبھی نہ آؤں مر کھپ جاؤں کہیں۔

خدا نہ کرے کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔

زیادہ باتیں نہ کرو اور جلدی سے مجھے پیسے دو میرا بدن ٹوٹ رہا ہے مجھے نشے کے لیے پیسے چاہئیں۔

کہاں سے لاؤں میں پیسے آج فروا کا ضبط جواب دے گیا تھا جبھی فروا بول پڑی سارا دن لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہوں گھر آکر کپڑے سیتی ہوں اور ہمارا یہ معصوم بچہ جس کی ابھی پڑھنے کی عمر ہے تمہاری وجہ سے مزدوری کرنے اینٹوں کے بھٹے پہ جاتا ہے اور اپنی تعلیم کا شوق پرائیویٹ امتحان دے کر پورا کر رہا ہے تمہیں اس معصوم پہ ترس نہیں آتا کیوں نہیں چھوڑ دیتے تم نشہ۔

میں کیا کروں نہیں چھوڑ سکتا نشہ چھوڑوں گا تو مر جاؤں گا کیوں نہیں سمجھتی تم یہ بات تم فکر نہ کیا کرو میرے پاس آج پیسے نہیں ہیں۔

باہر ہو گیا اور فروا وہیں فرش پر ... بیٹھ گئی۔

رک جائیں ابو اگر آپ میرے باپ ہیں ساحر نے چلا کر کہا۔ آج مجبوراً ساحر کو بدتمیزی کی حد پار کرنی پڑی تھی ساحر جواب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا کشادہ چھاتی باپ سے بھی بڑھتا ہوا قد مضبوط جسامت اس کی عمر اور جسامت کے ساتھ ساتھ اس کا غصہ بھی بڑھتا جا رہا تھا آج ساحر کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھی اور آج اس کی آنکھیں بہت خطرناک تھیں گلزار غصے سے بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا ساحر بچپن سے اپنی ماں کو اپنے باپ کے ہاتھوں پٹتا ہوا دیکھ رہا تھا آج ساحر ضبط نہ کر سکا اور بول پڑا۔

امی آئیں میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں ابو نے بہت بے دردی سے آپ کو مارا ہے آپ کو۔ مجھے معاف کر دیں امی میں نے ہمیشہ آپ کی تربیت کو اپنا معیار بنایا ہے میں نہیں چاہتا تھا کہ میں ابو سے بدتمیزی کروں مگر آج تو انہوں نے حد ہی کر دی دیکھیں نا کتنا خون نکل رہا ہے آپ کے سر سے۔

رہنے دو بیٹا کوئی بات نہیں وہ بیچارہ بھی کیا کرے جب نشہ اسے ستاتا ہے تو وہ ہمیں ستاتا ہے یہ نشہ ہے ہی بڑی نامراد شے۔

رہنے دیں امی ابو ہمیشہ آپ پہ ظلم ہی کرتے ہیں اور آپ ہمیشہ ان کی ہی سائیڈ لیتی ہیں چلیں میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں خون بہت بہہ رہا ہے۔

ارے نہیں میری جان تو فکر نہ کر میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔

فکر کیسے نہ کروں امی میرا آپ کے سوا

... ہے ہی کون ... یہ کہہ کر ساحر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا وہ ساحر جو کچھ وقت پہلے شیر کی طرح دھاڑیں مار رہا تھا اب اپنی ماں کے زخم اور ماتھے سے بہنے والے خون کو دیکھ کر بلک بلک کر رو رہا تھا فروا نے ساحر کو گلے لگا لیا پیار کیا اس کا ماتھا چوما کیونکہ وہی تو تھا جس کے لیے وہ زندہ تھی ساحر نے ماں کو پکڑ کر اٹھانے کی دعا پر ماں تو جیسے زمین سے چپک گئی تھی۔

نہیں ساحر بیٹا مر جانے دے اپنی اس بد نصیب ماں کو نہیں کروانی مجھے کوئی مرہم پٹی اس زندگی سے تو موت ہزار درجہ بہتر ہے آج فروا بہت دلبرداشتہ ہو گئی تھی جوان بیٹے کے سامنے زور زور سے مار کھانا اس کے لیے شرمندگی کا باعث تھا مگر وہ مجبور تھی کیونکہ گلزار کوئی بات کہتا تو تب نہ اسے نشے سے مطلب تھا مار پیٹ اس کا معمول بن گیا تھا اور سہنا فروا کی مجبوری ساحر کی ضد کے آگے فروا کو ہار ماننا پڑی کیونکہ فروا اپنے بیٹے کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی تھی سو مان گئی ساحر اپنے مضبوط بازوؤں سے اپنی کمزور ماں کو یوں تھاما کہ زخموں درد سے چور بھاری پڑتا ہوا وجود فروا کو ایک دم ہلکا سا محسوس ہونے لگا اور وہ دونوں ڈاکٹر کے پاس چل دیئے مرہم پٹی کروا کے فروا جب گھر آئی تو ساحر کو سمجھانے لگی۔

دیکھو بیٹا تم اب بڑے ہو گئے ہو مگر یہ کبھی مت بھولنا یہ گلزار آپ کا باپ ہے اور میں نے آپ کی تربیت ایسی نہیں کی کہ بڑوں سے بدتمیزی کرو آپ کے ابو واپس آ جائیں تو ان سے معافی مانگو ماں باپ چاہے جیسے بھی ہوں اولاد کے لیے قابل احترام ہوتے ہیں۔

اچھا امی جیسے آپ کہیں گی میں ویسا ہی

کروں گا۔

وقت کٹتا گیا ساحر نے پرائیویٹ بی اے کر لیا اب وہ چاہتا تھا کہ کوئی اچھی سی جاب ہو مگر اسے مسلسل ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کیونکہ نا اس کی حیثیت رشوت دینے کی تھی نا ہی کوئی سفارش تھی اس کے پاس آج بھی وہ ایک انٹرویو دینے کے لیے نکلا اور جاتے ہوئے ماں سے کہا ماں دعا کرنا آج انٹرویو کامیاب رہے ورنہ یہ ناکامیاں اور مایوسیاں مجھے مار ڈالیں گی جب انٹرویو دینے پہنچا تو انہوں نے بغیر سی وی دیکھے اسے ریجیکٹ کر دیا ساحر بہت دلبرداشتہ ہوا اور واپس آ گیا مگر آج اس نے سوچا کہ کب تک یوں منہ لٹکا کر گھر جاتا رہوں گا میری ماں کتنی محنت کرتی ہیں اور مجھے کتنوں سے پڑھایا ہے مگر میں ان کا خواب پورا نہیں کر سکا وہ خود سے محو گفتگو تھا آج مایوسیوں کا اتھا گہرائیوں میں ڈوبا بے دھیانی سے سڑک کنارے پیدل چلا جا رہا تھا چلتے چلتے وہ ایک شہر سے دور سنسان جگہ پر پہنچ گیا تھا جہاں سڑک کنارے جابجا بڑے بڑے درخت تھے ابھی وہ ان ہی سوچوں میں جا رہا تھا کہ وہ کہاں پہنچا ہے کہ ایک وین جو کہ بہت زور سے جھٹکے سے رکی اور اس میں سے کچھ لوگ ہاتھ میں کچھ سامان اور باہر نکلے اور چند لوگوں کو باہر نکالا جن میں ایک بچہ اور ایک بچی بھی دو مرد اور ایک عورت تھے وہ کنڈلی پر تھے یا کوئی غنڈے ساحر سمجھنے سے قاصر تھا ساحر نے خود کو ایک بڑے درخت کی اوٹ میں چھپا لیا اور دیکھنے لگا یکایک اس کے ذہن میں ایک بات آئی کہ مرنا تو ویسے بھی ہے کیوں نا ان لوگوں سے لڑ کر مروں اگر ان یرغمال لوگوں میں سے ایک بھی بچ گیا تو میری مغفرت کے لیے دعا تو کرے گا اور آج تقدیر کو شاید اس کا ساتھ دینا تھا۔ ان تین غنڈوں میں سے ایک آدمی نے موبائل نکالا وہ شاید کسی سے بات کرنا چاہ رہا تھا مگر اسے سگنل پرابلم کی بحالی کی خاطر اس طرف چلنے لگا جہاں ساحر چھپ کے کھڑا تھا جیسے ہی وہ اس درخت کے پاس پہنچا ساحر نے کمال سے پھرتی سے ایک جمپ لگا کر اس غنڈے کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر ہے اس سے ہتھیار چھین لیا اور اندھا دھند ان پر برس پڑا اس جوابی کارروائی کے لیے دوسرے دو آدمی بھی آگے بڑھے مگر وہ ہی ڈھیر ہو گئے ساحر خود بھی حیران تھا کہ اس میں اتنی ہمت کیسے آ گئی جن لوگوں کو وہ اغوا کر کے لے جا رہے تھے وہ ایک ریٹائرڈ افیسر تھے اور دوسرے ان کے دوست ڈاکٹر جو کہ ان سے ملنے ان کے گھر آئے تھے ایک ان کی بہو اور ایک پوتی اور پوتا جو لوگ انہیں لے کر جا رہے تھے وہ کالعدم تنظیم کے کچھ لوگ تھے ان کے کچھ دوست ان کے پاس تھے انہیں چھڑوانے کے لیے انہوں نے ان لوگوں اور ان کی فیملی کو یرغمال بنایا تھا۔

ساحر نے ان کی جان بچا کر ان پر بڑا احسان کیا تھا اس آدمی نے ساحر کو اس کی بہادری پر مبارکباد دی اس کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا ساحر بیٹا آپ نے ان غنڈوں کو خاک میں ملا دیا آپ کو ڈر نہیں لگا۔

نہیں سر مجھے موت کا خوف نہیں ہوتا میں تو خود ہی موت کا متمنائی ہوں۔

خدا نہ کرے بیٹا کیسی باتیں کر رہے ہو کچھ نہیں سر چھوڑیں اس بات کو آپ بتائیں آپ کو کہاں جانا ہے میں آپ کو آپ کے گھر تک چھوڑ

آتا ہوں انہوں نے ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر اور اس صاحب کے گھر چل دیئے راستے میں ڈاکٹر صاحب کو انکے گھر چھوڑا جیسے ہی وہ صاحب کا بنگلہ آیا اور انہوں نے گاڑی روکی تو ساحر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اتنا بڑا عالیشان بنگلہ ساحر اُکے گھر تک چھوڑ کر اور خود واپس پلٹنے لگا تو وہ صاحب نے ساحر کو زبردستی منا لیا اور اپنے ساتھ اندر لے گئے ساحر کے لیے چائے منگوائی ساحر نے بھی اور صاحب نے بھی چائے پی انہوں نے ساحر سے پوچھا۔

بیٹا اب بتاؤ کہ آپ کو کیا مسئلہ ہے آپ اتنی مایوسی والی باتیں کیوں کرتے ہو مجھ سے کچھ مت چھپاؤ میں نے آپ کو بیٹا کہا ہے آپ ہمارے محسن ہو آپ کو بتانا ہی ہوگا۔

وہ صاحب بہت بھلے انسان تھے اور ساحر نے انہیں سب کچھ بتا دیا کہ کیسے ہو نوکری کی تلاش میں دربدر خواب ہو رہا ہے مگر رشوت یا سفارش نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک ناکام ہوں صاحب نے پوچھا۔

آپ کی نوکری میں لگوا دوں گا آپ کی تعلیم کتنی ہے۔

سر بی اے کیا ہے آگے بھی پڑھنا چاہتا ہوں مگر حالات ایسے نہیں ہیں اپنی تعلیم کو جاری رکھ سکوں انہوں نے کہا۔

میں تمہیں سرکاری جاب دیتا ہوں

ساحر مان گیا پھر سرکاری نوکری تو ساحر کا بچپن کا خواب تھا مگر یوں پورا ہو جائے گا اس نے سوچا بھی نہ تھا ساحر نے نیک شخصیت کا شکریہ ادا کیا جس کی وجہ سے اس نے اپنے والد گلزار کو شہر والے ہسپتال میں داخل کروا دیا جہاں ڈاکٹر رحمان نے انکا علاج کیا ساحر ایک بہادر اور محنتی نوجوان تھا وہ اپنی محنت اور لگن سے منزلیں طے کرنے لگا اور ان کو سرکاری گھر بھی مل گیا تھا۔

اب فروا کی زندگی میں بھی سکون آ گیا تھا اور گلزار بھی علاج کی وجہ سے بہتری کی طرف جا رہا تھا آج فروا کو اس کی محنت کا ثمر ملنے کا وقت آ گیا تھا اور گلزار بھی ٹھیک ہو کر گھر آ گیا تھا ساحر اور فروا بھی بہت خوش تھے بناء کی دوری اس سے خوب بچ رہی تھی بے شک خدا بھی کسی کے صبر کو آزماتا ہے آزماتا کہ وہ سہہ نہ سکیں رب تو اپنے بندوں سے بے پناہ پیار کرتا ہے فروا نے آج شکرانے کے نفل ادا کیے تھے سجدہ شکر ادا کیا ساحر بھی بہت خوش تھا بے شک آج صبر جیت گیا تھا۔

قارئین یہ میری ادنیٰ سی کاوش آپ سب کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا شکریہ۔

شازیہ گل مانسہرہ۔ میرکنڈ محلہ سواتیاں

طاہر عباس۔ شجاع آباد کی شاعری

غزل

مت دو صنم روٹھنا زندگی تنہا ہو جائے گی
دل کے ٹکڑے کی انتہا ہو جائے گی
جوڑ بیٹھے ہیں سانسوں کا رشتہ ہم
پل بھر میں خوشبو گل تنہا ہو جائے گی
پیار میں بہت بڑی سزا ہوگی ہے
معلوم نہ تھا پیار میں ہمیں
جدائیوں کی ایک لمبی سزا ہو جائے گی

- اگر کچھ بننا چاہتے ہو تو ایک لمحہ بھی ضائع مت کرو۔
- تم خود نیکی کرو کر دوسروں سے نیکی کی امید نہ رکھو۔
- اللہ تعالیٰ دو باتوں کو پسند کرتا ہے۔ عہد پوری اور میانہ روی۔
- اگر کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو غم بھی نہ دو۔

برسوں بعد

تحریر۔ایم وکیل عامر جٹ۔ساہیوال۔

شہزادہ بھائی۔السلام علیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج پھر ایک کہانی برسوں بعد لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ میری دوسری کہانیوں کی طرح اس کو بھی اپنی بزم میں شامل کر کے شکریہ کا موقع دیں گے یہ کہانی پڑھنے والوں کے لیے ایک سبق ہے امید ہے کہ جواب عرض کی کہانیوں کو پڑھنے کے بعد اس میں سبق لیا کریں کیونکہ جواب عرض ہی ایسا رسالہ ہے جو ہمارے دکھوں کو شائع کرتا ہے اور اس میں ایک سبق چھوڑ جاتا ہے امید ہے کہ آپ بھی سبق حاصل کریں گے۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اس کے بارے میں آپ سے رائے دینی ہے میں منتظر رہوں گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

قاسم کی بوڑھی آنکھیں لرز رہی تھیں اور ان سے ٹپ ٹپ آنسو برس رہے تھے قاسم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے رات کے بارہ بج رہے تھے اور وہ صحن میں بچھی ہوئی چارپائی پر بیٹھا تھا آج پھر ساون برسنے جیسا منظر تھا اس کے کچھ فاصلے پر ایک چارپائی پر اس کی بیوی رخسانہ اور ایک چارپائی پر صبا سوئی ہوئی تھی ان کو کیا پتہ تھا کہ قاسم پر کیا گزر رہی ہے آج ہونے والے واقعہ نے رخسانہ کو بھی چکنا چور کر دیا تھا پر وہ اس بات کو بھول جانا چاہتی تھی اس نے قاسم کو بھی کہا تھا کہ آپ بھی اس بات کو دل پر مت لو۔

اندر سے رخسانہ بھی رو رہی تھی لیکن وہ اس واقعہ کو بھول کر سو گئی تھی لیکن قاسم ابھی تک جاگ رہا تھا اس کا جی چاہتا تھا کہ مار ڈالے اپنے آپ کو وہ جانتا تھا کہ اسے اس کے گناہ کی سزا ملی ہے تو وہ انجانے میں کر بیٹھا تھا روتے روتے اس کے دماغ نے ساری یادوں کو جو اس کے ماضی سے جڑی ہوئی تھی اکٹھا کیا اور ایک فلم کی طرح سارا منظر قاسم کی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگا اور قاسم آہستہ آہستہ آنکھیں بند کرتا بہت پیچھے اپنے ماضی میں پہنچ گیا تھا۔

قاسم ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اس کے والدین صلوٰۃ صوم کے پابند تھے اس لیے قاسم کو بھی انہوں نے اپنے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا صبح فجر ٹائم مسجد جا کر اپنے بابا کے ساتھ نماز پڑھتا آ کر سکول جاتا پھر آ کر تھوڑا آرام کر کے مسجد جاتا شام کر کھیلتا یہ اس کے روزانہ کے کام تھے بڑھتے بڑھتے وہ پانچویں کلاس میں آ گیا۔

اس کے بعد اس نے بابا جان کا حکم تھا کہ
اسے مدرسے میں داخل کروا دے تاکہ قرآن حفظ
کرلے اور بابا اس جان کے حکم کی تعمیل کرنی تھی
اسے کیونکہ وہ دین اسلام کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے
اور اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں امامت کرتے
تھے اس لیے قاسم کو سر جھکا کر پانچویں کے رزلٹ
کے بعد مدرسے جانا پڑا وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا
قاسم دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی
حاصل کر رہا تھا اور تین سال میں وہ مڈل پاس کر
گیا تھا اور قرآن مجید بھی حفظ کرلیا پھر وہ وہی پچھلے
دن کی طرح پڑھتا اور شام کو کھیلتا اب قاسم جوانی
کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا اس کے بھی بہت سے
دوست بن چکے تھے وہ قاسم کو بہت کچھ سناتے
تھے اور اپنی محبتوں کی کہانیاں سنتے تو قاسم ان کے
پاس سے اٹھ جایا کرتا تھا کیونکہ اسے ان باتوں
سے کوئی سروکار نہیں تھا اور نہ ہی اس کا ذہن اسے
اس بات کی اجازت دیتا تھا کیونکہ وہ جو بھی باتیں
بتاتے تھے اسلامی وہ اسلامی کتابوں میں پڑھ چکا
تھا کہ یہ زنا ہے خدا کے پاس اسکی بہت بڑی سزا
ہے اس لیے وہ ان چکروں سے دور ہی رہتا
تھا اس طرح وہ میٹرک مکمل ہوگئی تھی اب وہ پوری
طرح سے دنیا کو اور دنیا کی رنگینیوں کو دیکھ چکا تھا
اس کے باوجود بھی وہ ان رنگینیوں سے دور ہی رہا
پھر کالج کا دور شروع ہوا یہاں بھی اس نے سب
سے دور دور رہتا اور بس پڑھائی کی حد تک رہنا
اس نے شیوہ اپنا لیا تھا کالج میں بہت سی پارٹیز
ہوتی تھی لڑکیوں کے لڑکے دوست اور لڑکوں کی
لڑکیاں دوست اور لڑکیوں کے بہت سے بوائے
فرینڈ تھے وہ ان کے ساتھ بریک ٹائم پر کینٹین پر
جاتیں اور بیٹھ کر گپیں لگاتے اور گانے گاتے ہمارا
معاشرہ کس حال میں تھا قاسم گھر آ کر بھی اپنے بابا
جانی سے سب کچھ کہتا اور کالج کا ماحول بتاتا کہ کیا
کچھ ہو رہا ہے پر قاسم کا بابا اسے ایک ہی بات بتاتا
کہ بیٹا بھی چیزوں سے دور ہی رہنا ورنہ ان
چیزوں میں ایسا کھو جاؤ گے کہ نکلنا مشکل ہی نہیں
ناممکن ہو جائے گا بیٹا اب آپ بڑے ہو گئے ہیں
مجھے اپنا دوست سمجھو اس لیے میں نے آپ کو بابا
جانی کہنے کی اجازت دی ہے بس بیٹا ان رنگینیوں
میں کہیں گم نہ ہو جانا یہ دنیا حسین فریب ہے جو بھی
اس میں کھو گیا وہ اپنی ذات کو بھی بھول گیا اور اپنے
رب کو بھی بھول گیا۔

قاسم نے اپنے بابا جانی سے وعدہ کیا کہ وہ
بھی کوئی گناہ نہیں کرے گا قاسم نے ایف اے
مکمل کرلیا اس کے بعد اس کے بابا جانی نے کہا
کہ بیٹا اب اور پڑھ کر کرنا ہے ایسا کرو شہر کے ایسا
کرو شہر کے مدرسے میں بچوں کو پڑھایا کرو وہاں
کا انچارج میرا دوست ہے وہ کہہ رہا تھا کہ وہاں
اساتذہ کی کمی ہے اس لیے تم پڑھانے آجایا کرو تو
قاسم نے کہا بابا جانی میں نے جانے سے انکار تو
نہیں کیا مگر ابھی کچھ ماہ آرام کرنا چاہتا ہوں تو بابا
جانی نے کہا۔ٹھیک ہے بیٹا جیسے آپ کی خوشی

اس طرح قاسم کو نماز کے علاوہ کوئی کام نہیں
تھا شام کو دوستوں کے ساتھ کھیل لیا اور دوستوں
سے گپ شپ لگا لیا ایک شام کو وہ اپنے دوستوں
کے ساتھ اپنی بیٹھک میں بیٹھے تھے تو انہوں نے
قاسم سے کہا۔قاسم دوسرے شہر میں ایک بہت بڑا
میلہ لگا ہوا ہے وہاں کافی خوبصورت منظر ہیں ہم
سب دوست مل کر جا رہے ہیں سوچا آپ کو بھی
ساتھ لے جائیں ویسے بھی آپ ان دنوں فری
ہیں تو قاسم نے کہا۔

دل تو میرا بھی کر رہا ہے کیونکہ مجھے بچپن سے ہی گی ایرانی سرکس دیکھنے کا بہت شوق ہے پر مجھے بابا جانی نہیں جانے دیں گے تو اس کے سب دوستوں نے کہا۔ ہم آپ کے بابا جانی سے بات کرتے ہیں تو ایسا کرو بابا جانی کو بیٹھک میں بلا لو تو قاسم کے بابا جانی نے انکار کیا لیکن سب کے آگے ہتھیار ڈال دیئے تو پھر بابا جانی نے اوکے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے میں تمہارے ذمہ بھیج رہا ہوں وہاں کوئی غلط کام نہ کرنا تو سب نے کہا ۔بابا آپ پریشان نہ ہوں۔

اس طرح ہی انہیں جانے کی اجازت مل گئی اگلے دن سب دوست صبح صبح نکل پڑے اور بس میں بیٹھ کر بھی خوب گپیں لگا رہے تھے دوپہر کو میلے پر پہنچ گئے قاسم کے تو ہوش ہی اڑ گئے اتنا بڑا میلا دیکھ کر اور اتنی دنیا دیکھ کر بہت بڑے بڑے جھولے دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے یہ جھولے ان کے اوپر گر جائیں گے اس طرح ہی گئے انہوں نے دی ایرانی سرکس کا شو دیکھا پھر باہر نکل کر دربار کی طرف چل دیئے دربار پر پہنچ کر سب نے سلام کیا اور پھر باہر صحن میں بیٹھ گئے وہاں کافی ملنگ ٹائپ لوگ کچھ پانی پی رہے تھے پیالوں میں ڈال کر اس کے دوستوں نے بھی وہ پانی پیا اور قاسم کو بھی کہا کہ تم بھی پی لو قاسم نہ مانا سب نے اسے زبردستی پلا دیا اور ہنسنے لگے۔ لو قاسم آپ بھی مزے لو بھنگ کے قاسم کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا وہ آواز نکالتا تو اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ بہت دور سے بول رہا ہو بیٹھے بیٹھے قاسم کانپ رہا تھا کیونکہ بھنگ کا نشہ ہی اس پر حاوی ہو گیا تھا پھر قاسم نے آنکھیں کھولیں تو اسے ساری دنیا گھومتی ہوئی دکھائی دی پھر ایسا ہوا کہ چار پانچ لڑکیاں دربار پر سلام کرنے آئیں ان میں سے ایک لڑکی کے چہرے پر نقاب کیا ہوا تھا تو قاسم ایک دم سے زمین پر سے اٹھا اور نقاب پوش لڑکی پر جھپٹ پڑا سبھی حیران تھے کیا ہوا قاسم کے منہ سے ایک ہی لفظ نکل رہا تھا کہ اپنا چہرہ دکھاؤ اور اس لڑکی کی چادر کھینچ رہا تھا لڑکی چیخ رہی تھی اور اپنا بچاؤ کر رہی تھی اتنے میں بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے انہوں نے قاسم کو پکڑ لیا اور بہت مارا قاسم کے دوست بھی چھپ گئے جب وہ مار کھا کر زمین پر گر پڑا تو سبھی لوگ چھوڑ کر چلے گئے تھے اس کے دوستوں نے آ کر اسے اٹھایا ہاسپٹل لے گئے ڈاکٹرز نے میڈیسن دی شام تک قاسم بہتر ہو گیا تھا قاسم رو رہا تھا کہ مجھ سے ایسی غلطی ہو گئی ہے میں نے تو آج تک کسی لڑکی کی طرف دیکھا تک نہیں ہے شام کو سب لوگ واپس آ گئے وہ سارے راستے میں روتا رہا گھر آ کر بھی انہوں نے جھوٹ بولا کہ قاسم کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا یہ گاڑی سے ٹکرا گیا تھا اس طرح دن گزرتے رہے قاسم اس واقعہ کو بھول چکا تھا۔ پھر دو تین ماہ بعد قاسم نے شہر کے مدرسے میں پڑھانا شروع کر دیا اب اسے جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو وہ رو پڑتا ہے پھر قاسم کے بابا جانی نے اس کی منگنی کر دی دوسرے شہر میں اس کا دوست رہتا تھا ان کے جاننے والے تھے لڑکی والے قاسم کے ماں باپ کو لڑکی اچھی لگی قرآن پاک کی حافظہ تھی لڑکی والوں کو بھی قاسم پسند آ گیا یوں قاسم اور رخسانہ کو ایک دوسرے سے قدرت نے ملوا دیا دن گزرتے رہے اور قاسم اور رخسانہ نے ایک دوسرے کو دیکھا نہیں تھا کیونکہ ان کا گھرانہ مذہبی تھا اور وہ اس بات کو زیب نہیں دیتے تھے دن پر دن گزرتے گئے قاسم کی شادی کے دن

مقرر کردیے گئے یوں ایک دن شادی کا بھی آگیا سبھی بہت خوش تھے قاسم کو تیار کیا گیا اس کے دوست خوب شور شرابے سے بارات لے کر آئے تھے قاسم کے بابا جانی نے بھی کسی کو نہیں روکا کیونکہ اس کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ اس کی شادی خوب دھوم دھام سے کرنا چاہتا تھا یوں بارات دوسرے شہر پہنچ گئی بارات کی خوب عزت کی گئی پھر تھوڑی دیر بعد نکاح ہوا اور کھانے کے بعد گھر بلایا گیا دلہا کو دودھ پلائی گئی۔ رسم کے لیے قاسم کے ساتھ تین چار بزرگ اور تین چار دوست ایک ساتھ ان کے صحن میں بچھے ہوئے صوفے پر بٹھایا گیا۔ اور قاسم کے چہرے پر سے سہرا ہٹا دیا گیا اور اوپر چھت پر دوسرے کمرے میں رخسانہ کو دلہن بنایا جارہا تھا تو اس کی سہیلیوں نے کہا۔

رخسانہ چلو دلہا دیکھتے ہیں رخسانہ مانی نہیں اس کو زبردستی وہ دوسرے پاس لے آئیں وہاں سے نیچے کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا انہوں نے جیسے ہی نیچے دیکھا ایک دم رخسانہ کی چیخ نکل گئی وہ پڑی تھی اس کی سہیلیوں نے بھی قاسم کو دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے کہا رخسانہ یہ تو وہی پاگل لڑکا ہے جس نے دربار پر آپ کے ساتھ بدتمیزی کی تھی تمہیں سب کے سامنے تماشہ بنایا تھا تم اس کے ساتھ شادی کررہی ہو ایک پاگل کے ساتھ تو رخسانہ نے روتے ہوئے کہا۔

نہیں میں یہ شادی نہیں کروں گی اس گھٹیا انسان کے ساتھ۔ رخسانہ نے ایک لڑکی کو بھیجا اور کہا کہ میرے چاچو کو اور ابو کو بلا کر لاؤ ایک لڑکی جا کر دونوں کو لے کر آئی تو رخسانہ نے اپنے چاچو کو اور ابو کو سب کچھ بتادیا رخسانہ کا چچا پہلے ہی بہت غصے والا تھا اس نے جلدی سے کمرے میں پڑا ہوا گلدان اٹھا جو کہ پتھر کا تھا اور بھاگ کر نیچے آتے ہی قاسم کے سر پر مارا ایک چیخ کے ساتھ قاسم کے سر سے خون بہنے لگا ابھی جو سر سہرے سے سجا ہوا تھا اب خون سے لت پت تھا کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا کافی لوگ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے رخسانہ کے چچا کو پکڑ لیا اور پوچھا۔ کیا ہوا تم لوگ اس طرح لڑکی رخصت کرتے ہو تو رخسانہ کے ابو نے سب لوگوں کو ساری حقیقت بتادی کہ اس نے قاسم نے بدتمیزی کی ہے ساری بات سننے کے بعد قاسم کا بابا جانی بھی رو پڑا اور رخسانہ کے والد کے پاؤں میں گر کر معافی مانگی۔ ہمیں معاف کردیں ہم اس طرح واپس جائیں گے تو پورے خاندان والے اور گاؤں میں ہماری ناک کٹ جائے گی لیکن رخسانہ کے چچا نے ایک نہ سنی اس نے کہا۔ نکل جاؤ اس گھر سے ہمیں تم لوگوں سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا۔

ساری بات نکل کر گاؤں کے نمبردار کے پاس چلے گئے اور قاسم کے دوست اس کو ڈاکٹر کے پاس لے گئے پھر کسی نے نمبردار کو بتایا کہ جیسے اس نے بھنگ کے نشے میں ایسا کیا رات تک یہ سلسلہ چلتا رہا بارات کو رخسانہ کے گھر والوں کو بھی اکٹھا کیا گیا اور نمبردار کے ڈیرے پر فیصلہ ہوا آخر نمبردار نے کہا۔ سب باتوں کو بھول جاؤ یہ لڑکا حافظ قرآن ہے پتہ نہیں کیسے اس سے یہ غلطی ہوگئی کل ان کے ساتھ دلہن کو بھی بھیجنا ہے سبھی باتوں کو بھول جاؤ یوں پوری بارات نمبردار کی حویلی میں رکی صبح نمبردار نے بارات کے ساتھ دلہن کو بھی بھیج دیا گھر پہنچ کر پورے گاؤں کو پتہ چل گیا لوگ ان پر تھو تھو کررہے تھے رات کو

رخسانہ پھولوں کی سیج پر بیٹھی رو رہی تھی اسے وہ
خوشی نہیں ہو رہی تھی جو ہر لڑکی کو ہوتی ہے اس کے
سپنے پورے ہونے پر وہ اپنی قسمت کو کوس رہی تھی
رات کو قاسم کمرے میں داخل ہوا اس نے رخسانہ
کو سلام کیا لیکن رخسانہ نے سلام کا جواب نہ دیا
اور قاسم سے کہا۔ ہم صرف نام کے میاں بیوی
ہیں اس کے علاوہ ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ قاسم نے
بہت کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں وہ سب انجانے
میں ہوا لیکن رخسانہ اسی طرح ہی اپنے فیصلے پر قائم
رہی وقت گزرتا گیا رخسانہ قاسم سے سیدھے منہ
بات نہیں کرتی تھی قاسم روتا ہوا اور اللہ سے
دعائیں مانگتا ہوا ان کی شادی کو دس سال ہو گئے
تھے اب رخسانہ پہلے سے بہتر خیال رکھتی تھی قاسم
کو کہتی۔ میں اللہ سے معافی مانگوں وہ معاف
کر دے شاید اللہ نے سزا کے طور پر ہمیں اولاد
جیسی نعمت سے محروم رکھا انہوں نے بہت سے
جگہ سے دم کروائے اور رو رو کر اللہ سے معافی مانگی
کہ شادی کے تیرا سال بعد ان کے ہاں بیٹی پیدا
ہوا جس کا نام انہوں نے صبا رکھا وہ صبا کا بہت
خیال رکھتے تھے دن گزرتے رہے اور صبا کو بھی
انہوں نے دینی تعلیم سے آراستہ کیا صبا پانچویں
سے مڈل مڈل سے میٹرک تک آ گئی اس کے بعد
ان کو کوئی اولاد نہ ہوئی صبا ہی ان کا کل سرمایا تھا صبا
میٹرک میں تھی کہ ایک دن صبا نے کہا۔ ابو جان
مجھے کچھ کتابیں لینی ہے شہر سے آپ میرے ساتھ
چلیں۔ قاسم نے کہا ٹھیک ہے بیٹی چلتے ہیں شہر پہنچ
کر انہوں نے کتابیں وغیرہ لیا اور وہ واپس
آرہے تھے کہ صبا نے چہرے پر نقاب کیا ہوا تھا
کہ اچانک ایک شخص سامنے آ گیا تھا اس نے صبا
کے چہرے پر سے نقاب کھینچ دیا صبا بالکل ننگے سر
کھڑی رو رہی تھی وہ چلا رہا تھا تم میری ہو تم مجھ
سے بچھڑ کر کہاں چلی گئی تھی لوگوں نے اس کو پکڑ لیا
اور قاسم کو جھنجوڑا جو سکتے کے عالم میں کھڑا تھا اسے
کہا کہ یہ پاگل ہے سب اس کے ساتھ ایسا کرتا
ہے آپ پریشان نہ ہوں اپنی بیٹی کو لے کر جائیں
لیکن قاسم کے دل سے آہیں نکل رہی تھیں وہ رو رہا
تھا اور دل میں کہہ رہا تھا۔

یہ پاگل نہیں ہے مجھے اللہ نے اس شخص کے
روپ میں سزا دی ہے وہ آنسوؤں سے بھری
آنکھیں لے کر گھر آ گیا وہ رات تھی جو قاسم کو
رلائے جا رہی تھی وہ کبھی خود کو اپنی قسمت پر برا بھلا
کہہ رہا تھا اور کبھی اس کے دل میں ہزاروں باتیں
آرہی تھیں کہ ابھی مر جاؤں رخسانہ اسے حوصلہ
دے رہی تھی وہ جان گیا تھا کہ خدا ہمیں ہماری
نیکی اور برائی کا بدلہ ضرور دیتا ہے۔

تو پیارے بھائیوں ہم کیوں بھول گئے ہیں
کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے قاسم کی تو ایک غلطی تھی
جس کی اسے سزا مل گئی تھی ہم روزانہ ہزاروں گناہ
کرتے ہیں تو سوچو خدا ہمیں کیسے معاف کرے گا
ہم ایک بھی گناہ کا عذاب نہیں سہہ سکتے پھر کس
امید پر کہتے ہیں کہ خدا ہمیں سنتا تو بھائی کیسے سنے
خدا ہم اسے کبھی سناتے ہی نہیں دنیا کے سامنے
روتے ہیں مدد مانگتے ہیں کبھی ہم نے زحمت ہی نہ
کی مسجد تک جا کر اللہ سے معافی مانگیں۔

دوستو سوچنا ضرور اور اپنی قیمتی رائے سے
نوازنا۔ میڈم۔ ماہا ملک اور نازش پرنس کو محبتوں
بھرا سلام۔

دل کا کیا کریں صاحب

۔تحریر۔ ثمینہ بٹ۔ بھگت پورہ لاہور۔

شہزادہ بھائی ۔السلام وعلیکم ۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میں نے ایک دوست کی منت کر کے کچھ لکھوا کے وہاں رکھا میرے گھر والوں نے لڑائی کرنے کی کوشش کی لیکن لوگوں نے لڑائی ہونے سے بچا لیا اور اس کے شوہر نے یہ افواہ پھیلا دی کہ طارق نے میری بیوی کو طارق نے اغوا کیا ہے میں نے جب یہ درخواست کا سنا تو سب سے مشورہ کیا پھر بھی مجھے قید میں رکھا گیا مگر کچھ دنوں بعد مجھے رہائی ملی پھر لوگوں کے کچھ معاشی حالات ہیں کسی نے کہا کہ ان لوگوں کو گاؤں سے نکال دیں کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا اس لیے کچھ عرصہ ہماری کی وجہ سے ہمارے دوست بن گئے۔ قارئین میں نے اس کہانی کا نام بدقسمتی رکھا ہے امید ہے کہ سب کو پسند آئے گی۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔

امجد اسلام امجد نے صاحب نے یہ نظم شاید میرے لیے ہی لکھی ہے انہوں نے تو محبت کو پیغام کا درجہ دیا تھا مگر مجھے تو لگتا ہے کہ میرا سارا وجود ہی محبت ہے۔

قلام محی الدین اور پارہ شریف کا تو صرف نام ہی محبت تھا مگر مجھے لگتا ہے میرا کلام میرا امقام محبت میری صبح میری شام سب محبت ہی ہے۔

ارے آپ کو یقین نہیں آرہا۔ سب کہہ رہا ہوں بھئی مانی نہیں اور وہ جو پروین شاکر صاحبہ فرماتی ہیں کہ محبت ایک شجر ہے تو آج کل میں خود اس شجر پر بیٹھا ہوا۔

الو سمجھ رہا ہوں۔

جی ہاں الو۔

ارے آپ پھر مذاق سمجھ رہے ہیں چلیں کوئی بات نہیں آپ کا بھی تو کیا قصور بھلا جب تک آپ کو ساری حقیقت حال کا علم نہیں ہو جاتا آپ کیسے میرے جذبات سمجھیں گے۔۔ سب ہاں۔ اور ظاہر حالات جاننا پڑیں گے پھر فیصلہ کیجئے گا کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں یا غلط۔

میرا نام ارسلان ہے۔۔ ارسل غلیم۔ بس عام سی شکل صورت کا عام سا بندہ ہوں نہ تو خود کو کبھی ہیرو سمجھتا ہوں اور نہ ہی کبھی کسی نے جان من جان جگر پری پیکر کا درجہ ہی نہیں دیا تو چمن کا ٹوٹا ہوں اور نہ ہی کسی نے چمن ورکے کا خطاب دیا ہے سوائے میری پیاری ماں مجھے لگتا ہے کہ میں شاید اس بھری دنیا میں صرف ماں کا ہی لاڈلا ہوں کن چاہا ہوں آخر کو ان کی آخری عمر کی آخری اولاد جو تھا جس وقت میں اس دنیا میں نزول ہوا تھا۔

میرے بڑے بھائی آپی سب صاحب اولاد ہو چکے تھے دو بھتیجیوں اور بھانجوں سے چھوٹا چچا ماموں جب دنیا میں تشریف لائے گا تو پھر وہ کس کا من چاہا نہ ہوگا بڑے بھائیوں اور بہنوں کے لیے میں ان وانٹیڈ ہی تھا اس لیے ان کی طرف سے پروٹوکول بھی ایسا ہی ملا ناک بھوں چڑھاتا ہوا مگر مجھے کیا فکر تھی۔ اور کیوں کرتا میں پروا کسی کی کہ میرے لاڈ اور نخرے اٹھانے کو میری پیاری اماں اور ابا ہی کافی تھے میری اماں جیسی اماں آپ نے بھی ضرور بھی نہ بھی کہیں نہ کہیں دیکھی ہی ہوگی نرم حلیم طبیعت والی مجسم چلتی پھرتی محبت اور شفقت ہر کسی پہ مہربان۔

ہاں ابا ذرا سخت طبیعت تھے کڑک۔ لیکن اخروٹ کی طرح اوپر سے ٹھا کر کے لگنے والے مگر اندر سے نرم رسیلے اور طاقت بخشنے والے۔ اماں کی محبت بھری آغوش اور ابا کی دھوپ چھاؤں جیسی شفقت میں میں بڑا ہوتا چلا جا رہا تھا اور میرے ساتھ ساتھ آپا اور بھیا کے بچے بھی جو مجھ سے بڑے تھے دونوں بھائیوں انس اور مونس کے تقریباً ہم عمر تھے۔

بچپن کہاں گزرا کیسے گزرا اور ٹھیک طرح سے یاد نہیں کیونکہ تب کے کراچی اور اب کے کراچی میں بہت فرق تھا۔

ہم سارا دن گلیوں میں ہی کھیلا کرتے تھے پڑھنا اور پڑھنے کے بعد صرف اور صرف کد کڑے لگانا صرف اتنا ہی کام تھا ہمارا۔ ابا ایک بڑی فیکٹری میں سپروائزر تھے بہت اچھی تنخواہ تھی ان کی اور بڑے بھیا اپنا ماربل کا کام کرتے تھے ابا نے اچھے وقتوں میں ایک سو روپے پر ایک ہزار گز کا پلاٹ لے کر اس وقت کی فروخت کے مطابق تعمیر کروالیا تھا اور ہم اس بڑے سے صحن اور تین کمرے والے گھر میں بڑے خوش بڑے مست رہتے تھے ہمارے گھر کے بالکل ساتھ والے گھر میمنو کا تھا جو محسن بھائی کی طرح ماربل کا کام کرتے تھے رشید چچا بہت ہر غبان مرنج قسم کے تھے صنم ان کی سب سے چھوٹی بیٹی تھی لاڈلی اس لیے نہیں کہوں گا کہ میں نے بھی اس اس پوزیشن میں دیکھا ہی نہیں تھا ہمیشہ گندے سندے حلیے میں الجھے سلجھے بالوں کے ساتھ ہمارا کھیل خراب کرنے کے لیے جانے کہاں سے آن ٹپکتی تھی اور عین میرے ہی سامنے آ کر اس طرح کھڑی ہو جاتی جیسے واقعی پتھر کا صنم ہو ایک تو اس کا حلیہ اور پھر عین اس کا کھیل کے درمیان میں آنا سب سے اہم سیدھا میرے سامنے آ کر جم ہی جانا میں تو جز بز ہوتا ہی تھا میرے سارے دوست بھائی بھتیجے جو مل کر میرا ریکارڈ لگاتے میرا ننھا منا سا وجود مارے طیش کے اچھل اچھل کے جاتا پھر جو میں اس کے پتھر بنی کو ہٹانے کے دو ہاتھ دیتا تو ایک دم عالم بالا سے عالم ظہور میں واپس آ جاتی اور پھر جو اپنا پھاڑ سا منہ کھول کر رونا شروع کر دیتی اس کی ماں باہر سے آنے سے پہلے پہلے ہی میری چھوٹی آپا اور اماں افتاں خیزاں باہر آ جاتی او رپھر مجال اس سے کہ اپنے دوستوں اور بھائیوں کی طرح بھی غائب ہو جاتا وہ بھوتنی میری ہی ٹانگوں سے لپٹ جاتی اور اماں اماں کر کے چلانے لگتی بس پھر میں ہوتا اور چھوٹی آپا کے دھموکے جو وہ بلا تکلیف وہی گلی میں ہی مجھے جڑ دیتی اور رہی اماں تو وہ اس صنم کی بچی کو پچکارتی اور گھر لے جاتی اور اگلے آدھے گھنٹے میں اس کا منہ دھلا

چوٹیا بنا سجا سنوار اس کی اماں کے حوالے کر آتیں مجھے یہ سب دیکھ کر بے حد غصہ آتا اور غصہ تو انس اور مونس کو بھی خوب آتا تھا مگر وہ اسی سے زیادہ مجھے قصوروار سمجھتے تھے کہ شاید میں ہی جان بوجھ کر اس چھنکی چھپکلی کو مارتا ہوں جس کے نتیجے میں اماں اور آپا باہر آ کر ایک تو ہمارا کھیل بگاڑ دیتی اور پھر اس پر آپا مجھے ڈانٹ اور مار کر ساری گلی میں ان کا اور میرا تماشہ بنا دیتی حالانکہ میرا اس میں کیا قصور بھلا میں کوئی جا کر اسے دعوت دیتا تھا کہ صنم بی بی ہم کھیل شروع کر چکے ہیں اور اس وقت ہمارا کھیل عروج پر پہنچ چکا ہے تم اپنے الول جلول حلیے سمیت باہر آؤ اور بخوشی ہمارے رنگ میں بھنگ ڈالو مجھے اماں اور آپا سے پٹوا کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لو بھلا مجھے کیا پڑی تھی جو میں اس آفت کی پڑیا کو منہ لگاتا مگر یہ سب ہے کہ جتنا میں اس سے چڑتا تھا اتنا ہی وہ میرے راستے میں آتی ۔ جتنا غصہ اسے دیکھ کر میرے دل میں ابھرتا تھا اتنا ہی وہ میرے صبر کو آزمانے کی کوشش کرتی پھر میں نے دانستہ اسے نظر انداز کرنا شروع کر دیا وہ جدھر سے گزرتی میں وہ راستہ ہی چھوڑ دیتا ایسے جیسے کوئی وہم کا مارا کالی بلی کو دیکھ کر راستہ چھوڑ دیتا تھا اگر وہ ہمارے کھیل کے درمیان میں بھینس کی طرح سامنے کھڑی ہو جاتی تو میں کھیل ہی چھوڑ دیتا اور بھاگ جاتا پھر چاہے پیچھے سے آوازیں کسے جاتے یا قہقہے پڑتے میں بالکل پرواہ نہ کرتا۔

یار ارسل تم تو صنم میمن کو دیکھتے ہی میدان چھوڑ جاتے ہو ایسے بھاگ جاتے ہو جیسے اس سے تگڑا قرضہ لے رکھا ہو تم نے یا پھر اس کی کوئی قیمتی چیز چھپا رکھی ہو۔

یار ارسل بات کیا ہے وجہ تو بتا دو۔ سمیر نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اور باقی سب کو آنکھ مارتے ہوئے خباثت بھرے انداز میں کہا تو مجھے اور زیادہ آگ لگ گئی۔

میں نے آپ کو بتایا ناں میں صرف اپنی اماں کا ہی لاڈلا تھا باقی بھائیوں بہنوں وغیرہ کے لیے تو بس میں ایسے ہی تھا۔ ایویں۔ ٹائم پاس۔ بھائی کے لیے کھیل میں پارٹنر اور آپا کے لیے چھوٹو جو بازار سے سودا لانے بھاگ بھاگ کر کام کرنے والا ارسل چھوٹو ہی تھا مگر میں شاید غلط تھا سمیر کی بات سن کر جس طرح مجھے غصہ آیا تھا بالکل اسی طرح ہی موہن بھائی کے ماتھے پر بھی بل پڑتے تھے اور پھر میرے جواب دینے سے پہلے ہی بھائی سمیر کو ایک مکا جڑ دیا۔

لو جی کہاں کے سوال۔ کیسے جواب۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہم سارے دوست دو پارٹیوں میں بٹ گئے تھے ایک طرف میں اور بھائی اور دو چار دوست تھے تو دوسری طرف سمیر اور باقی لڑکے۔ خوب گھمسان کا رن پڑا مکوں لاتوں اور ڈنڈوں سے ایک دوسرے کی خوب تواضع کی گئی۔ اور جانے کب تک ہم اصیل ککڑوں کی طرح اچھل اچھل کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے کہ اچانک ماربل کے کارخانے ابو کے گھر کے اگلے حصہ میں مشین لگا کر بنایا گیا تھا محسن بھائی اور اپنے کارخانے والے رشید چچا باہر نکل آئے پھر ہمیں بمشکل چھڑایا گیا۔ اور بچپن کی لڑائیاں بھی بھلا کوئی لڑائیاں ہوتی ہیں چند ہی روز ناراضگیاں اور پھر خود بخود ہی صلح صفائی ہوتی ہم بھی چند دن لڑ جھگڑ سے ایک ہو گئے پھر وہی ٹیم اور پھر وہ دھما چوکڑیاں۔

وقت اپنے پیچھے کیسے نشان چھوڑ جاتا ہے یہ دیکھنے کی فرصت کسے ہوتی ہے اور ہمیں بھی پیچھے دیکھنا کہاں تھا آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتا تھا سو بڑھتے چلے گئے بڑھتے ہی چلے گئے اور جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے ویسے ویسے مسائل بھی اپنا روپ دھارتے گئے دوستیاں بھی مضبوط تر ہوتی گئیں۔

ہماری بھانجیوں کی طرح اب دوسری لڑکیاں بھی باہر نہیں نکلتی تھیں صرف سکول کالج وغیرہ ہی یا پھر رشتہ داروں کی طرف اس سارے عرصے پھولی آپا اور انس بھائی کی شادیاں ہو چکی تھیں ابا ریٹائر ہو چکے تھے اور ان کی جگہ انس بھائی کو فیکٹری میں جاب مل گئی تھی وہ اسی فیکٹری میں انجینئر تھے ہمارا گھر بھی اب پہلے والا نہ رہا تھا گزرتے وقت کی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ گھر بھی اندر باہر سے تبدیل ہو چکا تھا پہلے جہاں بڑا سا کھلا صحن ہوتا اور صحن کے بیچوں بیچ بڑا سا چھتنار پھیلا درخت تھا وہاں اب گیراج اور بڑا سا ہال بنا دیا گیا تھا اور اس بڑے سے ہزار گز کے ہال کے اوپر منزلیں تعمیر ہو چکی تھیں ظاہر بات ہے نئے دور کے نئے تقاضوں کے مطابق اندر بھی تو نئے ہونے تھے اور مزے کی بات ہمارا رشید یمین کا گھر بھی ہمارے گھر کے ساتھ بلند ہوتا جا رہا تھا ظاہر ہے ان کے بھی بیٹے تھے اور جیسے جیسے وہ بیاہے جا رہے تھے گھر منزلیں اور منزلوں میں گھرے بڑھتے جا رہے تھے۔

ارے یہ کون سید نور کا جانشین بنا لائٹ کیمرہ ایکشن کا شور مچا پھرتا ہے۔۔۔ یہ ہم موٹی بھائی کی مہندی میں آئے ہیں یا کسی فلم یا ڈرامے کے سیٹ پر۔ میں بڑے تفریحاً انداز میں کیمرے مین اور فوٹو گرافر کو خاص خاص اینگل دے مووی اور تصاویر بنانے کی ہدایت دیتا پھر رہا تھا میں میرے پیچھے سے حیرت اور تجسس سے بھری آواز ابھری۔

ارے تم نے پہچانا نہیں انھیں یہ اپنے رسل ماموں ہی کا بیٹا ہے تم انہیں بھول گئے کیا ہوا بھی تو میں چہکتی آواز کے جھٹکے سے ہی پلٹ کر پایا تھا کہ اس پر تجسس سوال کے جواب میں کھنکتی سی چہکتی سی آواز دوبارہ یکدم پلٹا تھا اپنے عین پیچھے سے اپنے عین پیچھے کھڑی اس زردے کی پلیٹ کو دیکھ کر دنگ ہی رہ گیا تھا۔۔۔ جی ہاں زردے کی پلیٹ اور وہ بھی ناک تک بھری ہوئی بالکل زرد زرد زردے رنگ کا گھاگھرا پہنا ہوا جس پر ہلکی کترز کے ستون اور گوٹے کا کام اس طرح کیا گیا تھا جس زردے کو رنگ برنگی اشرفیوں بادام پستے اور گلاب جامن رس گلوں سے سجایا گیا ہو اس کا لباس فاخرہ بھی بھی اسی طرح ان رنگ برنگے سے لٹک رہا تھا پیروں میں گولڈن کھسے اور بکھرے کھلے بالوں میں پیلے رنگ کا رنگ برنگے موتیوں اور گھنگروؤں سے سجا پراندہ جیسے وہ ایک ہاتھ میں لیے گول گول گھماتی میرا سر سے لے کر پاؤں تک جائزہ لینے میں مصروف تھی اس کا لمبا سا چنری کا دوپٹہ بے نیازی سے اس کے ایک شانے پر جھول رہا تھا تیز میک اپ کی تھی اور ماتھے پر چمکتی ہوئی ماتھا ٹیکا زرد ان کی بندیا ـ دونوں ہاتھ بھر بھر کے پہنی گئی ملٹی کلر کی چوڑیاں اور گھاگھرے کے نیچے سے نظر آتی ہوئی سانولی سلونی پنڈلیوں میں چمکتی گولڈن پازیب اب آپ خود ہی بتائیں میں نے اگر ان محترمہ کو

زردے کی پلیٹ اور وہ بھی ناک تک بھری ہوئی کہہ دیا تو کیا غلط کیا۔۔ارسل ماموں بچپا تا ان کو یا تم بھی اس کی طرح ہی اپنے ماضی سے باغی ہو اور اچھا برا جیسا بھی ہو اسے بھولنے میں ہی عافیت سمجھتے ہو بڑی آپا کی لاڈلی ایمنی کی شوخ و چنچل چہکتی بلکہ بریک ردنگاتی آواز نے مجھے ایک دم چونکا دیا اور میں جواب محترمہ کا لاشعور طور پر جائزہ لینے میں مصروف تھا آگے بڑھ کر ان دونوں کو سوالیہ نگاہوں سے گھورنے لگا۔

اچھا تو یہ ہیں جناب عزت مآب ارسل موسل صاحب۔۔ہوں۔ارے یہ عینی یہ تو بالکل بھی نہیں بدلے سوبیے کے دیسے ہی ہیں جل ککڑ اور عینی کون ہیں یہ محترمہ آج سے پہلے تو نہیں کبھی دیکھی اس گیندے کے پھول کے منہ سے اپنے لیے جل ککڑ کا خطاب ہی مجھے آگ لگانے کو کافی تھا مجھے لگ رہا تھا کہ میری رگوں میں خون کی جگہ لاوا بہنے لگا ہو گرم گرم غصے کا ابلتا ہوا لاوا مگر میں خود پر کنٹرول کرنے پر مجبور تھا کہ مجھے ان محترمہ کا دور بھی اربعہ معلوم نہ تھا اس لیے صبر کے بڑے بڑے کڑوے گھونٹ کیسے گھونٹ بھرتے ہوئے میں نے عینی سے بڑے معصوم انداز میں سوال کیا تھا لیکن اس کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ ایک قدم بڑھی اور مسلسل ایک ہاتھ پر پراندہ جھلاتی ہوئی دوسرا ہاتھ کمر پر جمائے ہوئے آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ کر مسکراتی ہوئی بڑی ادا سے بولی۔

اوہو۔تو یہ ہیں یہ حضرات تو لگتا ہے واقعی فارغ البال ہونے کے ساتھ ساتھ فارغ العقل بھی ہوتے جارہے ہیں لیکن کہ یہ واقعی اپنے تابناک ماضی کو کسی طاق میں رکھ کر بھول چکے ہیں یا ابھی بھی یہ میرے سامنے جم کر کھڑے ہونے کی تاب نہیں رکھتے پہنی۔کیا یہ اب بھی کھیل کا میدان ویسے ہی چھوڑ کر بھاگ جائیں گے جیسے برسوں پہلے بھاگ جاتے تھے۔

ایں۔یہ کیا۔ابھی تو میں اس کے فارغ البال رک میرے بھی آج کل کے نوجوانوں کی طرح بال گر گر کے بے حال ہو چکے ہیں اور میری سر کی دھرتی بنجر ہوتی جا رہی تھی اور فارغ العقل کہلائے جانے پر ہی پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ اس کے اگلے جملے نے میرے سامنے میرے ماضی کے کئی مناظر لا کھڑے کیے میں حیرت کے مارے منہ اور آنکھیں بیک وقت کھولے اسے تکتا ہی رہ گیا تھا۔

یہ۔۔یہ۔۔صنم میمن۔۔

جی۔۔میں۔۔صنم میمن وہی صنم جو مجھے کر دیکھ کر واقعی صنم بت میں ڈھل جاتی تھی اور آپ آپ میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے جل ککڑے بگوڑے کہیں کے۔اب اک ادا سے لٹک مٹک کر کہتی وہ میری حیرتوں اور حواسوں پر مزید بجلیاں گرا رہی تھی کہاں یہ بااعتماد سانولی سلونی درمیانے قد متناسب سراپے والی صنم میمن اور اب یہ کہ میرا حواس باختہ ہونا لازم تھا اور میں واقعی حواس باختہ ہو بھی گیا تھا۔

کیوں یاد آیا کچھ کہ ابھی بھی کچھ باقی ہے یاد کروانے کو۔۔اوا سے پتیوں کے ٹکڑوں والا پراندہ میرے سینے پر مارتی وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔

گگ۔۔کیا یاد کروں اور کیا یاد کروانا چاہتی ہیں آپ۔اس کی اس حرکت پر میں مزید بوکھلاہٹ کے ساتھ ساتھ ہکلاہٹ کا بھی شکار ہو گیا ارے وہ ہی۔جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں

یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔

وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔

جو لطف مجھ پر تھے بیشتر وہ کرم تھا میرے

حال پر

مجھے سب یاد وہ ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے

تم سے بھی راہ تھی

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ

نہ یاد ہو

سنو ذکر ہے کئی سال کا کیا تم نے ہم سے

ایک وعدہ تھا

سو نبھانے کا تو ذکر کیا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد

ہو

اور اس۔ وہ بی کے بعد اس نے بے چارے مومن صاحب کی روح اور ان کے کلام پر ستم کے پہاڑ توڑتے ہوئے ان کی مشہور زمانہ غزل اقبال کی لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری۔ کے اسٹائل میں گنگنانے کی کوشش کی کوشش فرمائی کہ مجھے اپنے ساتھ ساتھ اس کے بھی خاطر الفعال ہونے کا گمان ہونے لگا اس پر بھتی کی نقل کرتی ہی جو وہ اردگرد کے ماحول اور افراد کی وجہ سے دوپٹہ منہ میں ٹھونس کر روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جا رہی تھی میرے دماغ کا میٹر ایک دم ہی گھوما۔ اور گمان غالب تھا کہ میں بچپن کی طرح ہی بنا کے دو ہاتھ اس زردے کی پلیٹ کے کان کے نیچے دھر دیتا کہ تبھی مجھے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی وہ دوسری طرف لے گئی اور پیچھے عینی کیس اتھو ساتھ اس کے قہقہے بھی میرے تعاقب میں بھاگے چلے آ رہے تھے۔

یہ تھا میرا عرصہ دراز سے اس بھوتنی سے پہلا با جابطہ ناکرہ۔ اب صورت حال یہ تھی کہ میں جدھر بھی جاتا وہ کالی بلی میرا راستہ کاٹنے کو آگے ہی کھڑی ہوتی تھی مہمانوں کے ہجوم اور ڈھیروں ڈھیر و کاموں کے باوجود مجھے بارہا ایسا لگا جیسے میں کسی کی نظروں کے حصار میں ہوں میری پشت کسی کی سلگتی نگاہوں کی تپش سے جھلس اٹھتی اور ۔اور میں اس جلن سے گھبرا کر کھوجتا ہی رہ جاتا مگر کوئی سراپا ہاتھ نہ آیا وہ شادی کے تمام فنکشن میں تو میسی بنی آگے آگے نظر آتی ہی تھی گھریا تی کا سارا تھمی چھوٹی آپا کی ارحم اور بڑے بھیا کی میرج کے ساتھ اس خوب گاڑی چلتی تھی بلکہ مجھے تو اب جا کر علم ہوا کہ وہ اب جا کر علم ہوا کہ وہ اب بھی اماں اور چھوٹی آپا کی ویسی ہی لاڈلی تھی جیسے پہلے سکے لگاتی اور بھابھیوں کے بھاگ بھاگ کر کام کرتی ابا کو ان کی پسندیدہ ادرک والی چائے کے سکے لگاتی۔ ان سے نت نئی ڈشز بنانا سیکھتی ماں چھوٹی آپا کے گلے کا ہار بنی رہتی ان سے ڈھیروں باتیں بھگارتی بس جب دیکھو ادھر ادھر ہی ڈولتی رہتی بھائی ظاہر ہے اسے کون سا رشتہ ٹیکسی کروانا پڑتا ہے دیوار پھلانگ کر چھت پر اور پھر چھت سے جب دل کیا ٹپک پڑتی تھی اور جب دل چاہتا دروازے کے راستے ان دھمکتی تھی کہ شاید اسے روکنے ٹوکنے والا کوئی تھا ہی نہیں۔

میرا تو پہلے ہی زیادہ تر وقت گھر سے باہر ہی گزرتا تھا میں خاص کیمونیکشن کا سٹوڈنٹ تھا او رمیری پوری دلچسپی اور لگن ڈائرکشن پروڈکشن میں تھی اور اب تو میں اپنے دوستوں کے والد کے پروڈکشن ہاؤس کے ساتھ منسلک ہو چکا تھا اور اب تو میرا زیادہ تر وقت واقعی لائٹ کیمرہ

ایکشن کرتے ہی گزر جاتا تھا گو کہ شروع شروع میں سب کی مخالفت مول لینا پڑتی ہے اس فیلڈ میں نام کمانے عزت بنانے اور پھر مقام پانے کے لیے پتھروں کی راہوں پر بچھے کانٹوں کے اوپر ننگے پاؤں چلنا پڑتا ہے ایسی اذیتیں سب کو اٹھانا پڑتی ہیں قربانیاں سب کو دینا پڑتی ہیں اس لیے میں نے بھی کسی کی باتوں کو دل پر نہیں لیا تھا حالانکہ شروع شروع میں تو ابا مجھے بھری محفل میں برملا تا چا کہہ ڈالتے تھے مگر میں نے بھی پلٹ کر انہیں جواب نہیں دیا تھا اور نہ ہی کبھی ناراضگی کا اظہار کیا تھا ہاں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سچ تھا کہ میں نے بھی اس راہ کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ یعنی کہ اگر ابا اماں خفا تھے تو میں بھی پر امید تھا کہ کبھی نہ کبھی میں انہیں منا ہی لوں گا اور انہیں اپنے شوق کے من میں قائل کر کے ہی رہوں گا بالکل: ویسے ہی جیسے محسن بھائی اور انس بھائی نے قائل کیا تھا کہ روڈ قصور پر بنے بال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے انہیں ماربل کا کارخانہ بنانے کے لیے اور اب لگ رہا تھا کہ واقعی میں گھر والوں کو قائل کرنے منانے میں کامیاب ہو ہی گیا ہوں کیونکہ بھائی کی شادی میں کی گئی میری ایونٹ مینجمنٹ میری ڈائریکشن میں اوپر تلے سپر ہٹ ہونے والے وو تی وی سیریلز ٹاک شوز اور بے حد پسند کیا جانے والا مارننگ شو سب نے مل جل کر میرا مورال کافی حد تک بلند کر دیا تھا وہ سب اب سمجھ چکے تھے کہ میں شاید اس فیلڈ میں نام روشن کرنے کے لیے اماں ابا کی آخری عمر میں انہیں عطا کیا گیا تھا مگر نہیں مجھ سمیت کسی کو بھی شاید یہ علم ہی نہ تھا کہ کسی شعبے میں نام روشن کرنے کے لیے دنیا میں وارد ہوا تھا۔

پروانے نکل جاتے ہیں لوگ محبت کرنے والے

تتلی بن لہراتے ہیں پھولوں کی امید لیے

اک دن خوشبو ہو جاتے ہیں لوگ محبت کرنے والے

جی امجد اسلام امجد نے بالکل ٹھیک ہی فرمایا ہے واقعی محبت جذبہ کا جب کسی دل میں گھر کرتا ہے تو پھر عشق نے نہیں کا نہ چھوڑا ورنہ آدمی ہم بھی تھے بہت کام کے گنگناتا پھرتا ہے وہ ضروری تو نہیں کہ اس واردات قلبی کا شکار ہونے والے کسی خاص رنگ خاص نسل خاص عمر اور خاص مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں جی نہیں ایسا تو ہرگز بھی نہیں ہوتا ناں اور یہ تو میں نہیں جانتی کہ محترمہ کیوپڈ صاحب نے میرے معصوم اور ناداں دل کو ہی نشانہ مشق کیوں بنایا۔

اور کب بنایا اس کے بارے میں میں کچھ وثوق سے نہیں کہہ سکتی مگر ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں جیسے ہی گلی میں بچوں کے ساتھ کھیلتے اور دوڑنے بھاگنے کی آواز میرے کانوں میں پڑتی تو میں نے جیتے ہوئے بھی خود بخود ہی باہر کی سمت چل پڑتی یہ۔ کیسے بغیر یہ کہ میرا حلیہ کیا ہے میرے پاؤں میں جوتا ہے کہ نہیں میرے بال بندھے ہیں یا جھاڑ جھنکاڑ کی طرح بکھرے ہوئے ہیں میرا منہ دھلا ہے یا نہیں یا بلیوں کا چاٹا ہوا ہے میں تو بس جیسے نیند کی کیفیت میں چلتی ہوئی گلی میں جانکلتی تھی اور ہوش تو اس وقت آیا جب سامنے کھڑے غصے کے لال پیلے بھبھوکو چہرے لیے ارسل کے ہاتھوں پٹ چکی ہوتی تھی۔

اور ایسا ہمیشہ ہی ہوتا تھا جتنا وہ مجھے جھٹکتا

جتنا وہ مجھے دھکے مار مار کر اپنے آگے سے پیچھے ہٹاتا اتنا ہی میں اس سے لپٹ پلٹ جاتی تھی اس سے ہار کھا کر اس کی ہی پناہ میں جانا چاہتی جانے کیوں اور پھر روتے روتے میرے منہ سے صرف اماں اماں ہی نکلتا تھا حالانکہ ہم سب بھائی بہن تو اپنی والدہ کو امی جان کہتے تھے مگر میں تب تک اماں اماں کی دہائی دیتی تھی جب تک ارسل کی اماں اور آپا آ کر مجھے بچا نہ لیتی اور یہ تو روز کا ہی تماشہ تھا۔

اور میں اس کے ہاتھوں پٹتی اور وہ روز ہی میری وجہ سے اپنی آپا کے ہاتھوں ذلیل ہوتا تھا حالانکہ میں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی تھی مگر ہر روز ہی خود بخود یہ سب ہوتا ہی چلا جاتا اور پھر وہ مجھ سے کترانے لگا جہاں میری جھلک دیکھتا وہ سر پہ پاؤں رکھ کر ایسے دوڑ بھاگتا جیسے بھوت دیکھ لیا ہو ویسے تو اس نے مجھے بھوتنی اور چڑیل جیسے عظیم الشان لقابات سے نواز ہی رکھا تھا مگر اب تو یوں محسوس ہونے لگا ہے جیسے میں واقعی چڑیل ہی لگنے لگی ہوں اس کے اس طرح کھیل چھوڑ کر بھاگنے اور راستہ بدلنے کی وجہ سے میرے نازک دل پر بڑا گہرا اثر ہوا ہے۔

ایک دن مجھے باجی اور امی سے شدید قسم کی ڈانٹ پڑی بلکہ باجی اور بھابی نے تو غصے میں آ کر دو ہاتھ بھی جمائے بات ہی کچھ ایسی تھی اس دن محلے کے تمام لڑکے حسب معمول کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھے ور میں روز کی طرح اندھی بنی چلتی آ رہی ارسل کے سامنے جا کھڑی ہوئی اس نے بڑے غصے سے دانت کچکچا کر میری طرف دیکھا اور پھر بلا زور سے میرے پیروں میں پھینک کر واک آؤٹ کر گیا اور میں بیکی پلکیں لیے اس کی پشت گھورتی رہ گئی تب ہی مُنی اور اکرم آگے بڑھے اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے میرے گھر کے دروازے تک چھوڑ گئے تھے اتنے میں کسی دوسری گلی سے اسے پکڑ کر لایا گیا اور قتل اس کے کہ ان کا کھیل پھر شروع ہوتا جانے ان لڑکوں میں سے کس نے اس سے کہا کہ ایک دم اس کے بھائی اور بھتیجے اس پر چڑھ دوڑے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ غل و شور گلی میں کہ الامان الحفیظ گرد کے بال تھے اور ہو ہا کی آوازیں وہ لوگ خود کو بد گلی کے جانشیں تہمت کرنے پر تلے ہوئے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر وار کر رہے تھے اتنا بے ہنگم شور اور چیخ و چیھاڑ سن کر اندر سے ابو اور ارسل کے گھر سے محسن بھائی دوڑتے ہوئے آئے اور بمشکل ان کو چھڑایا۔ تحقیقات کرنے پر فرد جرم میرے ہی نام نکلی ابو تو شاید درگزر کرتے کہ ابھی میری عمر ہی کیا ہے اور وہ ارسل بھی کون سا کہیں کا شہزادہ گلفان تھا کہ پریاں اور لڑکیاں اس کی ایک جھلک دیکھ کر ہی ڈھیر ہو جاتی یہ تو میرے ہی سر میں خدا جانے کیسا سودا آن سمایا تھا کہ اس سوکھے سڑے کالے لمبے بینگن جیسے ارسل کو دیکھ مرسل کو دیکھ کر بت ہی بن جاتی تھی جانے کیوں۔

نام کٹوا کر رکھ دی اس لڑکی نے ہماری سارے محلے میں وہ تا تک برابر چھو کر جو میری ایک جھلک دیکھ کر راستہ بدل لیتے تھے آج کیسے تن تن کر اچھل میرے سامنے میری ہی بہن کی شان میں قصیدہ گوئی فرما رہی تھی اور میں اس کی وجہ سے صرف اس کی بے وقوفی کی وجہ سے ان کی گھٹے تکے کی باتیں سننے پر مجبور ہو گیا تھا۔ سب چاپ کھڑا ان کی بک بک سنتا رہا اور یہ مینی تھی اب کیسے منہ اٹھائے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے

یکھ رہی تھی جیسے میں اس کی نہیں کسی اور کی بات
کر رہا تھا بے وقوف نالائق کہیں کی۔ جلال بھائی
کا غصہ لحہ بہ لحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور میں واقعی ہو
ہو کی طرح انہیں غصے کے مارے کفا اڑاتے
یکھ دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ انہیں ہوا کیا ہے۔
باجی میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا پھر بھیا مجھ
سے کیوں خفا ہیں مجھے کیوں ڈانٹ رہے ہیں بھلا
یں تو آپ کے سامنے ہی بیٹھی ہوم ورک کر رہی
وں کب سے اور بھیا نے آتے ہی مجھے ڈانٹنا
شروع کر دیا بھیا سے نظر بچا کر میں نے پاس بیٹھی
باجی کے کان میں گھس کر ہولے سے کہا تو جواب
یں انہوں نے ایک زبردست گھوری کے ساتھ
۔وروار دھموکے سے بھی نواز ڈالا۔ بس امی جان
بہت ہو گیا ہے آج سے اس کا گھر سے باہر نکلنا
بھی بند کروا سے سکول چھوڑنے اور لینے میں خود
ہی جاؤں گا دیکھتا ہوں اب یہ کیسے رکتی ہے کسی
جگہ جہاں یہ رکی وہیں اسے زندہ گاڑ کر واپس
آؤں گا سمجھا دیں اس کو اپنی زبان سے میرے
ساتھ ساتھ سب کو کڑی نگاہوں سے گھورتے
زبردست وارننگ دیتے بھیا تو نیچے کارخانے
چلے گئے ابو کے پاس اور پیچھے رہ گئی امی اور باجی
وران کے نرغے میں پھنسی میں معصوم اور مظلوم
سی صنم رشید میمن۔ اور پھر تھوڑا عرصہ تو بھیا کی
نگرانی کا سلسلہ بہت اچھے طریقے سے جاری رہا
مگر کب تک آہستہ آہستہ ان کی غصہ کے ساتھ
ساتھ حفاظت بھی کم ہوتی چلی گئی اور پھر جیسے ہی
میری طرف سے ایک دو واقعات اور رونما ہونے
مجھے کالا پانی کی سزا سنا دی گئی جی ہاں کالا پانی میرا
لیے حیدرآباد کالے پانی جیسا ہی تھا جہاں مجھے
ماموں ممانی کی بیٹی بنا کر بھجوا دیا تھا اور میں معصوم

کسی سے کچھ کہہ بھی نہ پائی کہ میرا تو کوئی قصور
بھی نہ تھا یہ ستم تو مجھ معصوم پر محبت کے شہنشاہ نے
ڈھایا تھا کیوپڈ کے ظالم تیر کا نشانہ میرے دل
ناتواں پر پہنچ اس طرح گھائل کر گیا کہ پھر نہ دل
کسی کام میں رہا اور نہ ہی میں۔۔

ہزاروں دکھ پڑیں سہنا محبت مر نہیں سکتی
ہے تم سے بس یہی کہنا محبت مر نہیں سکتی
پرانے رابطوں کو نئے وعدوں کی ضرورت
ہے
ذرا اک بار تو کہنا محبت مر نہیں سکتی

میں نے کامیابیوں کی طرف شروع کر دیا
تھا یہ سفر میرے اپنوں کی دعاؤں کے ساتھ بہت
تیزی سے جاری تھا اپنی ان کامیابیوں سے بے
حد خوش تھا اور کیوں نہ ہوتا آخر کار میں نے اپنی
پیاری ماں اور ابا کے دل سے وہم ختم کر دیے
تھے خاص طور پر ان کا یہ وہم کہ میں شوبز کی چکا
چوند میں گم ہو کر کہیں انہیں بھول ہی نہ جاؤں
کہیں اتنا مشہور اور مغرور ہی نہ ہو جاؤں کہ ان
سے اپنے تعلق پر اپنے متوسط طبقے کا فرد ہونے پر
شرمندگی محسوس ہوئے انہیں زیرو ہی نہ کر
دوں حالانکہ مجھے تو ہمیشہ ہی ابا کا فیورٹ شعر اپنی
پوری جذبات اور گہرائی کے ساتھ یاد رہا ہے
کیونکہ بہت تھوڑی عمر میں ہی انہوں نے جیسے یہ
خیال ہمارے دماغوں میں اچھی طرح بٹھا دیا تھا
۔

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر بچے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

تو بھلا پھر میں کیسے بھٹک سکتا تھا مگر کیا
کریں میں نے بتایا تھا ناں کہ میں ان کی آخری

گھر کی آخری اولاد ہوں سو ان کا دل میرے لیے کچھ زیادہ ہی دھڑکتا تھا اور جناب دل تو آج کل میرا بھی دھڑک رہا تھا ئی لے پر اپنے گھر میں ایک خاصی استحقاق کے ساتھ اسے چلتا پھرتا بلکہ ہر ایک سے ساتھ بہت خاص اپنا پن لیے ہوئے گھلتا ملتا دیکھ کر حیران رہ جاتا اور پھر اس پر اس کا آتے جاتے مجھے کوئی نہ کوئی ایسی چبھتی بات ہوئی ویسی بات کر جاتا کہ میں اندر ہی اندر جلتا بھنتا پہنچتا تھا اور وہ مزے سے اماں یا بھابی کے ساتھ گپیں لڑانے میں مگن ہو جاتی تھی۔

ارفعہ یہ صنم آج کل کچھ زیادہ ہی ادھر نہیں پائی جاتی کیا اس کے گھر والوں نے اسے نکال باہر کیا ہے جو یہ لوگوں کے گھروں اور گھر والوں پر قبضہ جمانے کے چکروں میں پھرتی رہتی ہے چڑیل کہیں کی چھوٹی آپا کی ارفعہ کے ہاتھ سے چائے کا مگ پکڑتے ہوئے میں نے صنم کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا تو تو اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ادھر بھی جوابی حملہ ہو گیا رانی اپنے ماموں سے کہہ دو اگر ان سے میرا اور اماں کا پیار دیکھا نہیں جاتا تو اپنا بوریا بستر بھی اپنے پروڈکسن ہاؤس میں لے جائیں کیونکہ میرے گھر والے مجھے نکالیں یا نہ نکالیں میں تو ان کے سینے پر مونگ دلنے کے لیے انہیں ہمیشہ ہی یہیں نظر آؤں گی چلتی پھرتی کھاتی پیتی ہنستی ہنساتی اور باتیں بگاڑتی چاہئے ان کا کلیجہ جلے یا پھر یہ خود جل جل کر کوئلہ ہو جائیں اور ان سے راکھ۔۔۔اف کوئی فوزیہ بھابی کی نخی سعدیہ کو جلاتے ہوئے اس نے مزے سے کہا تو میں واقعی جل بھن گیا تھا۔

ارفح۔ یہ چڑیل بھتنی پہلے تو کبھی نظر نہیں آئی تھی یہ سونی بھائی کی شادی میں ہی جانے کہاں سے آ گئی ہے اور میری سکون کی زندگی میں زلزلہ لے آئی پہلے کیا اس کے ابو اور بھائیوں نے اسے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا جواب آزاد ہے تو لگتا ہے کہ جیسے صدیوں کی قید کے بعد چڑیل کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہو شریف انسانوں کو تنگ کرنے کے لیے اور ان کا خون چوسنے کے لیے میں۔ میں غصے سے جلا بھنا تو ہوا ہی تھا نہ جانے کیا کیا کہتا چلا گیا اور اپنے جوش خطابت میں یہ بھی نہ دیکھ سکا کہ اس کا سانولا رنگ کیسے پھیکا پڑ گیا تھا اس کی چھوٹی چھوٹی کاجل بھری آنکھیں اس وقت تالاب کا منظر پیش کر رہی تھیں جو پانیوں سے لبالب بھرا ہوا اور اس کے کنارے اگی گھاس جل جل کر سیاہ ہو گئی ہو وہ اپنے بار بل کھاتا دوا والے لبوں پر ظلم کرتی انہیں بری طرح سے کچلتی ایک دم جھٹکے سے اٹھی اور میرے نزدیک سے گزرتی ویسی ہی تیزی سے لاؤنج کا دروازہ پار کرتی ہوئی سیڑھیوں اتر گئی۔ ہاں البتہ جاتے جاتے ہاتھ مار کر میرے ہاتھ میں پکڑا گرم گرم بھاپ اڑاتی ہوئی چائے سے بھرا ہوا فل سائز کا مگ میرے اوپر الٹانا نہیں بھولی تھی۔

میں جو بڑے مزے سے اپنی زندگی میں پہلی بار اسے واک آؤٹ کرتے دیکھ کر اپنے دل میں بڑی کمینی سی خوشی پھیلتے محسوس کر رہا تھا اس افتاد پر ایک دم گھبرا کر بلکہ چلبلا اٹھا تھا اور میرے اس طرح یک دم اٹھتے ہی اچھل کود مچانے کی وجہ سے کچھ چائے بمعہ مگ پاس کھڑی ارفح کے پاؤں پر جا گری اب کے ساتھ ساتھ وہ بھی اچھل رہی تھی میں تو صرف اپنے کپڑے جھاڑنے اور خود کو جلن سے بچانے کی کوشش میں بندر بن گیا

تھا مگر بے چاری ارفع خواہ مخواہ ہی بیچ میں آ گئی تھی وہ تو بالکل بے قصور ہی رہی تھی مجھے کوفت بھی رہی تھی کہ میری وجہ سے اس کے پاؤں پر چوٹ بھی لگ گئی تھی اس کا فیورٹ مگ بھی ٹوٹ گیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی دن رات کی محنت سے بڑھائے گئے ہاتھوں پیروں کے ناخنوں میں سے پیر کے انگوٹھے کا ناخن بھی دولخت ہو گیا تھا اور سب سے بڑھ کر اس کی نئی نئی بنی دوست بھی اس سے روٹھ کر چلی گئی تھی یعنی کے میرے کھاتے میں ساتھ ہی کوئی جرم آن پڑے تھے اور میں بے چارہ مایہ ناز پروڈیوسر ڈائریکٹر اپنے آدھے جلے جسم کے ساتھ اب اماں بڑی بھابھی اور آپا کی ڈانٹ کھا کھا کر جان بھی جلا رہا تھا "تمہیں ضرورت کیا تھی ارسل صنم کو کچھ بھی کہنے کی تمہیں پتہ کیا ہے یار اس بے چاری سے اتنی سیدھی سادی تو ہے۔" "ہاں جی ہاں جلیبی کی طرح سیدھی ہے میں دل ہی دل میں بڑبڑایا "تم بچپن کی باتیں بھول نہیں سکتے یار وہ زمانہ تو لب کا گزر گیا ہے اور نہ تم بچے ہو۔ اور نہ وہ بچی۔ میرا مطلب بچی ہے دونوں بڑے ہو چکے ہو تو اپنے کام سے کام رکھا کرو ناں ضرور کیا ہے تمہیں ایک دوسرے سے الجھنے کی ایویں فضول میں اس کا دل بھی دکھایا اور اماں کو بھی ناراض کا ارفع کو بھی رلایا اور پھر سب سے بڑھ کر خود کو بھی جلایا۔ بھلا ملا کیا ہے تمہیں یہ سب کر کے بتاؤ ذرا۔" انس بھائی میرے زخموں پر مرہم لگاتے ہوئے ساتھ ساتھ بولتے بھی جا رہے تھے اور میں بڑے بڑے منہ بنا چپ چاپ سنے جا رہا تھا۔

"تو اور کیا۔ سمجھائیں اسے انس کم از کم مجھے تو اس سے اس طرح کی کسی بھی بے وقوفی کی توقع نہ تھی" روبی بھابھی نے میری طرف پانی اور چین گھر پڑھاتے ہوئے خفگی سے کہا۔ تو میں بے بسی سے ان کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا "اب ایسے کیا دیکھ رہے ہو ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں۔" روبی کمال ہے اتنا کچھ کہہ گئے تم گھر آئی مہمان سے نہ اماں کا لحاظ کیا اور نہ ہی کسی اور کا اور اب اتنے بڑے بڑے منہ بنا کر ہمیں ایسے دکھا رہے ہو جیسے سارا قصور ہی ہمارا ہے چھوڑو یار کیا رکھا ہے لڑائی جھگڑے میں چھوڑو ان لڑکیوں کو ان کے حال پر وہ چاہے صنم ہو یا ارفع ہی میرب ہو یا تمنی ہو یا عینی ہو بس ان کے معاملات میں ٹانگ مت اڑاؤ" اب انس بھائی نے شرارت سے کہا تو بھابھی نے ساتھ ساتھ میں بھی مسکرایا میں نے ایک بات پھر صنم نامی کالی بلی سے بچ کر رہنے کا ارادہ کر لیا اور اس پر کافی حد تک عمل پیرا بھی رہا مگر وہ بھی صنم تھی کیسے بھلا باز رہتی یا راستہ کاٹنے سے۔ اور اسی چوہے بلی کے کھیل میں کب یہ چوہا ارسل علیم اس کالی بلی صنم میمن کا شکار ہو گیا اسے بھی علم نہ ہوا۔

میری آنکھوں کے سمندر میں جلن کیسی ہے
آج بھی دل کو تڑپنے کی لگن کیسی ہے
مجھ سے پوچھو کہ محبت کی اگن کیسی ہے
مجھے معصوم سی لڑکی پہ ترس آتا ہے
اسے دیکھو محبت میں جلن کیسی ہے

میری محبت نے مجھے زیادہ دن تک اس سے دور رہنے نہیں دیا میں جس قدر غصہ کھا کر اور جتنی ذلت اٹھانے کے بعد اس روز وہاں سے نکلی تھی ان سب کے ساتھ ساتھ مجھے بھی پورا یقین تھا کہ میں اب شاید دوبارہ کبھی ادھر کا رخ نہ کر پاؤں مگر کیا کرتی دل کا کہ جس پر میرا اختیار ہی

شروع سے نہ ہونے کے برابر تھا

کروں گا کیا جو محبت میں ہو گیا ناکام
مجھے تو اور کوئی کام بھی نہیں آتا

تو اسی محبت نے مجھے جلد ہی پسپا کر دیا تھا غصہ تو شام تک کہیں منہ چھپا کر سویا تھا اور رہا ذلت کا احساس تو اس کی کسک کو محبت کی کسک نے پچھاڑ الا تھا اور پھر جیسے پیروں بھابھی عینی اور چھوٹی آپا ہمراہ مجھ سے ملنے اور دوپردہ مجھے منانے آئیں تو میں نے سب کچھ بھول بھال کر ان سے ایسے ملی جیسے ڈرے بچھڑی کونج اور جب آپا کی زبانی ارفع کی چوٹ اور اس ستم کر کے جلس جانے کا پتا چلا تو اس قدر بے چین ہوئی کہ اسی وقت ان کے ساتھ ہی ارفع کی عیادت کے بہانے اس دشمن جان کا دیدار کرنے جا پہنچی مگر وہ ظالم ویسے کا ویسا ہی تھا ایک بار پھر بچپن کی طرح میدان چھوڑ کر بھاگ گیا مگر وہ بچپن کا دور تھا تب تو میں کچھ نہیں کر سکتی تھی مگر اب۔۔۔اب میں اس بھگوڑے کو کیسے بھاگنے دیتی نکیل تو اسے ڈالنی ہی تھی محبت اور جنگ میں سب جائز ہے اور میں بھی اس محبت کی جنگ کو جیتنے کے لیے اس وادی پرخار میں کود پڑی تھی ساری کشتیاں جلا کر دیوانگی کیفیت خود پر طاری کیے میں نے سردھڑ کی بازی لگا دی مجھے اب ہر حالت میں ارسل اور اس کی محبت کو جیتنا تھا اور اس کے لیے مجھے سب سے پہلے اس کی ماں اور ابا کو اپنی مٹھی میں کرنا تھا کیونکہ میں اچھی طرح سے جانتی تھی کہ ارسل اگر دنیا میں کسی کے سامنے کمزور ہونے سے گھبراتا ہے تو وہ اس کے ابا تھے اور اگر کسی کی بات بھی بھول کر بھی ٹال نہ پاتا تھا تو وہ اس کی ماں تھیں اور سچ کہوں تو اس کی اماں اتنی سویٹ تھیں اتنی محبت کرنے والی تھیں کہ ان کا دل جیتنا میرے لیے چنداں بھی مشکل نہ تھا اور رہے ابا تو وہ بھی ایسے ہی تھے بہت پیار کرنے والے پیارے سے انسان سو میں اس مشن پر چل نکلی اور بہت جلد میں اس میں کامیاب بھی ہو گئی کیونکہ اماں اور ابا تو پہلے سے ہی میرے ہمنوا تھے اور پھر جب سے ارسل نے میری بے عزتی کر کے مجھے گھر سے نکالا تھا تب سے تو میں اور زیادہ اچھی ہو گئی تھی ان سب کی نظروں میں لہٰذا اب وہ پہلے سے زیادہ مجھ سے محبت کا اظہار کرتے تھے ان کے ساتھ ساتھ میں نے گھر کے ہر فرد کو اپنی چکنی چپڑی میٹھی میٹھی باتوں کے جال میں خوب اچھی طرح پھنس لیا سوائے بڑی بہن اور بھابھی کے اس ارسل مسل کے۔

مگر کب تک۔۔۔کب تک وہ مجھ سے بچ سکتا تھا میں نے آہستہ آہستہ اس کے گرد تنگ کرنا شروع کر دیا نامحسوس انداز میں اس کے کئی کام اس طرح ذمے لے لیے کہ کسی کو شک بھی نہ ہو اور اس اعتراض بھی نہ ہو مثلاً اس کے کپڑے اگر دھلنے والے استری کرنے والے پڑے نظر آتے تو بھابھیوں کا ہاتھ بٹانے کے بہانے نہ صرف دھو کر استری کر لی ان کی جگہ پر رکھ دیتی اس کی پسند کے کھانے بھابھی سے سیکھنے کے بہانے وہی بناتی اور پھر اسے جا کر کھلا کر سب کے سامنے زبردستی اس سے تعریف کرواتی اور وہ بے چارہ اماں آپا اور بھابھی کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے اچھی ہے ٹھیک ہے مزے کی ہے جیسے رٹے فقرے بول کر جان چھڑانے کی کوشش کرتا مگر یہ صنم کا شکنجہ تھا صنم میمن کا وہ پنجابی منڈہ بھلا کیسے نکل پاتا میرے شکنجے سے لہٰذا آہستہ آہستہ میں اسے قابو

کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

ہم نے تمہارے نام کی تھی دیوچ لی
سب رنگ کائنات کے مٹھی میں آگئے

ارسل اور کتنا عرصہ انتظار کرنا ہوگا ہمیں آخر کب لاؤ گے تم اپنے گھر والوں کو ہماری طرف فائنل بات کرنے کے لیے اب تو اس خود ساختہ منگنی کو بھی انجام پائے ایک عرصہ ہوگیا اور تمہیں پھر بتا رہی ہوں ابو اور بڑے بھائی پر آج کل پھر شادی کا جنون سوار ہو چلا ہے اور پھر چچا کریم بھی اپنے بیٹے تابش کے لیے بہت اصرار کر رہے ہیں پھر یہ نہ ہو کہ خاندان والوں کے پر زور اصرار کے سامنے ابو مجبور ہو جائیں اور انہیں کوئی مشکل فیصلہ کرنا پڑ جائے اسی لیے کہہ رہی ہوں ابھی بھی وقت ہے اچھی طرح سوچ لو پھر نہ کہنا صنم بے وفا ہوگئی۔

گلشن کے نیم ترین گوشے میں میرے سامنے بیٹھی وہ ایک تفاخرانہ ادا سے کہہ رہی تھی اور میں اس کے عشوہ وغمزہ میں بری طرح ہی الجھا ارسل سے اسے تکے جا رہا تھا۔

بولو ناں ارسل ۔۔۔ کیا جواب دوں میں امی جان اور ابا جان کو اور پانچ روز میری جان کھاتی ہیں کہ دل دیا بھی تو کس گھونچو کو عشق کیا بھی تو کس مٹی کے مادھو کے ساتھ جسے اپنے حق کے لیے بھی آواز اٹھانا نہیں آتا اب میں کیا کہوں انہیں تم بتاؤ ناں۔

بس تھوڑا سا انتظار کرو اور صنم مجھے چند دن اور دے دو پلیز دیکھو بھائی تو سارے ہی میرے ساتھ ہیں رہ گئی بھابیاں تو جب بھائیوں کو اعتراض نہیں ہمارے رشتے کا تو بھابیاں بھی کتنی دیر منہ پھلائیں گی بھلا اصل مسئلہ تو آپاؤں کا ہے جانے کیوں وہ مان ہی نہیں رہیں ایسے ایسے اعتراضات اور ایسے ایسے جواز ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتی ہیں کہ میں تو میں بے چارے بھائی بھی لاجواب ہو جاتے ہیں کاش اماں اور ابا یوں میرے نیا بچ منجدھار ڈولتی چھوڑ کر اتنی جلدی راہی ملک عدم نہ ہوتے سب کہتا ہوں اگر اماں زندہ ہوتی تو ناں تو کب کے ہمارے سہرے کے پھول کھل چکے ہوتے مگر افسوس نہ ان کی قسمت میں اپنے چھوٹے کی خوشی دیکھنی لکھی تھی اور نہ ہی ان کے چھوٹے کے نصیب میں انہیں اپنی ہنستی بستی گھر ہستی کا سکھ دکھانا تھا اب تو بس انتظار ہے کہ آپائیں اور بھابھی کسی طرح مان جائیں تو یہ بیل بھی خیر و عافیت منڈھے چڑھے بس اسا وقت تک تم کسی نہ کسی طرح اپنے گھر والوں کا ٹالو پلیز میں نے اپنا وہی پرانا رونا رویا تو وہ ایک بار پھر چڑ گئی۔

دیکھو ارسل تمہارے ان پرانے گھسے پٹے بہانوں سے کام چلنے والا نہیں ہے اب تمہیں کوئی ٹھوس قدم اٹھانا پڑے گا میں تمہیں بتا چکی ہوں ابو اور بھیا اب مزید انتظار نہیں کرنے کے موڈ میں ہیں پہلے ہی تمہاری بھابھیوں اور آپاؤں کی لگائی آج تک سمجھ میں نہیں آرہی اوپر سے وہ الو کا پٹھا تابش ہاتھ دھو کر پڑا ہے میرے پیچھے اور تم ۔۔۔ تم ہو کہ تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا مہینے میں دو چار بار بہانے سے ڈیٹ مار کر ہی بڑے طرم خان بنے ہوئے ہو لے بیاناں جس دن ڈولی میری کرتے رہنا پھر کرسیاں سیدھی شہ کے پھیروں کی طرح اور آہیں بھرتے آنسو پونچھتے ہوئے باراتیوں کو کولڈ رنک پلاتے رہنا اس نے ایک بار پھر آگ لگانے والے انداز میں کہا تو میں واقعی سر سے

پاؤں تک سلگ گیا تھا یہ میری اور اس کی کوئی پہلی ڈیٹ ملاقات نہ تھی ہم نے تو کراچی کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا تھا جہاں اپنی محبت کی نشانیاں اور ثبوت نہ نصب کیے ہوں اور اسی طرح ایک خفیہ ملاقات میں اعظم معظم ارفع اور میرب نے کامیاب چھاپہ مار کر ہمیں بقول آپا رنگے ہاتھوں رنگ رلیاں مناتے پکڑ لیا اب یہ ان کی اپنی ای آئی ہو گی یا اس کے پیچھے کسی نا قوت کا ہاتھ ملوث تھا کچھ کہا نہیں جا سکتا مگر اس کامیاب ترین چھاپے نے ہمارے مانس کے غبارے سے ہوا ضرور نکال دی اعظم نے اسی وقت فون کر کے آپا بھابی کے ساتھ محسن بھائی اور انس بھائی کو بھی موقع واردات پر بلوا لیا اور وہ بھی اتنے ویلے اور گرم جوش کہ دیکھتے ہی دیکھتے جائے واردات پر آن پہنچے بس جی پھر کیا تھا وہ تمام خدائی فوجدار ہمیں اپنے گھیرے میں جیسے تیسے گھر پہنچے اور پھر جو عدالت لگائی گئی جس طرح فرد جرم ہمارے نام نکلی اور جس طرح ہم دونوں کو قابل گردن زنی قرار دیتے ہوئے سخت ترین سزا ہمیشہ کی جدائی سنا دی گئی اس نے کم از کم مجھ پر اس مصرعے کا رنگ بدلتا ہے آسمان کیسے کیسے بہت اچھی طرح واضح کر دیا میں تو واقعی سب کو رنگ رنگ بدلتا دیکھ کر دھنگ رہ گیا تھا کہاں تو صنم سب کی چہیتی لاڈلی معصوم اور بہت اچھی بچی تھی اور کہاں وہ ایک دم چالاک تیکھی میسنی جادوگرنی اور جانے کیا کیا ہو گئی اماں بے چاری تو دبے پاؤں لفظوں میں ہماری طرف داری کر رہی تھی کہ میں اگر ان کا لاڈلا چھوٹا تھا تو صنم بھی ان کی لاڈلی ہی تھی جسے انہوں نے گودوں میں کھلایا تھا ان کا شاید رشتے سے کسی قدر اختلاف نہ تھا جتنا کہ باقی سب کو میری پیاری اماں کو بہر حال میری خوشی سب سے زیادہ عزیز تھی مگر باقی سب تو جیسے ہمارے خلاف محاذ ہی کھول کر بیٹھ گئے مگر ان سب کے سامنے بھی کل ہم تھے ہم ارسل علیم اور صنم رشید میمن جانے وہ کیسی خدگی جس نے میرا دماغ بالکل ہی گھما دیا تھا کہ میں نے انتہائی قدم اٹھا لیا جس کے بارے میں کم از کم میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا مگر آپاؤں بھابیوں وغیرہ کی طرف سے بار بار اس طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں مجھے بار بار اس طرح ذلیل کیا گیا ہمیں زچ کر رہ گیا اس روز بھی ہم دونوں چھپ چھپا کر طارق روڈ پر اپنے پسندیدہ فوڈ کارنر میں بیٹھے لنچ کر رہے تھے کہ روبی بھابی اور چھوٹی آپا کے ساتھ تمثی اور ارفع بھی اس ریسٹورنٹ میں آ گئیں اب وہ اتفاقاً آئی تھیں ہمیں پھر ایک بات رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا تھا انہوں نے ہم تو ابھی ان کے چھاپے سے ہی نہیں سنبھل پائے تھے کہ صنم کی باجی اور بھابی بھی شاپنگ بیگز ڈھیر اٹھائے ادھر ہی آ گئیں ان چہ عدد خوفناک تیور لیے ہمیں گھورتی خواتین نے واقعی ہمارے اوسان خطا کر دیے تھے مگر یہ تو ابھی کچھ بھی نہ تھا اصل طوفان تو گھر جا کر اٹھا تھا۔

اماں سمجھائیں اسے اور کتنی ذلت کرائے گا یہ ہماری اسے اس کی حرکتوں کا کیا اثر پڑ رہا ہے ہمارے بچوں پر اس کا اسے ذرہ برابر خیال نہیں ابا ٹھیک کہتے تھے یہ شوبز کی فیلڈ ہی ایسی ہے سب کے سب مادر پدر آزاد ہی ہو جاتے ہیں کوئی شرم کوئی حیا باقی نہیں رہی اسے دیدوں کا پانی مر گیا اس ارسل موئیل کا غضب خدا کا سارے زمانے میں اسے وہ بھٹکی چڑیل میمن زادی ہی ملی تھی عشق

لڑانے لگے ارے اماں میں کہہ رہی ہوں سنبھال لیں ابھی بھی اسے ورنہ خاندان میں ہی رہی سہی عزت بھی خاک میں ملا دے گا یہ چھوٹا کھوٹا آپ کا۔۔ آپا کا غصہ تھا کہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا گھر آنے کے ساتھ ہی پہلے تو انہوں نے خوب جی بھر کے میری خاطر کی پھر ان کی توپوں کا رخ صنم کی طرف ہو گیا تھا غائبانہ چوں کہ اسے برا بھلا کہہ کر جی نہ بھرا تو ٹھونک کر اس کے گھر لڑنے جا پہنچی وہاں بھی خوب جوابی حملے کیے گئے اور بات بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھی کہ میں اور انس بھائی بیچ بچا کروانے جا پہنچے کر وہاں کے حالات دیکھ کر کھولتا میرا دماغ ہی الٹ گیا تھا۔۔ آپا بھیا کان کھول کر سن لو آپ سب میری بات میں شادی کروں تو صرف اور صرف صنم سے وہ جیسی بھی ہے میری محبت ہے مجھے نہ اس کی ذات سے کوئی مطلب ہے اور نہ ہی اپنی برادری سے دنیا کی کوئی طاقت بھی مجھے میری محبت سے جدا نہیں کر سکتی سنا آپ نے اس لیے برائے مہربانی یہ تماشہ بند کریں اور جائیں یہاں سے یہ شریف لوگوں کا گھر ہے کوئی بازار یا چوک نہیں کہ آپ اتنی گھٹیا زبان استعمال کریں یہاں پر میری ہونے والی سسرال ہیں یہ اور مجھے ان کی عزت کا خیال ہے جتنا کہ آپ لوگوں کا۔ میں نے ایک دم غصے سے کہتے ہوئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ انگوٹھی نکالیل جو چند گھنٹے پہلے ہی طارق روڈ سے صنم کی پسند سے خریدی تھی اور اس کی سالگرہ پر اسے گفٹ کرنے کا ارادہ تھا مگر اب حالات ایسے ہو گئے تھے کہ سالگرہ تک کون انتظار کرتا میں نے وہ نفیس سی گولڈن رنگ وہیں سب کے سامنے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پہنا دی میرے اس عمل نے دونوں

آپاؤں کے پیروں تلے سے زمین ہی تو کھینچ لی تھی وہ یکدم گرنے کے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئیں جبکہ انس بھائی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی باقی سب لوگوں پر تو میرے اس فیصلے کا جو اثر ہوا سو ہوا مگر اماں جیسے بالکل ہی خاموش ہو گئی میں جانتا تھا کہ میں نے شاید ان کے دل کو دھچکا پہنچایا ہے میری اماں واقعی مجھ سے بے تحاشہ پیار کرتی تھیں۔

میں تجھ سے ناراض نہیں ہوں چھوٹے مجھے صنم بھی اچھی پیاری ہے جس طرح تم مگر کیا کروں تمہارے بھائی بہنیں اور بھابھیاں تو تمہارے پھر بھی مان ہی جائیں گے مگر تمہاری آپا انہوں نے تمہارے ابا جی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے مجھے بڑی فکر ہو رہی ہے بیٹا میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی پتا نہیں تمہاری کوئی خوشی دیکھ پاؤں گی بھی کہ نہیں میں نے اماں سے لپٹ کر معافی مانگی تو وہ میرا ماتھا چوم کر الٹا مجھے دلاسے دینے لگیں بلڈ پریشر اور شوگر کا مرض انہیں دن بدن گھلائے جا رہے تھے اور پھر اماں کا خوف کچھ اس طرح سچ ثابت ہوا کہ میں بالکل ہی ٹوٹ کر رہ گیا اماں ایک رات بلڈ پریشر ہائی ہونے کے باعث بے ہوش ہو گئی انہیں بے ہوشی کے عالم میں ہاسپٹل لے جایا گیا تھا مگر وہ جانبر نہ ہو سکیں اور ابھی تو ہم اس صدمے سے پوری طرح نکل بھی نہ پائے تھے وہ ابا بھی ہم سب کو روتا ہوا چھوڑ کر اماں کے پیچھے پیچھے چل دیے ساری زندگی اماں نے ابا کے نقش قدم پر چلتے گزاری اور اب آخر میں ابا کو ان کے پیچھے پیچھے جاتے دیکھ کر ہم سہمے ہو گئے۔

یہ دونوں صدمات ہماری پوری زندگیوں کو

الٹ پلٹ کر گئے اماں نے بالکل ٹھیک کہا تھا ان کی آنکھ بند ہوتے ہی میرے طرف کھلنے والے خوشیوں کے سارے در شاید بند ہو گئے تھے گھر والوں نے واضح طور پر مجھے ان کی موت کا ذمہ دار قرار دے دیا اور مجھ پر اس خود ساختہ منگنی کو توڑنے کے لیے پوری طرح سے دباؤ ڈالا جانے لگا وہ نہیں جانتے تھے کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھا یا نہ جائے گا سو میں نے اپنے فیصلے پر ڈٹا رہا اور آج تک قائم و دائم ہوں۔

آساں نہیں ٹوٹے ہوئے دل کا جوڑنا
پچھتاؤ گے خوابوں کی بستی اجاڑ کر

میرے دن رات اب اس کی یادوں کے سہارے ہی گزرنے لگے میں نے کبھی خواب میں تصور نہیں کیا تھا کہ مجھے اس کے بغیر رہنا پڑے گا میں نے تو اپنے سارے پتے بڑی احتیاط سے اور بڑی ہوشیاری سے کھیلے تھے میں تو اسے اپنے سحر میں پوری طرح سے جکڑ چکی تھی لاکھ مخالفتوں لاکھ دشواریوں اور لاکھ سب کی نہیں نہیں کی گردان کے باوجود مجھے پورا یقین تھا کہ ارسل میرا ہو کر رہے گا اور پھر میرے اس یقین کو مستحکم کرنے کے لیے وہ اپنی اکلوتی خالہ کو بھی گواہ بنا کر لے آیا اس کی ایک ہی خالہ تھیں اور وہ بھی لاہور میں رہتی تھیں خالہ کے بیٹے کی شادی میں سب گھر والوں کے ساتھ وہ بھی لاہور گیا اور وہاں اس نے خالہ سے میرا بھی ذکر کیا او رہمارے ملن کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کا بھی اس نے جانے خالہ کو کیا اور کس انداز میں کہا کہ اگلے مہینے ہی خالہ اپنی چھوٹی بچی کے ساتھ کراچی آ گئیں اور ارسل نے مجھے ان کی مدد کے متعلق بتایا تو میں تھوڑی کنفیوز ہوئی کیونکہ اس کے سارے گھر والوں کی مخالفت تو میں پہلے سے ہی تھی اور اب اگر خالہ بھی مجھے رجیکٹ کر دیتیں تو۔ اور اسی خدشے نے میری نیندیں اڑا رکھی تھیں امی جان نے ارسل کے کہنے پر خالہ سمیت سارے گھر والے کو ڈنر پر انوائٹ کا کی تھا اور سچ کہوں تو میرے ساتھ ساتھ امی اور بھابیاں بھی کنفیوز ہو رہی تھیں کیونکہ ایک تو وہ پنجابی کشمیری خاندان سے تھیں اور پھر لاہور کی رہنے والی تھیں اور سنا تھا کہ لاجواب کوکنگ کرتی تھیں ان کے ہاتھ کے ذائقے کے سامنے بڑے بڑے ماہر پانی بھرتے نظر آ رہے تھے اور ہم ٹھہرے میمن برادری کے ان جیسے مرغن اور لذیذ کھانے چاہ کر بھی نہ بنا پاتے اس لیے ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ڈنر کا مینیو کیا رکھیں اس لیے مجھے بھی ارسل سے ہی مدد لینی پڑی اس کے ہی مشورے پر جو بھی الٹا سیدھا بنا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

خالہ میرے لیے بہت ہی خوبصورت اور قیمتی تحائف لائی تھیں ان کی بیٹی بھی مجھے اپنی طرف سے بہت اچھے گفٹ دیئے اور جو محبت اور خلوص مجھے ان کے رویے سے ملا وہ سب سے بڑھ کر تھا میں ان سے مل کر واقعی بے حد خوش تھی اور مطمئن بھی ہو گئی تھی ڈھیروں تحائف پھر پھول مٹھائی سب مل کر مجھے احساس دلا رہے تھے کہ میری سسرال سے یہ سب سوغاتیں میرے لیے ہی آئی ہیں خالہ نے میرے اور ارسل کے ہر خدشے کو غلط ثابت کرتے ہوئے ہمارے رشتے پر تصدیق کی مہر ثبت کر دی سب ٹھیک چل رہا تھا ہم ان دنوں ہواؤں میں اڑ رہے تھے خوش رنگ تتلیاں بے خوشیوں کے کھلے خوش رنگ پھولوں

پر دیوانہ وار رقص کرتے اپنے آنے والے کل اور گزرے ہوئے کل کر بھلائے بس اپنے حال میں مست تھے کہ ہمیں پورا یقین تھا کہ ہمیں ایک ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی مگر خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں اور دیوانوں کے خواب بھی کبھی سچ ہوئے ہیں بھلا۔

وہ بھی ایک خوبصورت شام تھی میں روز کی طرح اپنی کھڑکی میں کھڑی تھی ارسل کو اپنی گاڑی گلی میں لاتے ہوئے دیکھ رہی تھی یہ میرا روز کا معمول تھا اس کے آفس جانے اور واپسی کے وقت اپنی کھڑکی میں کھڑے ہو کر اسے دیکھا کرتی تھی وہ میرے سامنے گاڑی سے اگر روز کی طرح مجھے ہاتھ ہلا کر وش کیا وہ گھر کے اندر چلا گیا مگر پھر جلد ہی گھبرایا ہوا اپنی بھائی وغیرہ کے ساتھ باہر آیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے گھر کے تقریباً تمام افراد ہی افراتفری میں نکلے اور گاڑیوں میں بیٹھ کر کہیں چلے گئے میں اس منظر کو دیکھ کر ایکدم گھبرا سی گئی اور ساری احتیاطی تدبیریں فراموش سرپٹ دوڑتی ان کے گھر چلی گئی گھر میں صرف فوزیہ بھابھی اور بچے تھے اور ابھابھی بڑی پریشانی کے عالم میں بیٹھیں تھیں۔

کیا ہوا بھابھی سب خیریت تو ہے ناں۔ یہ سب لوگ کہاں گئے ہیں اتنی پریشانی کے عالم میں۔

میں ڈرتے ڈرتے بھابھی سے پوچھا تو انہوں نے افسردہ نظر مجھ پر ڈالیں اور سر جھکا لیا۔

بھابھی پلیز کچھ تو بتائیں ناں مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ چھوٹی آپا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے انہیں ہاسپٹل میں لے کر گئے ہیں تم بھی دعا کرو صنم سب ٹھیک ہو جائے بھائی جان یہاں نہیں اور آپا کی حالت بھی کہتے ہیں ٹھیک نہیں ہے اللہ ہی خیر کرے۔

فوزیہ بھابھی نے میرے استفسار پر جو خبر مجھے سنائی تھی وہ مجھ پر بجلی بن کر گری تھی آپا کا ہارٹ اٹیک مطلب میرے اور اس کے ملنے میں ایک اور رکاوٹ ایک بار پھر انتظار اور وہ بھی جانے کتنا لمبا میرے کان سائیں سائیں کرنے لگے میں بمشکل خود کو سنبھالے وہاں سے اٹھی اور اپنے آنسو اور سسکیاں اور روتی ہوئی اپنے گھر آ گئی جانے کیوں اس خبر نے مجھے بری طرح سے ہلا دیا تھا میرا دل اندر ہی اندر کچھ غلط بہت ہی غلط ہو جانے کی گواہی دے رہا تھا میں جلے پیر کی بلی کی طرح اندر باہر پھر رہی تھی اور ارسل تھا کہ میرا فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا اور نہ کسی میسج کا جواب دے رہا تھا یوں تو آپا ہاسپٹل جانے خبر سنتے ہی ابو امی بھابھی اور بھیا بھی ہاسپٹل چلے گئے تھے اور بھابھی نے مجھے فون کر کے کہا کہ اب آپا کی حالت خطرے سے باہر ہے مگر میرا وجدان مجھے کچھ اور ہی کہانیاں سنا رہا تھا میری جب تک ارسل سے بات نہ ہو جاتی مجھے چین ہی نہ آتا اور نہ ہی قرار آتا تھا اور یہ بات وہ خود بھی جانتا تھا مگر اسکے باوجود بھی اس نے نہ تو مجھے فون کیا اور نہ ہی کوئی ٹیکسٹ۔

صنم میں تم سے معذرت چاہتا ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا میں اب اس سے زیادہ اور اس رشتے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا میری طرف سے تم آزاد ہو جہاں چاہو جس سے چاہو اپنی شادی کروا لو مگر اب اپنے پیاروں کو تکلیف نہیں دے سکتا اب اس سے زیادہ مجھے میں ہمت نہیں ان کا دکھ ان کی تکلیف دیکھنے کی آپ سب سے بھی

گزارش ہے کہ ہوسکے تو مجھے معاف کردینا میری طرف سے منگنی ختم سمجھیں اور آخر کار تمام تر خدشات اپنے بدترین روپ میں سامنے آہی گئے تھے آپا کے ہاسپٹل سے گھر آنے کے بعد بھی ارسل سے میرا کوئی رابطہ نہ ہوسکا پایا تھا میں دوچار بار امی کے ساتھ آپا کی طرف بھی ان کی خبر لینے گئی اور مجھے امید تھی کہ شاید شکر وہی ہو مگر وہ مجھے وہاں بھی نہ ملا اور نہ ہی اسے میں نے اس کے گھر میں دیکھا تھا اس دن کے بعد سے جیسے غائب ہی ہو گیا تھا اور اب جس طرح سب کے سامنے بغیر ڈرے بغیر جھجکے

اس نے مجھے انگوٹھی پہنا کر اپنا پابند کیا تھا اسی طرح ہی سب کے سامنے بلا جھجک بلا خوف و خطرہ مجھے آزاد بھی کردیا تھا اس کا یوں میرے گھر آکر مجھ سمیت میرے تمام گھر والوں کے سامنے گھر میں ٹھہرانا میرے بھائیوں کے منہ پر جوتا مارنے کے برابر تھا اور انہیں ارسل کی طرف سے کیا جانے والا انکار بھی ایسے ہی تھا بھیا فوراً محسن بھائی کے پاس گئے اور انہیں ساری صورت حال بتائی مگر انہوں نے بھی کوئی خاص ردعمل نہ دکھایا کیونکہ وہ سب اب ہمیں ہمارے حالات پر چھوڑ چکے تھے اور ان کا موقف بھی اپنی جگہ درست ہی لگ رہا تھا کہ معقول ان کے جب منگنی وہ خود کر سکتا ہے تو اسے ختم کرنے کا اختیار بھی صرف اس کو ہے ہم بھلا اس میں کیا کرسکتے ہیں نہ اس نے پہلے ہم سے کوئی مشورہ کیا تھا اور نہ ہی اب ہمیں خبر ہونے دی ہے اب آپ ہی بتائیں ایسے میں ہم کیا کریں بھیا وہاں سے ایک طرح سے لاجواب ہوکر آئے تھے اور پھر ان کا زور صرف مجھ پر ہی چلا تھا سب کی خفگی ناراضگی حتیٰ کہ تشدد تک مجھے سہنا پڑا امی اور باجی نے تو ٹھیک ٹھاک قسم کی ٹھکائی کی تھی میری جبکہ ابو تو مجھ سے ناراض ہوگئے کہ میری شکل نہ دیکھنے کی قسم کھالی انہوں نیا دو اعلان بھی کردیا۔ جب تک اس کو بیاہ کر اس کے گھر رخصت نہیں کردیتے یہ منحوس میرے سامنے نہ آئے اور یہی فرمان بھائیوں کی طرف سے بھی داغ دیا گیا تھا اب مجھے اٹھتے بیٹھتے سب کے طعنے تشنے سننے پڑتے ہیں اور میں رہ رہ کر اپنی محبت کے لاشے کو اپنے ہی کاندھوں پر اٹھائے ہوئے سسک سسک کر جینے اور سلگ سلگ کر مرنے پر مجبور ہوگئی ہوں۔

امی جان آپ بالکل پریشان نہ ہوں سب تو انتظامات مکمل ہیں ابوبق کی چچا جان سے بات ہوگئی ہے اگلے جمعے کو وہ لوگ آجائیں گے عصر کے بعد نکاح ہوجائے گا صنم کا ہم بھی ارسل موسل کو بتادیں گے کہ ہم بھی کسی سے کم نہیں ہیں ہماری بہن کے لیے ابھی بھی ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ ہماری اپنی برادری میں موجود ہے یہ تو اس بے وقوف کی ضد نے ہمیں مجبور کردیا تھا ورنہ تھا کیا اس گھر والوں میں نہ شکل نہ عقل کاٹھ کا الو ۔ بے وقوف گدھا کہیں کا معد ہو کر مگر بھائی بہنوں سے ایسے ڈرتا ہے جیسے ان کا زرخرید غلام ہو ارے یہ تو ہماری ہی لڑکی کے دماغ میں خناس سما گیا جو ہم مجبور ہوگئے ورنہ ایسے ایسوں کو تو ہم اپنی جوتی بھی نہ چھونے دیتے با آپ بالکل پریشان نہ ہوں اس جمعے کو اس کا نکاح ہوجائے گا تا بس کے ساتھ رہ گئی رخصتی تو وہ اس کے اگلے ساتھ آنے پر کردیں گے اچھا ہے ناں وہ نکاح کے کاغذات ساتھ لے جائے گا اور صنم کو ویزہ لگوا کر لینا آئے گا تا کہ رخصتی کے بعد یہ بھی اس کے

ساتھ ہی چلی جائے گی بھیا نے امی جان کو سارا
پروگرام تفصیل سے سمجھاتے ہوئے کہا گو کہ وہ
بات تو امی اور بابا سے کر رہے تھے مگر میں جانتی
تھی کہ در پردہ مجھے ہی سنایا جا رہا تھا میرے دل
میں درد کا جہاں آباد تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ مجھے
اپنے سے زیادہ اپنے گھر والوں کی ہونے والی
ذلت نے توڑ دیا تھا میں تو اس کی دھتکار اور
ٹھوکروں کی بچپن سے ہی عادی تھی مگر اس بات
اس نے جس طرح میرے گھر والوں کی بے عزتی
کی تھی اپنے پیاروں کی تکلیف کا باعث مجھے او
میرے پیاروں کو ٹھہرایا تھا اب مجھے بھی اپنی
سوئی ہوئی انا کو جگانا ہی پڑا تھا۔

اور پھر وہ جمعہ بھی آ ہی گیا تھا میری بہنوں
اور بھابھیوں نے بہت دن پہلے سے ڈھولک رکھ
دی تھی میں بھی ان کی خوشی کے لیے ان کے ساتھ
بیٹھ جاتی تھی میں نے اب اپنے آپ کو حالات
کے دھارے میں چھوڑ دیا تھا میں تو تدبیر کے
حوالے کر دیا تھا اور چپ چاپ جس طرح
میرے گھر والے کہتے گئے میں کرتی گئی خاندان
کے علاوہ محلے سے بھی کافی لوگ مدعو تھے جیسے ہی
میں نے نکاح نامے پر سائن کیے میرے ضبط کا
بندھن ٹوٹ گیا میں امی کے گلے لگ کر کچھ اس
طرح ٹوٹ کر روئی کہ وہاں موجود ہر فرد کی آنکھ نم
ہو گئی میرا دل میرے ہاتھوں سے نکل نکل جا رہا
تھا حالانکہ ابھی تو صرف نکاح ہوا تھا مگر مجھے لگ
رہا تھا جیسے میرے جسم سے جان ہی نکل گئی ہو اور
اب صرف خالی بت رہ گیا تھا ناہی بت۔

درد سے ہم رو رو کر الجھتے ہیں
کس مصیبت میں کوئی ڈالا گیا

درد اٹھا کچھ اس طرح صنم
دل کی سب حسرتیں نکال گیا

بہرہ دیوانگی انتہاؤں کو چھو رہی تھی آپا کی
اچانک آنے والی بیماری نے مجھے اس قدر خوفزدہ
کر دیا تھا اور حواس باختہ کر دیا تھا کہ میں بالکل
ڈھے کر رہ گیا تھا اب گھر میں کوئی مجھے کچھ نہیں کہتا
تھا شوبز میں میرا ایک نام تھا ایک مقام تھا ایک
پہچان بن چکی تھی گھر سے باہر میں چاہے کتنا ہی
معزز کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جاتا مگر گھر کے اندر
میں ابھی تک وہ ہی چھوٹو تھا اور میرے بڑے
بہن بھائیوں کے مجھ پر وہ ہی مان تھے جنہیں
توڑنے سے کہیں آسان مجھے اپنا دل توڑنا لگا سو
ایک دن ہمت کر کے میں نے اپنے دل پر پاؤں
رکھ کر اس سے ہر رشتہ توڑ دیا

میرے اس عمل کے بعد بالکل ویسا ہی
طوفان ایک بار پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا جیسا کہ میری
اچانک منگنی کرنے پر اٹھا تھا مگر اب کی بار یہ
طوفان صنم کے گھر والوں نے اٹھایا تھا اس کے
بھائی میرے خون کے پیاسے ہو گئے تھے اور اگر
میں غلطی سے بھی ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو شاید
وہ مجھے مار ہی ڈالتے مگر میری قسمت کہ میں آپا کی
بیماری میں الجھا ہوا تھا ان کے ارد گرد ہی چکرا تا رہ
گیا اور اُدھر انہوں نے رہی سہی عزت بچانے
کے لیے صنم کا نکاح کر دیا تھا اسی تابش کے ساتھ
جس کو وہ الو کا پٹھا کہتی تھی جیسے ہی مجھے اس کے
نکاح کی خبر ہوئی میرے اندر سناٹے پھیل گئے
اور میں جیسے اندر سے بالکل خالی ہو گیا ویران
کھنڈر کی طرح میرے دل کا سکون تو پہلے سے ہی
رخصت ہو چکا تھا اب تو لگتا تھا کہ حواس بھی
ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے میں پہلی اس قدر

ڈسٹرب رہنے لگا کہ میری توجہ اپنے کام پر بھی نہ ہونے کے برابر تھی اور رہے پروفیشن میں تو حاضر دماغی اور ذہانت ہی تو سب کچھ تھی ایسے میں میرا وہی بنا جو بن سکتا تھا میرے ساتھ کئی اہم پروجیکٹ نکلتے چلے گئے پروڈیوسرز میری طرح پاگل اور عشق کے ڈسے ہوئے تو نہ تھے کہ اپنا پیسہ برباد کرتے میری ذہنی حالت پاگل اور میاں مجنوں کہنے لگے میرے کولیگز میرے ورکرز میرے دوست ایک ایک کر کے سب مجھ سے دور ہوتے جا رہے تھے کوئی مجھ پر ترس نہ کھاتا۔

مگر میں پاگل نہیں تھا میں تو اپنے ضمیر کا قیدی تھا دن رات ضمیر کے کوڑے کھاتا اس سے نظریں چراتا زندگی کے ایام کاٹ رہا تھا میری حالت اس سارے عرصے میں اتنی خراب ہو چکی تھی کہ اب میرے اپنے میرے پیارے مجھے دیکھ دیکھ کر روتے بھائی نے تو مجھے خوب ڈانٹا بھی کہ میں نے اپنے دل کی سے بغیر ہی کیوں اتنا بڑا فیصلہ کر لیا کیوں اپنی زندگی کے ساتھ اتنا بڑا کھیل کھیل گیا مگر میں انہیں کیا جواب دیتا میری تو بچپن سے ہی عادت تھی کہ کھیل درمیان میں ہی ادھورا چھوڑ کر بھاگ جانے کی تو بھلا اب کیسے اس محبت کے کھیل کو پورا کر سکتا تھا بھاگنا تو مجھے تھا ہی مگر میری اس بھاگ دوڑ نے بچارے شید میمن کے گھر والوں کی بھی دوڑیں لگوا دیں تھی کی پہلے میری تلاش میں اور پھر صنم کے لیے رشتہ ڈھونڈنے کے چکر میں اور پھر جیسے ہی مجھے اس کے نکاح کی خبر ملی میری دیوانگی اپنے عروج پر جا پہنچی میں نے اپنا گھر چھوڑ کر نخل آپا کی طرف ہی ڈیرے لگا لیے

لمبے چوڑے گھر میں شب کو تنہا ہوتے ہیں

دیکھو کسی دن آمل ہم سے ہم کو تم سے کام ہے جاناں

رے سیل پر آنے والا یہ برقی پیغام صنم کے نمبر سے آیا تھا ایک عرصہ کے بعد اس کے نمبر سے آنے والے اس میسج نے مجھے چونکا دیا میں تو ابھی تک اپنے حواسوں میں نہیں آیا تھا اس کے نکاح کو بھی چھ ماہ سے زیادہ ہو چکے تھے اس دوران دونوں طرف بڑی گہری خاموشی چھائی رہی تھی نہ تو اس نے کبھی رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی میں نے اپنے اندر اتنی ہمت کر پایا تھا پھر آپا اور بھابھیاں بھی میرے لیے رشتہ ڈھونڈتی پھر رہی تھیں بلکہ پچھلے چند مہینوں سے تو وہ اور زیادہ متحرک ہو گئی تھیں مگر میری طرف سے ہر بار انکار ہی سننے کو ملتا انہیں اور اب تو وہ برملا کہتی پھرتی تھیں کہ اس صنم چڑیل نے جادو ٹونہ کر دیا ہے ہمارے چھوٹے پر جو اسے اس کلموہی کے سوا اور کوئی دکھائی ہی نہیں دیتی مگر میں انہیں کیسے سمجھاتا کہ یہ کوئی جادو ٹونہ نہیں ہے یہ عشق تھا اور عشق کبھی آسان نہیں ہوتا یہ آگ کا دریا ہے اور تیر کر پار کرنا ہے صرف عشق کے بس کا کام ہی ہے اور آج ایک عرصے بعد ملنے والے برقی پیغام نے میری ساری سوئی ہوئی حسیات بیدار کر دی تھیں میں نے فوراً اس کے نمبر پر کال ملائی۔

صنم کیسی ہو تم۔ جواب کیوں نہیں دے رہی کچھ تو بولو صنم بات کرو مجھ سے پلیز صنم اس کی ہیلو کے جواب میں میں نے بے تابی کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا مگر ادھر سے سوائے سسکیوں کے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی اور اس کی یہ سسکیاں میری دل پر تیر کی طرح لگ رہی تھیں میں خود کو شدید اذیت میں محسوس کر رہا

تھا۔
صنم پلیز اس طرح رونہیں بات کرو میرے ساتھ گالیاں دو مجھے کوسو مجھے بددعائیں دو مجھے خدا کے لیے مجھے اس طرح چپ کی مار مت مارو مجھے اپنے آنسوؤں کے سمندر یں نہ ڈبوؤ۔ صنم پلیز کچھ تو بولو یار ایک بار آواز تو سنا دو اپنی ترس گیا ہوں تمہاری آواز سننے کے لیے تمہاری صورت دیکھنے کے لیے خدا کے لیے اتنی ظالم مت بنو صنم خدا کے لیے میں خود بھی سسک اٹھا تھا مگر اس نے کوئی بھی جواب دیئے بغیر ہی فون بند کر دیا تھا۔

میں نے پھر کال ملائی مگر اس نے پھر کال کاٹ دی مگر میں ہمت نہ ہارنے والا تھا بار بار کوشش کرتا رہا آخرکار اس نے فون اٹھا ہی لیا۔
کیوں تنگ کررہے ہو تم مجھے اب رہ کیا گیا ہے باقی سب کچھ تو ختم ہو گیا ہے ختم کر دیا ہے تم نے سب کچھ اپنی جذباتیت کے ہاتھوں آگ لگا دی میرے ارمانوں میں جھلسا کر رکھ دیا ہے میرے خوابوں کو بکھر کر رہ گئے ہیں میرے ارمان اور پھر بھی تمہیں چین نہیں آتا اب بھلا کیا چاہتے ہو مجھ سے کیا ملے گا تمہیں بھلا اس ڈھیر سے اب جاؤ ارسل میاں جاؤ اب اپنی زندگی کو خوشگوار گزرو جیسے چاہو جس کے ساتھ چاہو مرضی شادی کرلو میری طرف سے تم بالکل آزاد ہو اب نہ مجھے تمہاری کوئی بات سننی ہے اور نہ ہی تمہاری باتوں میں آنا ہے اس نے روتے ہوئے کہا۔

صنم پلیز میں مانتا ہوں غلطی میری ہے مگر میں کیا کروں یار تم جانتی ہونا مجھے بچپن سے ہی ایسا ہی ہوں میں ایک بار بس ایک بار معاف کر دو وعدہ کرتا ہوں اب کبھی تمہارا دل نہیں دکھاؤں گا وعدہ یار ایک بار معاف کر دو۔ رانی بنا کر رکھوں گا تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا پلیز پلیز صنم۔
تم پاگل ہو گیا اب کیسے مناؤ گے رانی۔ سب ختم ہو چکا ہے میرا نکاح ہو چکا ہے ارسل نکاح۔ اب میں کسی اور کی بیوی ہوں اور اگلے چند ماہ میں وہ آ کر مجھے لے جائے گا کہا تھا نہ میں نے کہا تھا ناں کہ بہت رو ؤ گے تم بہت پچھتاؤ گے تم اس دن کوئی اور میری ڈولی لے جائے گا مجھے ہمیشہ کے لیے اور تم۔ تم ادھر ہی مجنوں بنے بیٹھے رہنا وہ ایک دم میری بات کاٹ کر ہسٹریکل طریقے سے چلائی تھی اور اس کی باتوں سے چھلکتی بے بسی لاچاری اور غصے نے مجھے بھی بے بس کر دیا تھا اور میں نے پوری قوت سے اپنا سیل فون دیوار کے ساتھ دے مارا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا لیکن اگر رونے سے مسئلے حل ہو جائیں تو بگڑی باتیں سنورنے لگیں تو پھر کیا ہی بات ہو مگر رونے سے تو کسی مسئلے کا حل کبھی نکلا ہی نہیں اس کے لیے تو عقل ہی لڑانی پڑتی ہے اور میں نے بھی جیسے تیسے کر عقل ہی لڑائی اور میری عقل نے مجھے جو مشورہ دیئے اس کے مطابق میں ایک بار پھر اس کی طرف دیوانہ وار لپکنے لگا میرے بار بار فون کرنے پر بالآخر وہ پھر میرے ساتھ بات کرنے لگی چند دن رو پیٹ کر ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ کر ہم پھر پہلے جیسے ہو چکے تھے اب ہم نے ایک بار پھر ملنا شروع کر دیا تھا لیکن اب ہمیں بہت آسان اور سہولت ہو گئی تھی کیونکہ میرے گھر والے بھی مجھے شک سے بری قرار دے چکے تھے وہ بھی اپنی شاپنگ کے بہانے آتی اور میرے

ساتھ نکل جاتی ارے ارسل میں نے تمہارے بغیر یہ وقت جس طرح کاٹا ہے میں جانتی ہوں یا میرا خدا مگر اب میں تم سے کہے دے رہی ہوں اب میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی جو بھی ہو جائے مجھے ہر حالت میں بس تمہارا ساتھ ہی چاہئے اور کسی کا نہیں اور دیکھو اب میں تمہارے لیے صرف تمہاری خاطر ایک رسک لینے جارہی ہوں اب کی بار مجھے دھوکہ مت دینا پلیز اس روز بھی ہم اسی طرح ہی چوری چھپے ملے تھے میری بے تابیوں بے قراریوں کے جواب میں اس نے کچھ اس طرح بے قراری کا اظہار کیا کہ میں ہی دنگ رہ گیا میرے لاکھ پوچھنے پر بہت اصرار کرنے پر بھی اس نے مجھے رسک کے بارے میں نہیں بتایا تھا یہ الگ بات ہے کہ میں دل ہی دل میں بے حد خوف زدہ ہو رہا تھا کہ اب جانے یہ دیوانی لڑکی کیا گل کھلائے گی پھر جو گل بلکہ جو گلزار اس نے کھلائے تھے اس کے بارے میں تو میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

بیان:۔ ایک سے ہجر و وصال کرتے ہو
کیوں اپنا شہر میں جینا محال کرتے ہو
بچھڑ کے بھی بھلا لیے ہیں چاہنے والے
کیوں اپنے آپ کو یونہی نڈھال کرتے ہو
سنا ہے وہ بھی تمہیں پوچھتا ہے ایسے ہی
تم اس کے بارے میں جیسے سوال کرتے ہو
وہ آشنائی اسے یاد ہی نہ ہو شاید
تم جس کے نام پر سب ماہ و سال کرتے ہو
بہت عزیز تھا شاید وہ اس لیے محسن
بچھڑنے والے کا اب تک ملال کرتے ہو

اس سے بچھڑنے اور کسی کی ہونے کے باوجود اس سے بچھڑنے کا ملال مجھے دم بدم مار رہا تھا میں اندر ہی اندر ختم ہوئی جارہی تھی اور پھر شاید میں بالکل ہی ختم ہو جاتی کہ اس دشمن جان نے اس قدر بے کل کیا کہ بے خودی کے عالم میں میں اس جانے پہچانے نمبر پر ایس ایم ایس کر بیٹھی بس پھر مجھے یوں لگا کہ میری روٹھی ہوئی زندگی میری بچھڑی ہوئی خوشیاں مجھے واپس مل گئی ہوں میں ایک بات پھر اندھوں کی طرح چلتی ہوئی اسی راہ کی طرف نکل دی جس پر میرا دل میرا انگلی پکڑ کر مجھے چلائے جارہا تھا ارسل سے ایک بار پھر رابطے کیا استوار ہوئے میں ہر طرف سے بیگانہ ہوتی چلی گئی۔۔۔ انا عزت وقار سب دانتوں تلے انگلیاں دبائے حیرت بھری آنکھوں سے مجھے اور میری دیوانگی کو دیکھتے رہ گئے میں بہت سوچنے کے بعد ایک فیصلہ کیا اور اس پر عمل کرنے کا بھی پورا پورا پروگرام ترتیب دے ڈالا مگر اس سے پہلے اس کا بھی پکا یقین کرنا تھا کہ میرا وہ ساتھ دے گا کہ نہیں میں اسے پانے کے لیے آخری داؤ کھیلنے جارہی تھی اس میں جیت بھی ہوسکتی تھی اور مات بھی اگر میرا داؤ کامیاب رہا وہ اس کے ملن کی صورت جیت میرا مقدر بنتی اگر وہ مجھے نہ ملتا تو پھر موت کی صورت میں مات تو تھی ہی اور میں نے ارسل سے ساتھ نبھانے کا پکا وعدہ لینے کے بعد اپنے پلان پر عمل درآمد شروع کردیا۔

سب سے پہلے میں نے امی اور باجی کے سامنے رخصتی سے انکار کردیا انکار کرکے ایک قسم کا دھماکہ کرڈالا امی تو مارے حیرت کے گنگ ہی رہ گئیں مگر باجی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکیں کیونکہ تابش چند ہی روز تک واپس آنے والا تھا میری رخصتی کی تاریخ طے ہو چکی تھی گھر میں تیاریاں زور و شور پر جاری تھیں اور ایسے میں میری طرف

سے اس اعلان نے تو ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا، میں
اپنی ضد پر پکی تھی اور میری ضد سے تو سب ہی
واقف تھے اور ایک طرح سے زچ بھی تھی کہ ابو
اور بھیا بھی ایک بار پھر گھر بھر ہی میرے خلاف
ہو چکا تھا مگر مجھے پر کوئی چیز بھی اثر نہیں کرتی امی کا
رونا نہ بہنوں بھابھیوں کے واسطے اور نہ ہی بھیا
کی مار مجھ پر اب ہر چیز جیسے بے اثر ہو گئی تھی دن
پر دن گزرتے گئے اور گھر والے اپنے سارے
حربے آزما چکے تھے وہ سب تو تھک چکے تھے مگر
میرے حوصلے ابھی تازہ دم تھے میں اپنی ضد پر
ہنوز اڑی رہی تھی اور پھر شادی سے ہفتہ پہلے
میں نے ترپ کا آخری پتا بھی چل ہی دیا۔

امی جان آپ سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر
رہیں میں نہیں رہ سکتی اس کے بغیر آپ میری
بات مان لیتی نان کبھی میری جان چھڑوا دیتی اس
الو کے پٹھے سے تو کیا تھا میں نہیں رہ سکتی اس ڈفر
کے ساتھ وہ دو دو اور پانچ کرنے والا حسابی کتابی
بندہ میرے نازک جذبات اور احساسات کیا
سمجھے گا میرا دل نہیں مانتا امی اس کے ساتھ لیے
میں کبھی خوش نہیں رہ پاؤں گی تابش کے ساتھ اور
اس طرح گھٹ گھٹ کر مرنے سے بہتر ہے کہ
میں ایک ہی بار مر جاؤں پھر تو آپ کی عزت رہ
جائے گی اور بات بھی۔۔۔

ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا میں نے اپنے
دل کی خوشی کے لیے آپ کے دل کو تکلیف پہنچائی مگر
کیا کروں میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں
رات کو پچھلا پہر تھا امی کے نام یہ بے ربط سی
سطریں بے ربط سے ہی انداز میں گھسیٹ کر میں
نے اپنا آخری داؤ چل دیا امی کی ہی نیند کی
گولیاں مناسب مقدار میں پھانک کر مجھے بچ بچ

تھوڑی مرنا تھا وہ بھی امی کے قدموں میں ہی ڈھیر
ہو گئی اور میری توقع کے عین مطابق تھوڑی ہی دیر
بعد امی جیسے ہی تہجد کے لیے اٹھیں اور مجھے اپنی
قدموں میں اڑا ترچھا بے سدھ پڑا دیکھ کر گھبرا گئی
ان کے شور اور واویلے کی وجہ سے گھر والے بھی
اٹھ گئے اور ساری صورت حال جان کر پریشان
ہو گئے مجھے فوراً قریبی ہسپتال میں پہنچایا گیا بر
وقت ملنے والی طبی امداد کی وجہ سے میری جان بچ
بچ گئی اور میرے پلان کے عین مطابق میری
طرف سے اٹھائے جانے والے انتہائی ا
کی وجہ سے تابش نامی بلا سے بھی میری
چھوٹ گئی۔

میرے لکھے گئے آخری خط کو میرے
سمجھتے ہوئے تابش اور اس گھ
جانے کیا کہا گیا کہ ادھر سے ر
جگہ طلاق کے کاغذات موصول
اس دنیا کی واحد لڑکی تھی جو اس
لگنے سے اس طرح خوش تھی جیسے
دولت ہاتھ لگ گئی ہو میرے رو
والی مسرت اور میرے بے ساختہ
قہقہے نے سب کو مارے حیرت
رکھ دیا مگر مجھے اس کی قطعاً کوئی
میں جو چاہتی تھی میں نے حاصل
تابش کے نام کا دم چھلا میرے
ارسل بار بار پھر میرے در پہ سوالی
بن نے میرے گھر والے ایک
معافی مانگی ابو اور بھیا کے پیروں
ہاتھ مانگا اس کی حالت میری ضد
ہونے میرے گھر والے ایک بار
مجھے ارسل کے ساتھ منسوب کر دیا۔

اس کے گھر والے البتہ اب بھی وہی
کھڑے تھے جہاں پہلے روز تھے مگر مجھے اب ان
کی بھی کوئی خاص پروا نہ تھی کیوں کہ میں جانتی
تھی کہ دلہن وہی جو پیا من بھائے اور میں تو اپنے
پیار کے دل ودماغ پر اس طرح چھائی ہوئی تھی
کہ اب وہ میرے آنکھ کے اشارے پر چلتا تھا
میرا فون پر اس کے ساتھ پل پل رابطہ رہتا تھا
میں اکثر اسے ڈنر یا لنچ کے لیے اپنے گھر بلواتی
اس کے پسندیدہ کھانے بناتی تھی اور اس کے ناز
اٹھاتی تھی اور یوں وہ اپنے ناز ونخرے کچھ اس طرح
سے اٹھوالی کہ اسے پتا بھی نہ ہوتی میں اب اسے
ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتی تھی میری زندگی کا
اب ایک ہی مقصد تھا اس کے دل کے ساتھ
ساتھ گھر پر بھی راج کرنا اس کے گھر والے
چاہتے یا نہ چاہیں مگر مجھے پورا یقین تھا کہ وہ دن
جلد ہی آئے گا جب میرے سارے خواب ایک
ایک کرکے ضرور پورے ہوں گے۔

ہم تم سے ملے پھر جدا ہو گئے
اور جیسا ہو کہ ہم دیکھو پھر مل گئے
اب ہو کے جدا پھر ملیں نہ ملیں
تو کیوں نہ ایسا کریں
مل جائیں چلو ہم صدا کے لیے
ہم تم سے ملے پھر جدا ہو گئے

میرے دلی جذبات کی ترجمانی کرنے
والے ان بولوں کو سن کر وہ ایک ادا سے مسکرائی
اور سیدھی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے
دیکھنے لگی اگر آپ سدا کے لیے مجھ سے ملنا چاہتے
ہیں تو پھر اس کے لیے بھرپور اور کامیاب کوشش
آپ کو ہی کرنی پڑے گی کیونکہ اپنی باری تو میں
کھیل چکی ہوں اب تو باری آپ کی ہے
ہمت آپ نے دکھائی ہے میں تو اپنی ہمت کے
بل بوتے پر آپ کے سامنے بیٹھی ہوں پہلے کی
طرح آزاد اور پرسکون

تو میں تو تمہیں کب سے کہہ رہی ہوں کہ چلو
میرے ساتھ کورٹ میرج کر لیتے ہیں میرے گھر
والے تو شاید کبھی نہ مانیں ابا ایسے ہی چلے گئے
اور اماں بھی اب بھی حالات تمہارے سامنے ہیں
پہلے بھی میں نے جیسے ہی شادی کے لیے دباؤ ڈالا
تھا ابا کو ہارٹ اٹیک ہو گیا اور بھیا کو ہائپر ٹینشن
اور اسی ٹینشن کے عالم میں پھر ہم جدا ہو گئے سچ
پوچھو تو اب بھی یہی عالم ہے ایک کو مناتا ہوں تو
دوسرا روٹھ جاتا ہے عجیب گورکھ دھندے میں
جان پھنسا بیٹھا ہوں لیکن اگر تم میرا ساتھ دو اور
کورٹ میرج کے لیے مان جاؤ تو۔

نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں ارسل صاحب آپ کو تو
اپنے گھر والوں کو منا کر لانا ہی ہوگا یہ اب میری
ضد ہے یاد ہے جب میں نے تمہیں کورٹ میرج
کے لیے کہا تھا تو تمہیں کیسے آگ لگی تھی کیسے لیکچر
سنایا تھا تم نے مجھے اور کس طرح سینہ ٹھونک کر کہا
تھا کہ میں تمہیں بھگا کر نہیں لے جا سکتا ہمارے
خاندان میں اس طرح نہیں ہوتا شادی کریں تو
پوری عزت کے ساتھ اپنوں کی موجودگی میں ان
کی گواہی اور دعاؤں کے ساتھ لے جاؤں گا
تمہیں تو اب کیوں چھپ چھپ کر کروں میں
کورٹ میرج۔ تاکہ ساری عمر تمہارے گھر والے
مجھے گھر سے بھاگی ہوئی کے طعنے دیتے رہیں۔

نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں میری بات
پوری ہونے سے پہلے ہی وہ تیزی سے مجھے کاٹ
کھانے کو دوڑی۔ تو پھر تم ہی بتاؤ میں کیا کروں
۔ان سب کو مناتے مناتے تو میرے سارے

بال جھڑ گئے ہیں اب بچے کچے سفید ہو جائیں گے مگر وہ نہیں مانیں گے میں جانتا ہوں انہیں اچھی طرح سے وہ سب تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کوئی ناراض ہے یا نہیں تمہیں کون سا پوری تنخ ہی اٹھا کر لائی ہے کون کہتا ہے کہ تمہیں ایک ایک کے ترلے کرو۔ زندگی ہمارے ہی اس پر حق بھی ہمارا ہی ہے اس کے ساتھ اچھا برا جیسا بھی سلوک کریں کسی کو کیا۔ اور رہی بات کسی کو ساتھ لانے کی تو نکاح نامے پر دستخط کرنے کے لیے تو صرف دو ہی گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے ناں اور بقول تمہارے محسن بھائی تمہارے حامی ہیں ہی ناں۔ پھر وہ تمہارے دوست کس دن کام آئیں گے اور وہ تمہارے بھتیجے وہ بھی تو ہیں ہمدرد تمہارے۔ تو جب اتنے بہت گواہان ہیں تمہارے پاس تو اور کس کا انتظار ہے تمہیں اور کتنا ذلیل کرواؤ گے میرے ابو اور بھائیوں کو خاندان برادری کے سامنے آج تو فائنل تاریخ بتا ہی دو مجھے تم کب آ رہے ہو ابو سے فائنل بات کرنے کے لیے میری بات پھر تیزی سے کاٹتے ہوئے اس نے مجھے کچھ اس طرح گھیرا کہ میں لاجواب ہو کر رہ گیا۔

ارسل علیم صاحب۔ صنم رشید میمن کو معوض پچیس لاکھ سکہ رائج الوقت حق مہر آپ کے نکاح میں دیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے۔ قاضی صاحب کے الفاظ کچھ یوں سمجھ میں آئے نہیں مگر میں نے میکانکی انداز میں سر ہلانے کے ساتھ ساتھ جہاں وہ کہتے چلے گئے میں سائن کرتا چلا گیا میرے حواس میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے میں بہت کوشش اور چاہنے کے باوجود سوائے محسن بھائی کی فیملی کے اور کسی کو بھی ساتھ نہیں لا پایا تھا اور محسن بھائی بھی صرف اس لیے کہ ابا کی وفات سے پہلے وہ لوگ الگ ہو گئے تھے اور الگ گھر میں شفٹ ہو گئے تھے اعظم معظم کی شادیوں کی وجہ سے میں نے اپنے گلٹ کے ہاتھوں مجبور ہو کر اور کسی سے ذکر ہی نہ کیا تھا کیونکہ صنم نے بھی تو صرف محسن بھائی کا ہی نام لیا تھا سو میں نے صرف انہیں کو اعتماد میں لیا اور اپنے چند دوستوں کو باراتی بنا کر لے گیا یہ جانے بغیر اس عمل سے میرے باقی بھائیوں بہنوں اور بچوں کے دل پر کیا گزرے گی ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ میں نے تمام رسومات انجام دیں اور پھر بھابھی کے کہنے پر کھانے کے بعد رخصتی ہوئی اور یہ وقت مجھ پر بے حد کڑا تھا صنم کا تو مجھے پتا نہیں کیونکہ اس کے تاثرات سے کچھ بھی اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ میرے قدم تو من من بھر کے ہو رہے تھے میری نگاہوں کے سامنے اپنے بچپن۔ اماں۔ ابا۔ بہن اور بھائی سب فلم کی ریل کی طرح گزر رہے تھے میں بوجھل دل اور جھکے سر کے ساتھ اپنی دلہن ہاتھ تھامے اپنے گھر اپنی جنت کی دہلیز پر کھڑا رہ گیا کہ بھیا بھابھی ہمیں دروازے تک چھوڑ کر اپنے گھر جا چکے تھے اب مجھے رہ رہ کر احساس ہو رہا تھا کہ یہ کیسی شادی تھی یہ کس طرح کی دیوانگی کس طرح کا دل کا معاملہ تھا کہ جس نے ہر طرح بے سوچ وزیاں سے بے پرواہ کر کے مجھے اس موڑ پر لا کھڑا کیا تھا کہ آگے کھائی پیچھے کنویں والی سچویشن ہو گئی تھی مجھے اپنے بھائیوں کی شادیاں یاد آ رہی تھیں جس طرح بھابھیوں کا پرجوش استقبال کیا گیا تھا جس جوش سے ساری رسومات نبھائی گئی تھیں اور جس مان اور محبت سے نئی بہوؤں کو خوش آمدید کہا

گیا تھا مجھے رو رو کر یاد آ رہا تھا اور میرے آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے میں نے روتے ہوئے اپنے گھر کی دہلیز پار کی اور صنم کا ساتھ لیے اوپر آ گیا۔

لاؤنج کے دروازے پر قدم رکھتے ہی ایک اور دل چیر دینے والا نظارہ میرا منتظر تھا انس بھائی سامنے ہی سٹول پر چڑھے ہوئے پردہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ ہم انہیں اپنا منہ دکھائے بغیر ہی اوپر اپنے پورشن میں چلے جائیں دوسری طرف مونی بھائی بھابھیاں آپا ئیں اور ان کے بچے افسردہ بیٹھے آنسو بہا رہے تھے جیسے کسی کی میت سامنے پڑی ہو۔ اور میت تو واقعی رکھی تھی ان کے سامنے اس مان اور محبت اور اس آبرو کی میت جس کی چادر میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تار تار کرتا ہوا اپنی من مانی کر چکا تھا انہیں اس طرح روتے ہوئے دیکھ کر میرا کلیجہ پھٹ گیا میں چیخ مار کر انس بھائی سے لپٹ گیا اور زور زور سے رونے لگا مجھے اس طرح دیکھ کر سب ہی رونے لگے چھوٹے تم محسن بھائی اور بڑی بھابھی کو تو لے گئے ساتھ مگر ہم بھی تو تمہارے کچھ لگتے تھے ناں۔ اور اگر ہم سے ذکر بھی کر لیتے تو ہمیں بھی اتنا مان دے دیتے تو انس بھائی میرے گلے لگ کے روتے ہوئے بولے تو مجھ پر گھڑوں کا پانی پڑ گیا تھا بھائی۔ بھابھی۔ آپا ہمیں معاف کر دیں ہم سب سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہم واقعی جذبات میں اندھے ہو گئے تھے اس لیے صرف اور صرف اپنے دل کی ہستی سنی اور اسی دل نے آج ہمیں کسی کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا آپ ہماری خطاؤں کو معاف کر دیں اور ہمیں اپنے دل میں تھوڑی سی جگہ دے دیں میں وعدہ کرتی ہوں کہ آپ سب کو بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی پلیز ایک بار ہمیں معاف کر دیں مجھے تو ان سے معافی مانگنی ہی تھی مگر بھائی کی بار پوری ہونے سے پہلے ہی صنم نے ان سب سے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے معافی مانگی تو میرے کھلے دل بھائیوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ان کی طرف سے مجھے معافی ملتے ہی بھیں آپاؤں سمیت سب نے معاف کر دیا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیا۔

تو جناب اب آپ کو یقین آیا کہ میں جو خود کو محبت کے شجر پر بیٹھا ہوا الو تصور کرتا رہا ہوں تو بالکل درست ہی تو کر رہا ہوں اس دل اور دل میں چھپے محبت کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں ڈبکیاں کھاتے میرا وہ حال ہوا کہ اب تو بالکل ہی بے حال ہو گیا ہوں اور وہ محبت کی فاختہ وہ محبت کی صنم نامی بلبل اب تو خونخوار وقابیت کا روپ دھار چکی تھی صنم جب تک محبوبہ تھی میرے حواسوں پر نشے کی طرح چھائی ہوئی تھی مجھے اپنے اور گرد دوڑائے پھرتی تھی اب جب کہ وہ حیدر دے بیوی بن چکی تھی تو میرے بچے کی ماں بن چکی تھی تو اب آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میری دوڑ کا عالم کیا ہو گا بھلا وہ جو کہتے ہیں ناں ملا کی دوڑ مسجد تک اسی طرح میری دوڑ صرف اور صرف اس کالی بلی صنم میمن تک ہی تھی اور شاید ساری عمر ہی رہے گی محبت کا بھوت تو شاید کب کا سر سے اتر چکا تھا کہ گھر کی زندگی میں آنے کے بعد آٹے دال کا بھاؤ تو خوب پتا چلا تھا ہی اور وہ بھی بہت سے پردے نگاہوں کے سامنے ہٹتے چلے

گئے جو اس نامراد دل نے میری آنکھوں کے سامنے تان رکھے تھے کہ اب میں صرف جھپٹنا ہی سکتا ہوں اڑنے کی نہ تو اب ہمت ہے اور نہ ہی طاقت کہ پیروں میں تو اور اک۔ بیٹا کی صورت بیڑی پڑی ہوئی تھی حق مہر کی بھاری رقم کی صورت میں میری ہاتھ بھی ہمیشہ کے لیے بندھ چکے تھے اور میں اب چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کرسکتا تھا سوائے برداشت کرنے کے اب اس کے سوا چارہ بھی نہ تھا اب تو یہ حال ہے کہ۔

وصال یار سے دونا ہوا عشق
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مگر یہ عشق کا مرض اس قدر بڑھ جائے گا کبھی سوچا بھی نہ تھا اگر کبھی بھول کر بھی اس کے مضمرات کے بارے میں سوچ لیا تو تو شاید آج میں بھی اپنے بھائیوں بہنوں اور نارمل انسان کی طرح عام سادہ اور پرسکون زندگی گزار رہا ہوتا مگر شاید یہ سکون اطمینان میرے نصیب میں تھا ہی نہیں اسی لیے تو اس دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس دلربا کے اشاروں پر بندروں کی طرح ناچ رہا ہوں مگر گلہ کسی سے کروں کہ یہ ڈگڈگی میری اپنی پسند کی ہوئی ہے ناں اور اس کی تال پر اب دیوانہ وار رقص کرنا ہی میرا مقدر ہے کہ یہ دل کا معاملہ ہے میرے اس دل کا جس کی انگلی تھامے میں اپنی دلبر کے شکنجے میں خود اپنی خوشی سے جکڑا جاچکا ہوں جواب شاید کبھی مجھے کھیل ادھورا چھوڑ کر میدان عمل سے بھاگنے نہیں دے گی۔

تو اب تو اس کو یقین آگیا ناں کہ میں ہی وہ الو ہوں جو محبت کے شجر پر بیٹھا۔ محبت۔۔ محبت۔۔ کا روگ لاالاپتا حال سے بے حال ہوا جارہا ہوں اب تو آپ مان گئے ناں کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں

ادھوری دلہن

--تحریر۔ نزالہ مغل۔ بھیرکل۔

شہزادو بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

آج پھر ایک کہانی ادھوری دلہن لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ میری دوسری کہانیوں کی طرح اس کو بھی اپنی بزم میں شامل کر کے شکریہ کا موقع دیں گے یہ کہانی پڑھنے والوں کے لیے ایک سبق ہے امید ہے کہ جواب عرض کی کہانیوں کو پڑھنے کے بعد اس میں سبق لیا کریں کیونکہ جواب عرض ہی ایسا رسالہ ہے جو ہمارے دکھوں کو شائع کرتا ہے اور اس میں ایک سبق چھوڑ جاتا ہے امید ہے کہ آپ بھی سبق حاصل کریں گے۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں اس کے بارے میں آپ نے رائے دینی ہے میں منتظر رہوں گی۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

تم بن میں آج بھی ادھوری ہوں لوٹ آؤ آ کے مجھے مکمل کر دو میرا وجود روتا ہے میری تنہائی مجھ پر ہنستی ہے میں کل بھی تنہا تھی آج بھی تیرے انتظار میں تنہا ہوں۔

کتنے سالوں بعد آج اس نے اس گھر میں قدم رکھا ہے جس میں شاید وہ زندگی میں کبھی نہ آنا چاہتی تھی پھولوں سے مہکتا ہوا وہ خوبصورت آنگن وہ حسین راتیں وہ لمحے اسے آج بہت سونے اور خاموش لگے۔

سنو وہ کہاں ہے وہ لوٹ آئے ہیں کیا اس نے پھولوں سے بے آواز پوچھا لیکن وہ جواب میں بالکل خاموش تھے وہ آہستگی سے چلتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوئی وہ بہت بے چین اور مضطرب تھی جانے اس کو کس کا اتنی شدت سے انتظار تھا آرائش و تزئین سا گھر آج اپنے حسن

میں کیا بات تاب و تب تھا ابھی وہ پھولوں کو دیکھ ہی رہی تھی کہ آواز آئی جانم میری دلہن بن کر تیار رہنا میں تمہیں لینے آ رہا ہوں میں کل بھی تمہارا تھا آج میں تمہارا ہی ہوں اس کے قریب ایک آواز ابھری اس نے چونک کر اور گرد دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا اس کے قدم ڈگمگانا شروع ہو گئے وہ اپنا اکڑا ڈھیل بدن لے کر گھر کے آنگن پر نظر دوڑا رہی تھی وہ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر تھک گئی کیونکہ وہاں سب کچھ تھا کہیں تو کوئی تبدیلی نہ تھی ہر شے اپنی جگہ موجود تھی جو کچھ جب تھا وہ سب اب بھی ہے لیکن پھر بھی وہاں پر کمی ہے۔ ہاں۔ بہت بڑی کمی وہ اپنے بھاری قدموں کو ڈگمگاتے ہوئے آنگن سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی پیاسی آنکھیں پھر جیسے سراب ہونے لگی دل کی سوکھی دھرتی میں رم جھم برسات اتر آئی تھی۔

مجھ سے آواز آئی میری جانم کیوں خوشیوں
۔۔ دنے غم کے بنجر یہاں ہجر کے صحرا کے
۔۔ بہاری ہوا رے میری جانم میں تمہارا ہی
منتظر ہوں۔

دیر لگی آنے میں تم کو
شکر ہے پھر بھی آئے تو
آس نے دل کا ساتھ نہ چھوڑا
ویسے ہی ہم گھبرائے تو

کبھی کبھی مجھے ڈر لگنے لگتا ہے ان پھولوں سے ان فضاؤں سے ان ہواؤں سے محبت کے کھو جانے سے چھین جانے سے پتہ نہیں محبت اتنی دکھی کیوں ہوتی ہے اس نے مڑ کر روم سے بجے آنگن کی طرف دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا آج اپنی کرچی کرچی سے غائب تھا اس کے دل میں ایک ہی ہوک اٹھی تھی۔ وہ فوراً وہاں سے نکل کر آنگن میں آئی تو لفظوں کی فرمائش نے اسے بہت قریب سے لوٹا آنکھوں میں پانی کا ساون بہنے لگا۔

ارے میری جانم تو خود ہی تڑپتی ہوں اور پھر بندریا جیسی شکل بنا کر رونے والی ہو جاتی ہوں وہ خاموشی سے اسی جگہ کو تک رہی تھی جہاں اس نے کسی کے ساتھ جینے کے خواب دیکھتے تھے وہ آج وہاں کوئی نہیں تھا جو اسے بانہوں میں گھیر لیتا نہیں ہوں بابا میں تم سے ناراض کب تک یہ رونی صورت بنا کر رکھو گی۔

جائے نماز پر بیٹھی آنکھیں میچ دعا کو ہاتھ اٹھائے اور گرد سے بے نیاز ڈوب سے کھو کے نجانے وہ اپنے رب سے کیا مانگ رہی تھی اس نے دل سے شدت سے دعا مانگی تھی کہ کہیں سے بھی وہ آ جائے زمین کی چھاتی پھاڑ کر یا آسمان کا سینہ چیر کر کہیں سے بھی وہ آ جائے اچانک آئے اور بانہوں میں لے کر اسے حیران کر دے اس نے بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں اور دوبارہ کھولیں۔

آہ۔۔ آج اس کی دعا قبول نہیں ہوئی وہ اپنے سر کو دیواروں سے مار رہی تھی وہ دیوار سے لپٹ کر رونا چاہتی تھی مگر دیوار خاموش تھی اس کے جذبات کا تماشہ دیکھ رہی تھی وہ بار بار فریاد کر رہی تھی تو لوٹ آ میں آج بھی ادھوری دلہن ہوں مگر برسوں سے آنکھوں کے اندر رکے ہوئے آنسو ایک بار پھر چھلکنے سے انکاری تھی۔

برسوں کے درد کے افسانے میں انتظار لکھ دیا
کاغذ پر غم کاٹ کے درد لکھ دیا
بکھری پڑی تھی تیرے انتظار کی کلیاں
ان کو جوڑ کر تیرا نام لکھ دیا
آسان نہیں تھا ادھوری محبت کی داستاں سنانا
تو میرے آنسوؤں نے درد کاٹ کر
ادھوری داستاں سنا دی
جہاں خوشیوں کی شہنائیاں بج رہی تھی
وہاں میرے خدا نے
خوشیاں کاٹ کر غم کی تنہائیاں لکھ دیں

یہ جو تم ہر وقت ہر کسی پر سلگتی کیوں رہتی ہو تمہارا یہ بھڑکتا ہوا غصہ ہر کسی کو ناگن کی طرح کیوں ڈس رہا ہے کتابیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے نادیہ بولی تو اسے شاید جیسے خود پر قابو نہ رہا تیز چلتے ہوئے سیڑھیوں سے لڑکھڑاتی ہوئی معتل کا پاؤں آگے ہوتا گیا اور سیڑھیوں سے گر پڑی اگر دو مضبوط ہاتھ اسے تھام نہ لیتے تو چند ساعتوں بعد ہی اس نے اپنا وجود کسی کے ہاتھوں میں پایا اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا یوں جینز بلیک شرٹ ہاتھوں میں کتابیں پکڑے شاید وہ بھی کالج جا رہا تھا۔ اتنا قریب سے تو وہ اس کا چہرہ دیکھ کر شپٹا گئی

اور جلدی سے خود کو اس سے دور کیا۔
شونگٹ بالوں کو چہرے سے ہٹایا اور اس کے ناآشیانہ انسان کو دیکھا جو اس کے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا تھا اس کی دلفریب مسکراہٹ کو قطعی نظر انداز کر کے بولی۔
گدھے کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو اپنی شرٹ اتار دو۔
اس نے کہا نہیں میڈم آپ اتارنے کی زحمت نہ کریں ٹائم آنے پر میں خود ہی اتار دوں گا اور پھر ایک جادوئی مسکراہٹ اس کے لبوں کا حصار کر گئی نادیہ بڑی اور اسے اپنے ساتھ لے کر چلی گئی لیکن دل و دماغ میں ایک ہی جملہ گونج رہا تھا وہ اپنا سر جھٹک کر آنگن سے گزرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تو دل کی بے چینی اور دل کے اضطراب نے جب کوئی اور رہ دکھائی نہ دی تو نیند بند آنکھوں سے صدیوں سے پاس آنے سے انکاری تھی اٹھ کر شلف پہ سے ایک کتاب اٹھائی مگر آنکھوں کے سامنے اسی اجنبی کے بکھرے بال اور لال کوئلے جیسی آنکھیں مسکرا رہی تھی جس نے اسے گرنے سے اور چوٹ لگنے سے بچایا اور اس کی روح تک کو گھائل کر گیا۔

ٹوٹا پھول خوشبو دے جاتا ہے
گزرا ہوا پل یادیں دے جاتا ہے

ہر بے وفا کا اپنا ہی انداز ہوتا ہے کوئی زندگی میں پیار دے جاتا ہے تو کوئی پیار میں زندگی دے جاتا ہے وہ بے باک لڑکی میں نے محبت کی نگری کا شکار بنتے جا رہی تھی وہ خود سے جنگ لڑ رہی تھی بکھرے بال لال آنکھوں کو بھلانے کی کوشش میں ناکام رہی پاگل نادان دل کو لاکھ سمجھایا کہ وہ انہیں یاد کرنا چھوڑ دے۔

دل نے کہا کہ یاد تو اس کی ہر سانس میں بسی ہے تو کیا سانس لینا بھی چھوڑ دے۔ نادیہ نے آتے ہی مشعل کے مضطراب چہرے پر نظر ڈالی جو رات بھر سو نہ سکی۔

کیا بات ہے اتنی کھوئی کھوئی کیوں ہو
ایسے ہی سر درد کر رہا تھا

سر درد کر رہا ہے یا کل والا وہ پیہم جس سے تمہاری جان بچائی لگتا ہے تمہاری سانسوں میں سما گیا ہے کہیں تمہیں اس سے محبت تو نہیں ہو گئی نادیہ نے اسے چھیڑا چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشعل چلا کر بولی۔
بڑا آیا وہ شکل دیکھی اس نے اپنی اسے جیسا سڑا ہوا ٹماٹر ہو چلنا خود نہیں آتا ٹکرا کے خود ہی گرنے سے بچنے کے لیے یہ لڑکے۔
پھسلی تو خود تھی اگر وہ ٹائم پر تمہیں نہ بچاتا تو تمہاری یہ دونوں ٹانگیں ہی ٹوٹ جاتی شکر کرو تمہاری ٹانگیں بچ گئی۔
وہ دونوں تیز تیز قدموں سے گیٹ باہر نکل گئی اور کالج کا رخ کیا مگر وہاں پر بھی لال آنکھیں بکھرے بال اس نے چین سے نہ رہنے دیا وہ بار بار اس کا چہرہ اپنے ذہن سے جھٹک رہی تھی مگر نہ چاہتے ہوئے بھی رکشے میں بیٹھ گئی گھر کے عین سامنے رکشہ رکا تو اسے اپنے گھر کے سامنے ایک موٹر سائیکل پہ ایک انجانا تو نہ کا نظر آیا ہائے رے محبت تو انسان کو کہاں سے کہاں لے آتی ہے مشعل ابھی یہ سوچ رہی تھی کہ کون ہے جو گھر کے باہر گلی چھاؤں میں اپنا موٹر سائیکل کا وجود چھپائے کھڑا رکشے والے کو پیسے دیئے اور اپنا ہینڈ بیگ اور کتابیں سنبھالیں اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے گیٹ تک آئی نہ چاہتے ہوئے بھی ایک نظر

اجنبی پر ڈالی تو تیز دھوپ میں گرم لو میں پسینہ صاف کیے جا رہا تھا کچھ لمحے دیکھ کر تو وہ دنگ رہ گئی کہ یہ تو وہی لڑکا ہے جس سے اس دن ٹکرائی تھی تو کتے کا پیچھا کرتے ہوئے گھر کے سامنے منہ اٹھائے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کو اپنی عزت کا خیال نہیں ہے وہ اسے من من کی گالیاں دیتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہو گئی تو وہ ٹی وی لاؤنج میں اپنی والدہ کے ساتھ نیا چہرہ نظر آیا قریب آ کر پیار سے سلام بلایا۔

مشعل بیٹا یہ تمہارے ماموں کی بیٹی ہے بہلا۔۔

لیکن ماما میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا

ہاں بیٹا تم چھوٹی سی تھی تو یہ لوگ دبئی شفٹ ہو گئے تھے باتوں کے دوران مشعل باہر والے لڑکے کو یکسر بھول گئی تھی اتنے میں قیصر حسین نے دوپہر کا کھانا لگا دیا۔۔

اف ماما کھانے کا ذائقہ آج کڑوے کریلے جیسا ہے قیصر حسین نے سوالیہ نظروں سے مشعل کی طرف دیکھا تو مسز قیصر دیکھ کر ناک منہ چڑھا رہی تھی۔

بہلا کس کے ساتھ آئی ہو مسز قیصر پلیٹ میں ڈالتے ہوئے قیصر حسین نے پوچھا۔

نہیں میں اپنے بھائی ساجد کے ساتھ آئی ہوں وہ باہر کھڑا ہے۔

اوہ تم نے بتایا نہیں جاؤ مشعل بیٹا اسے اندر لے کر آؤ کچھ ٹھنڈا پلاؤ اتنی کڑی دھوپ میں کھڑا ہوا ہے۔

مشعل اپنے آپ سے بہت نادم ہوئی کہ تو وہی لڑکا ہے جس کو کچھ دیر پہلے آوارہ لقاب سے نواز رہی تھی وہ اپنی پاگل سوچ کو جھٹکتی ہوئی سیڑھیاں اتری اور بڑی گرم جوشی کے ساتھ گیٹ کھولا گرم لو شدید جون کی گرمی کو باہر کھڑا اخبار ہلا ہلا کر خود کو ہوا کر رہا تھا۔

...

تیز دھوپ گرمی کا پسینہ ہائے محبت

ہائے اے محبت ان پر کیا گزری اک میرا نام لینے سے

نہیں۔ اندر آ جائیں ماما نے کہا ہے تو وہ کسی خیال سے جیسے چونک سا گیا اور بولا۔

جی آپ نے مجھے کچھ کہا ہے

آپ کا نام سالار ہے نا۔

جی ہاں میرا نام سالار ہے۔

تو اندر آ جائیں مشعل نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو آج وہ بھی اس دن کی طرح نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

اف کیا غضب کی محبت تھی انکی آنکھوں میں اتنی حسین آنکھیں جن میں آج بھی ڈوب جانے کو دل کرتا ہے۔

خوبصورت آنکھوں سے وہ جب ہمیں دیکھتے ہیں
ہم گھبرا کر آنکھیں جھکا لیتے ہیں
کون ملائے ان آنکھوں سے آنکھیں اپنی
سنا ہے وہ آنکھوں سے اپنا بنا لیتے ہیں

وہ اس کے پیچھے پیچھے اس کے قدموں پر قدم رکھ کر سیڑھیاں چڑھتا گیا ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ جی بیٹھ جائیں میں ابھی آتی ہوں وہ ڈرائنگ روم کا بخوبی جائزہ لے رہا تھا اور صوفے کے ساتھ ساتھ لگی شیلف پر رکھی کتابیں اٹھا کر ان کا ایک ایک ورق الٹا رہا تھا جیسے صدیوں سے اپنی کھوئی ہوئی شے تلاش کر رہا ہو تھوڑی دیر میں مشعل کولڈرنک اور ساتھ میں نمکو لیے آئی ٹیبل پر کولڈرنک رکھ کر وہ جانے ہی والی تھی کہ لائٹ چلی

گئی اور وہ غسل سے ٹکرا...
نیچے جا گرا اسے تھام لیا قریب ہی سے کسی کتے کی
آواز آئی تو وہ زور سے چلائی سالار نے ایک لمحے
میں ہی اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اس کی ہولناک
چیخ گلے میں ہی دبا دی اور وہ بے یقین نظروں
سے دیکھ رہی تھی مگر اسے اندھیرے میں کچھ دکھائی
نہیں دے رہا تھا کتے کی آواز ایک بار پھر آئی
اندھیرے میں انگارے کی طرح لال آنکھیں بجلی
کی طرح چمک رہی تھی ایک بار پھر وہ مضبوطی سے
اس کے سینے سے لپٹ گئی خوف سے اس کی
حالت غیر ہو رہی تھی جسم کانپ رہا تھا اور بکھرے
بال سالار کے چہرے کو مس کر رہے تھے اب وہ
اس کے دل کی دھڑکن اپنے سینے میں محسوس کر رہا
تھا مگر وہ تو خوف سے بے حال تھی سالار نے بڑی
مشکل سے اسے خود سے الگ کیا۔

وہاٹ اے نان سنس مشعل عین اسی وقت
لائٹ آگئی تم جانتے ہو جب تم میرے سینے سے
لگ کر روتے ہو تو تمہارے دل کی دھڑکن میرے
ہوش گنوا دیتی ہے۔

کاسنی کلر کے نفیس کام دار غرارے میں ملبوس
دراز نقش اور چہرے کے آس پاس ننھی ننھی لٹیں
سجائی ہوئی مشعل خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے
ہوئے باہر نکل گئی اور پھر چنچل لڑکی کی آنکھوں میں
غیر معمولی چمک پا کر وہ تو اور بھی اس کا دیوانہ ہو گیا
وہ جو مشعل ہی کی طرح محبت کے وجود کی بھول
بھلیوں میں گم ہو کر کھو گیا اسے اپنی ذات کے
ہر طرف وہ مغرور سی لڑکی دکھائی دیتی جو اس کے
تن من میں اپنا گھر بنا چکی تھی سوتا تو سب سے بے
خبر رہتا اٹھتا تو اسے چاروں طرف روشنی جگنو کی
طرح بکھری ہوئی نظر آتی مگر پھر بھی وہ اس کے

... منہ سے پہ
سرزد ہوئے... چھوڑنے کی قسم اٹھائی۔

تیرے عشق نے ایسا دیوانہ بنایا کہ ہم گھبرا کر
نیند سے اٹھ گئے تجھے خواب میں تنہا دیکھ کر

دیکھا جائے تو مشعل کی حالت بھی اس سے کچھ کم
نہ تھی وہ تو تب سے ہی اپنی ذات سے محبت کی
جنگ لڑ رہی تھی جب وہ اسے جانتی تک نہ تھی وہ
محبت کو کب محبت سمجھتی تھی تب جیسے وہ دل کے
نہاں اور عمیق گوشوں سے مجازی جذبوں کے
استعارے ڈھونڈتی تو اس کے ذہن پر یہ حقیقت
منکشف ہونے لگتی مگر اس پل کا لڑکھڑانا اس کا
ٹکرانا اور پھر بازوؤں میں بھر لینا جیسے اسے زندگی
کی عمیق گہرائیوں اور درشت حقیقتوں سے کھینچ کر
محبت کی دنیا میں لے آتا وہ اپنے آپ سے نفرت
کرنے کی سعی کرتی تو وہ اپنے وجود سے بے خبر ہو
کر اپنی معمول زندگی پہ ناہ تلاشنے کی کوشش کرتی
مگر بار بار لال آنکھیں بکھرے بال اسے ناکام کر
دیتے محبت ان دونوں پر حاوی تھی اس کے باوجود
محبت نے اپنے اندر بیج بو دیئے تھے اور پھر بیج اگر
ایک بار خون اور گوشت میں اُگ آئیں تو وہ شجر
بن کر محبت اور اگر وہ اپنی بے بسی اور محبت کی منزل
پر مصلحت کوشی پر اترنے کی کوشش کرتی تو مزید اس
کے دل کی حالت غیر ہونے لگتی۔

میں محبت نہیں کر سکتی مجھے محبت سے نفرت
ہے انہی سوچوں میں گم نجانے نیند آج کیوں
آنکھوں سے بغاوت کر رہی تھی اس کی یاد اس کی
باتیں اسے یاد کیے بن نہ رہ سکی اس طرح ہی رات
بھی اپنے جھلملاتے عکس کے چھوڑ رہی تھی۔

اے رات چپکے سے گزر جایا کر
نہ گزرے ہوئے لمحوں کی یاد دلایا کر

بہت دردی ہے یاد نہ آئی
کبھی تو ان کو ہماری بھی یاد دلایا کر

غالباً وہ کچھ لینے کے لیے شیشے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ فون کی بیل بجی اور اس نے ہاتھ میں رکھے ہوئے کپڑے ایک طرف رکھے اور فون کی طرف بڑھی دوسری بیل پر اس نے فون اٹھالیا ہیلو دوسری طرف سے مکمل خاموشی پا کر اس نے نظریں کلاک پر ڈالی جو رات کے تین بج کے پچیس منٹ پر اپنے بازو ٹکائے ہوئے تھا۔

اتنی رات کو کون ہوسکتا ہے فون پر وہ گھبرا سی گئی تھی اور فون واپس کریڈل پر رکھ دیا اور پھر شیشے کی طرف بڑھ گئی مگر فون تھا کہ بڑا ڈھیٹ پھر جاگ اٹھا اور بیل دوسری اور پھر تیسری پر اس نے گھبرا کر فون اٹھایا۔

ہیلو کون ہے جو اتنی رات کو تنگ کررہا ہے۔

تو کچھ دیر خاموشی رہی پھر ایک خاموشی کو چیرتی ایک شناسائی سی آواز کانوں میں ابھری۔

سنو مجھے تم سے محبت ہے
میری راتیں تیری یادوں سے لمبی ہیں
میں نے اپنی ہر دھڑکن
ہر اک جذبہ ہر اک احساس
اپنے دل کا ہر اک راز
تیرے نام کردیا ہے
لیکن میرا ہر جذبہ ہر احساس
ہر دھڑکن ہر سانس
میرا ہر لفظ ادھورا ہے
کاش کے ایسا ہو کہ میں تم سے کچھ نہ کہوں
اور تم میرے دل کا ہر راز خود سمجھ جاؤ
اور پھر آہستہ سے میرے ہاتھوں کو
اپنے ہاتھوں میں لے کر
اس طرح تھاموں اور پھر
اپنے دل سے لگالو
کہ میرا ہر سانس ہر لفظ مکمل ہوجائے
اور میری آنکھوں میں جھانک کر
صرف اتنا کہہ دو کہ ہاں
میں نے بھی اپنی زندگی کی ہر سانس
تیرے نام کردی ہے

غزل کے بول ایک سانس آواز اور شدت اور احساس دل کو چیر کر اپنی جگہ بنا رہے تھے مشعل نے بہت جلد بھانپ لیا تھا کہ اتنی رات کو فون کرنے والا کون ہوسکتا ہے وہ گھبراہٹ سے اور کچھ بھی آواز سے پوچھ بیٹھی۔

کون...

تو آواز آئی پہلے تو کچھ اور ہوا تھا مگر تمہارے عشق نے کچھ اور بنادیا ہے۔

دیکھیں مسٹر میں اس قسم کی لڑکی نہیں جیسی آپ سمجھ رہے ہیں پھر کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی پھر آواز ابھری۔

میں ہوں سالار تمہارا سالار۔

مشعل نے بڑی بے دردی سے فون واپس کریڈل پر رکھ دیا پھر کتنی دیر ہوجاتی رہی اسے سالار کی غزل نے سونے نہیں دیا اور ایک کھنکنا لہجہ کانوں میں سرگوشی کرتا میں ہوں سالار تمہارا سالار مشعل نے تکیہ اٹھا کر کانوں پر رکھ دیتی اور سماعتوں پر بند باندھنے کی کوشش کرتی مگر لفظ اس کی سانسوں میں تحلیل ہوچکا تھا پھر خیال آیا نہیں نہیں مجھے محبت نہیں ہوسکتی ہرگز نہیں لیکن تمہیں تو محبت ہوچکی ہے مشعل دنیا بھر کو تم اپنے دلائل سے قائل کرچکی ہو مگر مجھے نہیں اسے اپنا سایہ شیشے میں بولتا ہوا نظر آرہا تھا۔

صبح بخیر بیٹا۔ دوپہر کے ایک بجے کون سی صبح ہوتی ہے پاپا مشعل کے پاپا نے مسکرا کر کہا تو وہ بہت نادم ہوئی کہ یہ سب رات نہ سونے کی وجہ سے ہوا ہے ایک دم اپنی ماما کی آواز سے وہ چونک گئی۔

مشعل بیٹا آج شام کو سالار آ رہا ہے اور وہ کچھ مہینے یہاں ہی رہے گا تمہیں کوئی پرابلم تو نہیں وہ بنا سوچے سمجھے۔

پرابلم۔ ماما شام پانچ بجے سالار گیٹ کے باہر کھڑا ہارن بجا کر گویا اپنی آمد کا اظہار کر رہا تھا وہ دوپٹہ اوڑھ کر سیڑھیاں اترتی ہوئی شولڈر کٹ بالوں کی لٹیں بار بار ہی چہرے کو ٹچ کر رہی تھیں جلدی سے گیٹ کھولا تو سالار مسکرائے جا رہا تھا وہ اس کی مسکراہٹ کو یکسر نظر انداز کر کے اندر لے آئی تو بہت دیر تک دونوں میں خاموشی رہی پھر گفتگو کا آغاز سالار نے کیا۔

کیسی مزاجی ہوں آپ سے۔ مطلب اپنی لٹیں چہرے سے جھٹک کر بولی۔

مگر تم پر بہت سوٹ کرتا دوبارہ ایک اور خوبصورت جملہ اس کی سماعتوں میں ٹکرایا وہ کافی دیر سے نظریں ہٹا کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا

اس رات فون کیوں بند کیا تھا مشعل پہلے دل چرایا اور پھر نیند چرائی اور جب دل کی بے قراری کا علاج دور کرنے کے لیے تم سے بات کی تو تم نے فون ہی بند کر دیا ایک بات کہوں اگر سو سنتے ہو تو اس نے دوبارہ غزل کے وہی بول دہرائے اور وہ سنی ان سنی کر کے ادھر ادھر بے وجہ نظریں دوڑا رہی تھی۔

دیکھیں کسی انجان لڑکی کو رات کے تین بجے فون کرنا کہاں کی شرافت کہاں کی محبت ہے۔

انجان لڑکی ایکسیوزمی میں نے کسی انجان لڑکی کو نہیں فون کیا تھا سالار نے اسے اتنے پیار سے اپنی طرف متوجہ کیا کہ اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

تمہیں چاہت کی کیا خبر تو کیا جانے محبت

میری جب جان پاؤ تو یاد رکھنا نرالا میری چاہت بھی اور میری محبت بھی تم ہو کسی نے سچ ہی کہا کہ جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی جانب بھاگتا ہے اور جب کسی انسان کی موت آتی ہے تو اسے میرے جیسے کسی لڑکی سے محبت ہو جاتی ہے سالار نے اسے جلانے کے لیے کہا تو لفظ محبت پر ایک دم شا کرہ گئی اتنا کھلا اظہار دیکھو مشعل جانے تمہیں اس بات کی خبر ہے یا نہیں میں تم سے محبت کرتا ہوں اس نے کافی میں چمچ ہلاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

پلیز مشعل کے دل میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں آج اسے احساس ہوا کہ انکار کرنا کتنا مشکل ہے خاص کر جب کوئی آپ سے شدید محبت کرتا ہو پر نجانے آج کیوں اسے ہر قدم پر من بھاری محسوس ہونے لگا ایک طرف انا تھی دوسری طرف معصوم دل کی نہاخانوں میں ڈیرے جمائے ہوئے بیٹھی تھی۔

اتنا کہنا تھا۔

نہیں مشعل رکو مت چلتی جاؤ مڑ کر نہ دیکھنا پتھر کی ہو جاؤ گی تمہاری منزل پیچھے نہیں آگے ہے اور دل کا کہنا تھا ارے دیکھو تو صرف ایک بار ورنہ وہ محبت کی آگ میں جھلس کر مر جائے گا۔

دیکھو ذرا ایک بار دیکھو تو کیا وہ تمہیں محبت نہیں کرتا کیا وہ تمہیں نہیں چاہتا کیا اس کا پیار جھوٹا ہے کیا اس کی باتوں میں ذرا کھوٹ ہے دیکھو تو وہ

تمہاری رہ تک رہا ہے دیکھو وہ تمہارا ہی منتظر ہے
تمہاری آنکھ کے ایک اشارے پر وہ تابع ہے اس
سے اس کی زندگی کی ساتھی مت چھینو وہ مر جائے
گا آج اس کی غزل کے آخری حصے کے بول پورا
کردو اور پھر دل کی دلیلوں پر ہار مانتے ہوئے اس
نے مڑ کر دیکھا وہ جو پتھر کی مورت بنا اسے دیکھ رہا
تھا اس کے مڑ کر دیکھنے سے وہ محبت کی بازی جیت
چکا تھا اب وہ اپنی ہی منزل مشعل کے منہ سے سن
رہا تھا۔

اس بار مشعل شرمائی نہیں پلکیں جھکائے سنا
رہی تھی سالار سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ محبت سے
نفرت کرنے والی آج اس کی غزل کے آخری
حصے کو سچ کردے گی مشعل نے سالار کا ہاتھ اپنے
ہاتھوں میں لے کر کہا۔

ہاں میں نے بھی اپنی زندگی کی ہر سانس
تیرے نام کردی ہے۔
محبت کو تم سے محبت ہوئی۔
محبت ہی محبت پر فدا ہوگئی
اور جب محبت کی محبت نہ ملی
تو محبت ہی محبت پر فنا ہوگی۔

آسمان پر بکھری تاریک شاموں کے جال کو
دیکھا اور طویل مدت گزرنے کے باوجود بھی یاد
نہیں کرنا پڑا کہ سرمئی شام میں وہ اپنے ایزل و
کنوس کے ساتھ اپنا وجود تک رہی تھی اور کنوس پر
وہ اپنا دکھ قلم کرتی تصویروں کو کرب کا لم کا پیراہن
اوڑھا کر سکون ڈھونڈتی اور ساتھ ہی میوزک بج رہا
تھا جس کے بول دل کو چھو لینے والے تھے۔

ہم نے تم کو دل یہ دے دیا یہ بھی نہ سوچا کون
ہو تم

اچانک کمرے میں انٹر ہوتے ہوئے سالار
نے اس پر فقرہ کہا۔

ابھی تک رنگوں سے کھیلنا نہیں چھوڑا تم نے
سالار نے پھولوں کی پتیوں سے مشعل پر برسات
کردی سرخ پتیوں تلے بیٹھی مشعل پر غروب
ہوتے سورج سے کہیں زیادہ ملال کے رنگ
ابھرے وہ چونکی میں سر گھما کر دیکھا اور دوبارہ
تصویریں میں رنگ بھرنے لگی میری مشعل پوچھو گی
نہیں کب آیا سالار نے دوبارہ اس کی سماعتوں پر
دستک دی تو گھاس سے ڈھکی ماری کو ایک نظر
دیکھتے پھر اس کا برش چلنے لگا مگر محبت کی ہلکی سی
چنگاری اس کے اندر نہ سلگی اور یہ بات سالار کے
اندر بھی بھانبڑ لگا گئی کہ جلنا اسے چاہئے تھا مگر وہ تو
سکون سے اپنے کام میں مصروف تھی اور سالار لمحہ
لمحہ بھٹی میں جل رہا تھا میز تک تم ابھی تک محبت
جیسے سراب کے نام سے محبت کی ہی نہیں تمہارے
وہ غزل کے آخری بول بھی جھوٹے ہیں مشعل کی
آنکھوں میں برسات اور اس کے ساتھ ہی چہرے
پر محسوس ہونے والی تپش نے اسے کسما کر آنکھیں
کھولنے پر مجبور کردیا۔

سالار میں تم سے محبت ہی نہیں جنون کی حد
تک عشق کرتی ہوں میں اس طرح تمہاری باہنوں
میں جینا چاہتی ہوں جیسے پہلی بار تم نے مجھے اپنی
باہنوں میں تھام کر میرے اندر محبت جگائی تھی
محبت من من کی جنگ کو ختم کرکے روح تک کو
سراب کردینے کا نام ہے محبت کے بنا آج بھی
وجود بے معنی ہے آج بھی زندگی کی سمت جانے
والے تمام راستے محبت کے محتاج ہیں اور آج سے
میں تمہاری محبت کی محتاج ہوں۔ آئی لو یو سوچ
۔ زندگی اپنی ڈگر پر چلتی تھی حسب معمول۔

مشعل بشارات کا کھانا بناؤ سالار اور تمہارا

بھائی آتے ہی ہوں گے۔

وہ دونوں آپس میں اس طرح جڑے ہوئے تھے کہ جیسے تمام زندگی نے اپنا رخ بدل لیا سالار کے خیالوں سے نکل کر چولہا جلایا اور کڑاہی میں تیل ڈال کر اوپر رکھ دی مگر مچھلی کھنا فرمان ثابت ہوئی تیل میں جاتے ہی جل گئی وہ اپنی قسمت کو رو رہی تھی اللہ اللہ کر کے مچھلی فرائی کی اور کھانا سب کے سامنے رکھ دیا۔

یہ کیا مچھلی فرائی کی ہے یا مرچی تم نے ہیں مچھلیوں کا نمک ایک میں ہی ڈال دیا کھا کر تو دیکھو یہ انسانوں کے کھانے کے لائق ہے سالار نے پلیٹ مشعل کی طرف بڑھائی تو اس نے تھوڑا سا نوالہ منہ میں ڈالا اور بے ساختہ تھوک دیا۔

اُف۔ مچھلی تو کھانے کے بالکل بھی لائق نہیں نجانے کب عقل آئے گی تمہیں۔ قیصر حسین کوہی کوستی ہوئی باہر چلی گئی۔

ارے میری جانم ناراض کیوں ہوتی ہو تمہارے ہاتھ سے نمک مچھلی تو کیا میں زہر بھی کھا لوں گا اور پھر وہ کسی فلمی ہیرو کی طرح مچھلی کی پلیٹ کھا گیا۔

ارے او ظالم ہم نہیں کرتے محبت کے دعوے بار بار۔ جس سے کر لے ایک بار محبت پھر ان ہاتھوں سے جام کیا زہر بھی پی لیں گے۔

وہ بارہ اگست کا بھیگا ہوا دن تھا گہرے بادلوں سے ڈھکے ہوئے پیڑوں پودوں کی نکھرتی ہوئی تروتازگی بخشتی ہریالی نے موسم کو اور بھی حسین بنا رکھا تھا ہلکی پھلکی بارش ہو رہی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی مشعل کو مارکیٹ جانا تھا اس لیے وہ گیلی سڑک پر واک کرتی مست روی سے چلتی رہی تھکا جانے کی جلدی نہیں تھی وہ موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی گیلی گیلی عمارتیں نرم نرم منظر اسے اچھا لگ رہا تھا اس نے گہرے کالے کلر کا اسٹائلش شوٹ پہنا ہوا تھا جو سالار کی ماما ہی سے لائی تھی ہلکا ہلکا میک اپ پرانے اسٹائل میں بالوں میں کلپ لگا کر کھونے چھوڑے تھے بارش ہلکی ہلکی پھوہار سر پر پڑتی اچھی لگ رہی تھی ایک دم پیچھے سے سفید کلر کی کار رکی اور اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

آپ۔۔ آئیں بیٹھیں میری جانم۔

سوری یہ دروازہ مجھ سے نہیں کھل رہا بلیک کلر کے سوٹ میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی سالار اسے دیکھتے ہی گاڑی سٹارٹ کرنا بھول گیا وہ سر جھکائے بیٹھی تھی چند لمحوں بعد ہی سالار نے گاڑی اسٹارٹ کی اور کیسٹ پلئیر میں ڈال دی۔

آپ کے پیار میں ہم سنورنے لگے
دیکھ کر آپ کو ہم نکھرنے لگے
اس قدر آپ سے ہم کو محبت ہوئی
ٹوٹ کر بازوؤں میں بکھرنے لگے

سونگ سنتے ہی مشعل کے لیے برداشت کرنا محال ہو گیا اور کیسٹ پلئیر سے نکال دی اس کی اس حرکت پر وہ مسکراہٹ روکتے ہوئے کہنے لگے آج موسم کتنا خطرناک ہے بن بادل برسات کا موسم اس موسم کو کیا نام دوں اس کا لہجہ بدلنے لگا اور سسکیوں کی آواز سالار نے سنی تو دل مچل کر رہ گیا بہت تھکے لہجے میں پھر سے وہی غزل سنانے لگے وہ نظریں جھکائے غور سے غزل سنتی رہی تو مشعل کی لٹوں کو اپنے ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے بولے۔

اب میں اور انتظار نہیں کر سکتا کیا شادی کرو

گی مجھ سے جانم۔۔

کیا۔اتنی جلدی۔۔

اچھا زیادہ دن ہے تو ہم آج ہی شادی کر لیتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ میری مشعل کو شادی کی اتنی جلدی ہے اب کے بار مشعل کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ دوڑی۔

سالار کو مشعل کے گھر رہتے ہوئے تین ماہ ہو گئے معمول کے مطابق شام کے کھانے پر سبزی بناتے ہوئے سالار کے خیالوں میں گم مشعل کا ہاتھ چھری سے کٹ گیا فوارے کی طرح بہتا ہوا خون دیکھ کر وہ ایک دم چلا اٹھی اسے اپنا آپ بے معنی لگنے لگا کمرے میں سوئی ہوئی مشعل محسوس کر رہی تھی کہ کسی کی موجودگی کی گرم سانسیں چہرے پر پڑ رہی ہیں اس کے ملبوس سے تکوم مہک اس کے وجود کو نڈھال کر رہی تھی۔

مشعل میری مشعل اٹھو ہمت کرو اس کا انداز بالکل بچوں کو بہلانے والا تھا اس کے تھکے تھکے مُردہ اعصاب پر وہ شیریں لہجہ گلاب برسانے لگا سکون و سرور من کو سکون بخشنے والا سحر تھا وہ کتنی اپنائیت سے پکار رہا تھا اور مشعل کو اچھا لگ رہا تھا اس نے آنکھیں زور سے بند کر لی مگر بہتے ہوئے آنسوؤں پر بند نہ باندھ سکی پلیز مشعل مجھ پر ترس کھاؤ کیا مجھ کو بھی آنسوؤں میں ڈبو کر مارنے کا ارادہ ہے ایک دم گلابوں میں کانٹے نکل آئے اس نے سالار کو دکھی کر دیا تھا آنکھیں کھول دی غالباً وہ بھی اس وقت کسی نیکی کے موڈ میں تھا بغیر کچھ بولے اس کا زخمی ہاتھ اپنے سینے سے لگا لیا مشعل کا ہاتھ کپکپانے لگا وہ چھڑانے کی کوشش بھی نہ کر سکی ہوا یہ زخم وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولے مشعل کی دھڑکن اتنی تیز تھی کہ تو را ہاتھ کھینچ لیا اور مشعل کے ریشمی بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے سالار کی خواہش ابھری مشعل کے بال اپنے ہاتھوں سے سیٹ کیے ڈائننگ ٹیبل پر فہیم اٹھا کر اس کے اوپر چھڑکا اور کھڑکی کی سوئی دھیرے دھیرے کھسک رہی تھی البتہ کمرے کا ماحول بڑا رومنٹک ہو رہا تھا بڑی مدھم سی مہک پھیلی ہوئی تھی دھیمی آواز میں بڑا سٹی کوئی اک دوجے سے مخاطب تھا وہ ہونٹ بجتے جانے کئی ساکت سی اسی سمت تکتی چلی گئی۔

اُف کتنی ظالم تھی یہ رات مشعل میں نے تمہارے لبوں پر آج ایسے ہی تنگ بھر دیئے ہیں جو زندگی بھر تمہارے ہونٹوں پر جمے رہیں گے اور تمہیں کسی لپ اسٹک کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی سالار مشعل کو چھیڑنے لگا اور وہ روئے جا رہی تھی سالار کے لب ہلنے لگے۔

تیری آنکھوں میں جو نشہ ہے وہ شراب میں کہاں ہے

ہونٹوں میں جو خوشبو ہے وہ گلاب میں کہاں ہے

پلیز پلیز جانم چپ ہو جاؤں اور یہ بندریا جیسی شکل تو روتے ہوئے بالکل اچھی نہیں لگتی چلو میری جان خاموش ہو جاؤ اور کل ہماری شادی کی ڈیٹ فکس ہو جائے گی اور پھر میں تمہیں دلہن بنا کر ہمیشہ کے لیے لے جاؤں گا سچ سالار۔

کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے۔

نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے میں تم سے محبت ہی نہیں جنون کی حد تک محبت بھی کرتی ہوں میں نے تمہیں پہلے دن سے اپنی پاکیزہ چاہتوں اور محبتوں کا ساتھی بنا لیا تھا اپنے جسم کے انگ انگ میں لہو کی طرح بسا لیا تھا میں تمہیں

ساری زندگی پوجتی رہی ہوں گی ہمارا پیار ہوس سے پاک ہے یہ پھول یہ نظارے یہ منظر یہ ہوائیں ہماری محبت کی گواہ ہیں سالار ہم اپنی جانوں کی نذرانہ دے کر بھی اپنا پیار پالیں گے مجھے کبھی خود سے جدا نہیں کرنا ورنہ میں مر جاؤں گی بات کی اس تنہائی میں وہ اپنے دل کی باتیں کرتی کبھی تڑپتی کبھی روٹھتی اور پھر مان بھی جاتی سالار کی محبت میں لمحہ لمحہ روپ بدلنے والی چاندنی سی لڑکی کی ادائیں سے اور بھی دیوانہ کر گئی پوری فیملی نے مل کر ایک ہفتے کے اندر اندر شادی کی ڈیٹ رکھ دی سالار پورے گھر میں مشعل کو ڈھونڈ رہا تھا کہ اسے کمرے میں بیٹھی مشعل نظر آ گئی سالار نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اسے شادی کی مبارکباد دی تو جھلملاتے ہوئے تاروں کی آنکھیں اور کھلتے پھولوں کی مسکراہٹ پر وہ شرما گئی سالار اس کے اندر کی کمزوری کو پڑھ گیا تھا منظر سے ابھار رخ بدلا سالار نے مشعل کو ایک گفٹ دیا اور کہا اسے دیکھو ابھی آتا ہوں پیشانی پر پسینہ صاف کرتے ہوئے گفٹ والا شاپر اس کی طرف بڑھا دیا سالار کے خیالوں سے نکل کر گفٹ شاپر کھولا تو اسے ایسا لگا کہ جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہو پنک کلر کا لہنگا اپنی خوشبو میں چار چاند لگا رہا تھا وہ دن وہ راتیں بہت حسین تھی جب دونوں نظروں ہی نظروں میں اقرار کرتے تھے لیکن اب وہ کچھ دنوں تک اسی کی ہو جائے گی وہ بیڈ پر پڑے لہنگے اور چولی کی طرف متوجہ ہوئی اتنا شاندار لہنگا اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا گویا دل کے مندر میں محبت کی گھنٹیاں بہت پہلے ہی بج رہی تھی ابھی مشعل لہنگا اتارنے ہی والی تھی کہ بیڈ کے ساتھ لگی ڈریسنگ میں شیشے پر نظر گئی اور اسے سالار کا عکس نظر آیا جو

بڑے پیار سے اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی اس نادانی پر مسکراتے ہوئے قریب آیا اور کان میں سرگوشی کی تو وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکی سالار کی آنکھوں میں آج غضب کی محبت سفید رنگت بلیک جینز شرٹ اور بلیک ہی کوٹ جس کا زپ کھلا ہوا تھا وہ اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ اس کے سامنے تھا مشعل کو جیسے اپنی بصارت پر یقین نہیں رہا سالار کی نیلی آنکھوں میں وہ خود کا عکس دیکھ رہی تھی وہ جن آنکھوں میں چمکتا تھا وفا کا عکس تھا یقین مانوں قسم لے لو زالہ وہ آنکھیں بے وفا تھی لیکن پھر بھی اس کے باوجود مشعل کو سالار کی آنکھوں میں پہلے جیسی محبت نہ ملی اداس چہرے پر آج وہ مسکراہٹ نہ تھی جو روز ہوا کرتی تھی تو مشعل نے سوال کر ہی ڈالا۔

جواب ملا میں گھر جا رہا ہوں اور ہماری شادی ہے اور میرا یہاں رہنا ناممکن ہے سالار نے مشعل کے سوال کا جواب اشتہ انگیز مسکراہٹ سے سمجھا رہا تھا مگر وہ سمجھنا نہیں چاہ رہی تھی بلیک کوٹ پہلے آنکھوں پر پھر گلاسز لگائے وہ سمجھا رہا تھا جانے وہ کہاں کھوئی ہوئی تھی وہ اس کے خوبصورت ہاتھ اپنے لبوں تک لے گیا مگر نجانے آج اس میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی وہی ہاتھ چھڑا کر سالار کے منہ پر پوری قوت سے دے مارا لہجہ بے مروت تھا پر اس لہجے اس حرکت نے تو خون میں سرائیت کر لی تھی تھپڑ کھا جانے سے بھی اس سے اس پیار میں کمی نہ آئی بار لو مشعل ایک نہیں ہزار تھپڑ مار لو میں تمہارے تھپڑ کو محبت سمجھ کر تمہیں سینے سے لگا لوں گا مگر پلیز میری جان مت رونا نہیں کیا فرق پڑتا ہے اس تھپڑ کا یہ جسم کی ایک چوٹ ہے میری روح تو ابھی تمہارے چانٹوں سے

بھری پڑی ہے سالار کی آنکھیں برس پڑی مشعل اپنی پلکیں جھکائے اندر ہی اندر غم سمونے لگی سالار کے آنسو اپنے ہاتھوں سمونے لگی۔

اتنا حسین تھا کہ آنسو پونچھنے کا انداز نرالہ
کہ آج بھی اس کے سامنے رونے کو دل
کرتا ہے

مشعل میں ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں بہت جلدی آؤں گا اور تمہیں دلہن بنا کر لے جاؤں گا تم میری پہلی محبت ہو اور آخری پیار ہو میں تم سے دور نہیں جانا چاہتا مگر زمانے کی رسم و رواج نے مجھے کچھ دن دور جانے پر مجبور کر دیا۔

ارے میری مشعل میری دلہن بن کر تیار رہنا میں بس کچھ دن بعد آ رہا ہوں پھر ہمیں زمانے کے رسم و رواج تو کیا دنیا کی کوئی طاقت بھی دور نہیں کر سکتی سالار نے اس کی تھوڑی پکڑ کر چہرے اوپر کیا۔۔

آئے ہائے میرے خدایا اتنا حسین مکھڑا کہ چاند بھی دیکھ کر شرما جائے اب وہ اپنے راستے پر گامزن تھا۔

وہ میرے مقدر میں میری محبت سے کتنا
خوش قسمت ہے نرالہ
میں اس کی ہو کر صرف اس کی رہی وہ میرا ہو
کر میرا نہ رہا

وہ لڑکھڑاتی ہوئی بے چینی سے اٹھ کر اپنے بیڈروم میں چلی گئی پانی کی ندیا اس کے رخساروں پر پھسلتی چلی گئی اپنے بے اختیار بہنے والے آنسو[illegible] کو فورا اپنے ہاتھ کی پشت سے پونچھا اس کے [illegible] پر بڑی تلخ مسکراہٹ ابھری اور وہ سوچنے [illegible] کہ یہ آنسو خوشی کے ہیں یا سالار کی جدائی [illegible] اختیار بہت تیز

طرف ہی شادی کی تیاریاں بڑے زور شور سے ہو رہی تھی پورا گھر خوشیوں میں رقص کر رہا تھا ڈھولک تالیوں اور مہندی سارے فنکشن کو وہ خوش خوشی سے انجوائے کر رہی تھی پیلے کلر کے سوٹ میں میک اپ کیے مشعل کے ہوش اڑا دینے والے ہتھیاروں سے تیز تھے سجی سنوری مشعل بار بار سالار کا نمبر ڈائل کر رہی تھی مگر ہر بار پاور آف مل رہا تھا مشعل کو اپنے پیچھے کسی کی دھڑکنوں کی آواز سنائی دی تو اس نے بہت جلدی محسوس کر لیا کہ یہ دھڑکنیں کسی اور کی نہیں سالار کی ہیں سالار مہندی کی رات مشعل کو ملنے آیا مشعل آنا فانا سالار کے سینے سے لگ گئی۔

سالار پلیز مجھے چھوڑ کر مت جانا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔

ارے میری جان میں نہیں جاؤں گا مگر اب تو جانے دو بس چند گھنٹے ہیں پھر میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا میں اپنے ماموں کے گھر جا رہا ہوں ضروری کام سے وہ بیڈ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس پر جھکا۔ تم تو سراپا محبت ہو تم میری جان ہو میں بہت جلدی آ رہا ہوں اپنی دلہن کو لینے مشعل چند لمحوں تک اپنے اوپر جھکے سالار کی آنکھوں میں اپنا مرجھایا ہوا عکس دیکھتی رہی سالار کے پاؤں تلے سے ایک بار پھر زمین سرک گئی۔

کہہ دو ان آندھیوں اور طوفانوں سے
اگر میرے یار کے روغ سے ٹکرانے کی
کوشش کی تو میں انہیں کاٹ ڈالوں گا۔

جب انسانوں کے اندر لالچ حسد آ جاتا ہے تو انسانیت و محبت رشتے پھیکے لگتے ہیں حسد کی پٹی آنکھوں پر بندھ جاتی ہے سالار جانے [illegible] کہاں لے رہا تھا ویسے ہی نیند [illegible]

آنکھوں میں اترتا گیا پلان کے مطابق سالار کے ماموں نے چائے میں زہر ملایا اور پھر استری سے اس کا پورا جسم جلایا۔آہ۔۔آہ۔۔آہ کتنے ظالم ہوتے ہیں یہ لوگ جو کسی کی خوشیاں کو قتل کر کے خود خوشی کی تلاش میں بھٹکتے ہیں۔

خوشیوں کے ساتھ ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں جہاں بجتی ہیں شہنائیاں وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں کتنی بے دردکتنی ظالم وہ گھڑی تھی جب سالار ک ڈیڈ باڈی گھر میں پہنچ گئی پورے گھر میں کہرام مچ گیا ہر آنکھ اشک بار تھی جس گھر میں کچھ دیر پہلے خوشیاں کا سماں تھا ڈھولکوں گیت بج رہے تھے اب اس گھر میں غموں کا ماتم ہو رہا تھا پنک عروسی جوڑے میں سجی سنوری ہوئی مشعل سالار کی منتظر تھی مگر نہ جانے کیوں نہ آیا وہ اپنی دلہن کر لینے گھر میں کہرام مچا ہوا دیکھ کر مشعل اپنے ہوش حواس کھو بیٹھی۔۔۔

ماما آپ کیوں رہی ہیں میرا سالار آ رہا ہے وہ مجھے لینے ابھی آجائے گا۔افو ماما آپ چپ ہو جائیں ناں سالار آرہا ہے۔آپ بھی رو رہے ہیں پاپا پلیز چپ ہو جائے میرا سالار آتا ہی ہو گا۔ عادل بھائی آپ بھی ان کے ساتھ مل کر رو رہے ہو آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے ابھی رات کے وقت تو آیا تھا مجھے ملنے اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔نادیہ تم ہی سمجھاؤ ان گھر والو کوئی شادی والے گھر میں بھی کوئی روتا ہے چلو رونا بند کرو اور باہر جا کر دیکھو میرا سالار آرہا ہو گا۔عادل نے اپنی بہن مشعل کو گلے لگا لیا تو مشعل تڑپ کر بولی۔

نہیں نہیں بھائی میرا سالار آ رہا ہے آپ سب جھوٹے ہو وہ آئے گا مجھے لینے۔

آئی جاتے تیرے در پر ارمانوں کی ڈولی لینے۔

اگر چہرے پر کفن نہ ہوتا تو تیرے دشمنوں کو شہر جلا دیتے

سالار کی موت کا منظر دل کو ہلا دینے والا تھا آج وہ بہت پرسکون سو رہا تھا جو محبت کے دعوے دار ہوا کرتا تھا۔

مشعل نے سالار کے منہ سے کپڑا اٹھایا تو پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے لگی سالار کی لاش سے لپٹ گئی مانیں نہیں تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اٹھو سالار میں کیسے رہوں گی تمہارے بغیر سالار کی ماں فریاد کر رہی تھی مشعل تم ہی سالار کو اٹھاؤ کے پاس بیٹھو شاید مشعل وہ تمہیں دیکھ کر ہی اٹھے سالار اٹھو تم مجھے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے آج کیوں خاموش ہو کیوں رلاتے ہو مجھے ایک بار پھر مشعل سالار کی لاش سے دھاڑیں مار کر رو پڑی اور پھر ایسی بے ہوش ہوئی کہ ایک ماہ آٹھ دن بعد ہوش آیا جانے والے بھی بھلا کب لوٹ کر آتے ہیں مشعل جب سالار کی یاد سے بے قابو ہو جاتی ہے تو سالار کی قبر پر گھنٹوں روتی رہتی ہے اور واپس لوٹ آنے کی فریاد کرتی ہے وہ آج بھی پنک لہنگا پہن کر سالار کا انتظار کرتی ہے مگر انتظار تو بہت بری چیز ہے انتظار کرتے کرتے انسان مٹ جاتے ہیں مگر انتظار کی گھڑیاں نہیں مٹتی وہ میری میت پر آئے کچھ اس طرح

وہ سب ان پر مر مٹے میری میت چھوڑ کر
اس کے ساتھ نرالہ مقتل اجازت چاہتی ہے

اللہ کی آواز

۔۔تحریر۔۔عارف شہزاد۔صادق آباد۔

شہزاد بھائی۔السلام علیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

وہ کہنا چاہ رہا تھا کہ ماں مجھے اللہ کی آواز سنائی دے رہی ہے وہ مجھے حوصلہ دے رہا ہے وہ مجھے پیار سے اپنے پاس بلا رہا ہے اس نے میرے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں وہاں سحر وافطار کے لیے بہت سے کھانے بھی ہیں ماں یہ دیکھو فرشتے بھی مجھے نظر آرہے ہیں یہ مجھے لینے آئے ہیں اور ان میں سے ایک نے تو مجھے گود میں لے لیا ہے ماں تم بھی ساتھ چلو ناں۔اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئی فرشتے اس کو اپنے ساتھ لے گئے تھے اب وہاں ماں کی مدہم مدہم سی سسکیاں تھیں اور باپ کے آنسو بہتے ہوئے تھے

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

رب سے دل لگاؤ ماہ رمضان آگیا
روح کو نغمے سناؤ ماہ رمضان آگیا
دوستو خوشیاں مناؤ ماہ رمضان آگیا
آؤ میرے ساتھ گاؤ ماہ رمضان آگیا
رونقیں جاگیں گی کیا کیا رات کے پچھلے پہر
سب کو سحری میں اٹھاؤ ماہ رمضان آگیا
نعمتیں ہی نعمتیں اب ہوں گی دستر خوان پر
خوب افطاری بڑھاؤ ماہ رمضان آگیا
جاؤ افطار و سحر کے واسطے بازار
نعمتیں سب لے کر آؤ ماہ رمضان آگیا
روزہ رکھو اور نمازیں بھی پڑھو دل سے عارف
نیکیاں بھی اب کماؤ ماہ رمضان آگیا

جب ہم کوئی نیک کام کرتے ہیں ناں تب ہمیں اللہ کی آواز سنائی دیتی ہے جو صرف روح ہی سن سکتی ہے اس لیے ہمیں خوشی ہوتی ہے ندیم کی ماں بیٹے صحرائی زبان میں سمجھا رہی تھی اماں۔اللہ کی آواز کہاں سے آتی ہے۔

بیٹے اگلا سوال تھا ماں مسکرائی اور کہا اللہ کی یہ آواز ہمیں اپنے دل سے آتی ہے وہ ہمارے اندر بولتا ہے وہ ہمیں نیک کام کرنے پر شاباش دیتا ہے ماں یہ نیک کام کیسے ہوتے ہیں ندیم نے معصومیت سے پوچھا۔

ماں باپ کا کہنا ماننا۔اچھے بچے بن کر رہنا اور سب سے بڑھ کر دوسروں کی مدد کرنا یہ سب نیک کام ہوتے ہیں ماں نے جواب دیا۔۔

اس کے علاوہ اللہ کی آواز سنائی نہیں دیتی کیا۔ندیم نے پھر سوال کیا۔

جب ہم دکھی ہوتے ہیں تو اس وقت بھی

ہمیں اللہ کی آواز سنائی دیتی ہے وہ ہمیں حوصلہ دیتا ہے صبر کی تلقین کرتا ہے ماں نے پیار سے بیٹے کا کندھا تھپتھپایا پھر سر کو انگلیوں سے سہلاتے ہوئے بولی اب تم سو جاؤ شاید خواب میں تمہیں اللہ کی آواز سنائی دے یہ کہہ کر ماں نے بیٹے کو سلانے کے لیے لٹا اور صحرائی زبان میں لوری دینے لگی۔

بیٹا بھی اللہ کی آواز سننے کے اشتیاق میں جلدی سو گیا تھا۔

ندیم پانچ سال کا تھا وہ اکثر سوالات پوچھ پوچھ کر ماں کو تنگ کرتا تھا اگلے روز جب وہ سو کر اٹھا تو اس نے عہد کیا ہے وہ ضرور اللہ کی آواز سنے گا اور نیک کام کرے گا ماں باپ کا کہنا مانے گا اور انہیں تنگ نہیں کرے گا پھر اس نے سوچا کہ ماں تو میرے زیادہ سوال پوچھنے پر بھی تنگ ہو جاتی ہیں بس آج سے میں سوال بھی کم کروں گا اور ماں نے یہ بھی تو کہا تھا کہ دوسروں کی مدد کرنا بھی نیک کام ہے اور اس سے بھی اللہ کی آواز آتی ہے تو میں آج سے دوسروں کی مدد کروں گا اگرچہ وہ دوسروں کی مدد کے سب مفہوم سے تو نا آشنا تھا مگر اس کا ارادہ مصمم تھا جب پورا دن گزر گیا تو اور اس نے ماں کو کوئی سوال نہیں کیا تو شام ڈھلے ماں نے پریشان ہو کر خود ہی پوچھ لیا۔

کیا بات ہے ندیم آج کوئی سوال نہیں آیا تیرے دماغ میں۔

نہیں ماں اب میں تم سے زیادہ سوال نہیں کروں گا اس سے تم تنگ ہو جاتی ہو او رپھر مجھے اللہ کی آواز نہیں سنائی دیتی ماں نے لخت جگر کو دیکھا کتنا مختلف تھا اس کا بیٹا کے تمام بچوں سے الگ مختلف چیزیں ہی سوچتا تھا اور ماں تحت نئے اور انوکھے سوالات کرتا تھا صحرائی ماحول میں رہنے والی وہ ماں پڑھی لکھی تو نہ تھی مگر بچے کے سوالات کے تسلی بخش جواب دینے کی کوشش کرتی اور کبھی کبھار اس کی لگا تار اور انوکھے سوالات سے بھی تنگ آ جاتی ندیم کے کئی دن اسی کوشش میں گزر گئے کہ اسے کوئی ملے وہ اس کی مدد کرے۔

ایک دن اس نے دیکھا کہ اس کا ایک دوست تپت دھوپ میں ننگے پاؤں کھڑا تھا اس کے پاس بھی ایک جوڑا جوتا تھا مگر اس نے پاؤں سے چپل اتاری اور دوست کو دے دی۔ پھر ایک روز اونٹنی کے دودھ کا پیالہ خود پینے کے بجائے اپنے دوست کو پینے کے لیے دے دیا حالانکہ دودھ کا وہ پیالہ خود کو بھی بڑی مشکل سے ملا تھا مگر اسے یہ سب کر کے بہت خوشی ہوتی تھی اور وہ اب منتظر تھا کہ کسی بھی لمحے اسے اللہ کی آواز سنائی دے گی وہ تو بس اللہ کی آواز کا متلاشی تھا

ایک دفع اس نے صحرا میں ریت کے بگولے اڑتے ہوئے دیکھے تو جھٹ ماں سے پوچھا کہ ماں یہ کیا ہے تو ماں نے کچھ دیر سوچ کر جواب دیا بیٹا فرشتوں کے بڑے بڑے پر ہوتے ہیں جب وہ یہاں آتے ہیں تو ان فرشتوں کے پروں سے پھڑ پھڑاہٹ کی وجہ سے ریت کے بگولے بنتے ہیں۔

یہ فرشتے یہاں کیوں آتے ہیں یہ دکھائی کیوں نہیں دیتے ندیم نے پھر سوال کیا۔

فرشتے اللہ کی طرف سے ہماری مدد کو آتے ہیں اور یہ ان لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں

جو نیک کام کرتے ہوں اور اب تو رمضان المبارک کا مہینہ بھی آنے والا ہے اس ماہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنا تا کہ اللہ تم سے خوش ہو تمہیں اپنا قرب عطا فرمائے جو لوگ صرف اللہ کی عبادت کے لیے روزے رکھتے ہیں اللہ انہیں بہت ثواب دیتا ہے ماں نے کہا۔

اماں اب میں بھی روزہ رکھوں گا صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے۔ اچھا اماں ۔رمضان المبارک کا مہینہ کب آئے گا ندیم کے ہونٹوں پر ایک اور سوال مچلا۔

بیٹا بس کچھ ہی دنوں بعد ہم رمضان المبارک کا چاند دیکھیں گے ماں نے کہا۔

اس کے لیے ماں ہی پورا مکتب تھی اللہ کی آواز سننے اور فرشتوں کو دیکھنے کا شوق اور اب رمضان المبارک کے مہینے کے انتظار میں اس کے دن گزرنے لگے ۔ایک دن اس کی ماں نے کھانا دیتے ہوئے اس سے کہا۔

بیٹا کھانا کم کھانا اور پانی بالکل بھی ضائع مت کرنا بستی میں قحط پڑنے والا ہے۔

قحط کیا ہوتا ہے ماں ندیم نے پوچھا۔

قحط میں کھانا اور پانی بالکل ختم ہو جاتا ہے اور لوگ بھوکے پیاسے رہتے ہیں ماں نے کہا

۔

یہ تو بڑی خطرناک بات ہے کیا اللہ ہماری مدد نہیں کریں گا۔

اللہ ضرور مدد کرے گا بیٹا مگر ہمیں احتیاط کرنی چاہئے ماں نے اس کو تسلی دی۔

ٹھیک ہے ماں میں احتیاط کروں گا اس نے دیکھا کہ گاؤں کے لوگ قحط سے بہت ڈرتے ہیں اس کے دوست احمد نے اس سے کہا۔

گھبراؤ مت اللہ ہماری مدد ضرور کریں گے

ہر گزرتے ہوئے دن کے ساتھ قحط کی خوفناکی کا اندازہ ہوا سب کے چہرے مرجھا چکے تھے زرد چہرے اور بدن سے باہر جھانکتی ہڈیاں ان کی کمزوری کا حال بیان کر رہی تھی ایسے میں جب اس کی ماں نے کھانا دینے کے بجائے اسے گود میں چھپا لیا تو وہ سمجھ گیا کہ ہمارے گھر میں بھی قحط آچکا ہے پھر اس نے کھانا مانگ کر اپنی ماں کو پریشان نہیں کیا گاؤں میں روز بھوک سے بچے مر رہے تھے آسمان آگ اگل رہا تھا اور زمین بھی نہ مہربان تھی پانی بھی نایاب ہوتا جا رہا تھا۔

وہ دو دن سے بھوک برداشت کر رہا تھا پھر اس نے ماں سے اللہ کی آواز یا فرشتوں کے بارے میں سوال نہ کیا البتہ رمضان المبارک کے بارے میں ضرور پوچھتا ہم رمضان المبارک کا چاند کب دیکھیں گے وہ نڈھال ہو چکا تھا ہونٹ سوکھ رہے تھے بدن میں توانائی نہیں رہی تھی اس لیے وہ اکثر ایک ہی جگہ بیٹھا یا لیٹا رہتا تھا ماں سے بیٹے کی بھوک پیاس دیکھی نہیں جا رہی تھی وہ خود تو کئی دن تک سے بھوکی تھی جب تک کھانا تھا تو بھی وہ اپنے حصے کا کھانا اپنے بیٹے کے لیے بچا لیتی تھی اس کا شوہر بھی اپنے بیٹے کے لیے یہ قربانی دے رہا تھا مگر قدرت کے فیصلے کے سامنے وہ مجبور تھے اب ان کے تو کیا بستی بھر کے کسی بھی گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا۔

ندیم ماں اور باپ کے ساتھ چاند دیکھنے کے اشتیاق میں ہمت کر کے اٹھا اور جیسے ہی چاند نظر آیا اس کے معصوم چہرے نور سا پھیل گیا ندیم نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا۔

ماں میں کل روزہ رکھوں گا اور دیکھنا اللہ کی آواز ضرور سنائی دے گی۔

ماں نے اس کا ماتھا چوما اور کمرے لے جا کر لٹا دیا سحری کے وقت ماں اپنے لخت جگر کو اٹھا رہی تھی مگر وہ بے حس و حرکت اپنی جگہ پر پڑا ہوا تھا سانسیں اٹک اٹک کر چل رہی تھی وہ آنکھیں کھول کر ماں باپ کو دیکھ رہا تھا مگر کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔

آج ندیم کی پہلی سحری تھی مگر اسے فاقہ کیے آج چوتھا دن تھا ماں دوپٹے کے آنچل میں منہ چھپائے ہوئے رو رہی تھی اور باپ بھی ایک کونے میں کھڑا اپنی بے بسی کا ماتم کر رہا تھا اچانک ہی ندیم کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ آئی ماں کی طرف دیکھا وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر نقاہت کی وجہ سے لب کھولنا مشکل ہو گیا تھا اسے اپنے سوالوں کے جواب مل چکے تھے لیکن ماں کو بتانے کے لیے اس کے ہونٹ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

وہ کہنا چاہ رہا تھا کہ ماں مجھے اللہ کی آواز سنائی دے رہی ہے وہ مجھے حوصلہ دے رہا ہے وہ مجھے پیار سے اپنے پاس بلا رہا ہے اس نے میرے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں وہاں سحر و افطار کے لیے بہت سے کھانے بھی ہیں ماں یہ دیکھو فرشتے بھی مجھے نظر آ رہے ہیں یہ مجھے لینے آئے ہیں اور ان میں سے ایک نے تو مجھے گود میں لے لیا ہے ماں تم بھی ساتھ چلو ناں۔ اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئی فرشتے اس کو اپنے ساتھ لے گئے تھے اب وہاں ماں کی مدہم مدہم سی سسکیاں تھیں اور باپ کے آنسو بہتے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اللہ یہ اجر و ثواب اور یہ انعام ہر اس شخص پر فرماتا ہے جو کسی روزے دار کو پیٹ بھر کے کھلائے تو اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن میرے حوض کوثر سے ایسا پانی پلایا جائے گا جسے پینے کے بعد کبھی پیاس نہ لگے گی۔

قارئین کرام دیکھا حدیث میں کسی کو افطاری کرا دینا کتنا بڑا ثواب کا کام ہے میری آپ لوگوں سے ریکویسٹ ہے کہ پلیز اگر کوئی ایسے افراد جو غریب ہوں اور سحری اور افطاری کا بندوبست نہ کر سکتے ہیں تو آپ ہی آگے بڑھیں اور ان کی افطاری کا بندوبست کریں شکریہ۔

- چغلی ایک ایسی کھلی ہے جو اولاد کے ہزاروں رشتوں میں پھانس لگتی ہے۔
- انسان اپنے کردار سے پہچانا جاتا ہے پھول اپنی خوشبو سے۔
- وہ انسان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جس کے ساتھ ماں کی دعائیں نہیں ہیں۔
- کبھی کبھی کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا بھی تو پڑتا ہے۔
- جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے وہ اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔
- مرد وہ نہیں جو لوگوں کو قتل کرے بلکہ مرد وہ ہے جو حق کے لئے آواز بلند کرے اور حق کے لئے لڑے۔
- جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔
- چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

☆..... محمد عمران شہزاد۔ بہرور

وفا کی پیاس

تحریر۔ زاراز کیہ۔ مانوالہ

شہزادہ بھائی۔ السلام و علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ مکمل

میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا۔ کہانی کا نام میں نے وفا کی پیاس رکھا ہے کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بھی نام دے سکتے ہیں۔ یہ سب آپ پر ہے۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج کے دور میں ترقی تو ہو رہی ہے لوگوں کے دلوں میں آج بھی او نچ نیچ کا فرق ہے جس طرح سے ایک امیر ہو سب سوچتا ہے اور اسی طرح سے ہی ایک غریب کے دل میں بھی بہت سی خواہشات ہوتی ہیں ان کو پورا کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہوتی ایک غریب کا دل غریب نہیں ہوتا اس کا دل بہت ہی بڑا ہوتا ہے

میں ایک ایسے لڑکے کی کہانی لکھنے جا رہی ہوں کہ جس نے ایک لڑکی سے پیار کیا تھا اور جو اس کی ذات کی نہیں تھی ایک ذات کا فرق ہی دو سلوں کو برباد کر دیتا ہے۔

آئیے شاہد کی زبانی اس کی کہانی سنتے ہیں

ہمارا گھرانہ پانچ افراد پر مشتمل تھا دو بھائی اور ایک بہن اور ایک ماں اور باپ تھے سب سے بڑا میں تھا مجھ سے چھوٹی ایک بہن اور سب سے چھوٹا ایک بھائی تھا ہم غریب تو ضرور تھے مجھے نزدیک سکول میں داخل کروا دیا گیا تھا جہاں میں نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی حالات کافی خراب ہونے کی وجہ سے میں تعلیم جاری نہ رکھ سکا پھر میرے ابو نے مجھے کام پر چھوڑ دیا میں بہت ہی محنت سے کام کرتا تھا جس سے گھر کے حالات بھی کافی سنبھل گئے اور ٹھیکیدار بھی مجھ سے بہت ہی خوش تھا ہمارا ٹھیکیدار بہت ہی برا شخص تھا اس کا بہت ہی لڑکیوں کے ساتھ چکر تھا وہ جب سے کسی لڑکی کو ملنے جاتا مجھے ساتھ لے جاتا ہمارے ٹھیکیدار کا نام ندیم تھا۔

ایک دن ٹھیکیدار کسی لڑکی کو ملنے گیا اس لڑکی کا نام طاہرہ تھا جب ہم ان کے گھر گئے تو وہاں ایک لڑکی ہمیں جوس پیش کیا جب میں نے

اسے دیکھا تو میری نظر ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی میں اس کی طرف ہی دیکھتا رہا نجانے اس میں ایسی کیا کشش تھی کہ میں دیکھتا ہی رہ گیا ۔

جس لڑکی سے میرا ٹھیکیدار ملنے آیا تھا وہ اس لڑکی کی تائی تھی اس لڑکی کا نام امبر تھا مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ وہ لڑکی یعنی امبر مجھے جوس دے کر گئی بس میں اسے پیچھے سے دیکھتا رہا اس کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اس کے خیالوں میں اس کی تعریف کروں بس میں اسی کے خیالوں میں گم تھا کہ اتنی دیر میں ہمارا ٹھیکیدار آ گیا اور ہم ان کے گھر سے نکل آئے لیکن سارا رستہ میں اسی کے خیالوں میں گم رہا میرا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا میں بس اس کے خیالوں میں کھویا رہا ٹھیکیدار بھی مجھ سے بار بار پوچھتا رہا۔

کیا بات ہے۔

میں طبیعت خراب کا بہانہ بنا دیتا تھا۔ ٹھیکیدار کے بار بار پوچھنے پر میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے بتا دیا ٹھیکیدار نے کہا۔

میں بات کروں گا اور تم پہلے کی طرح دل لگا کر کام کرو۔

ٹھیکیدار کے اپنی لور طاہرہ سے بات کی پہلے تو اس نے انکار کر دیا لیکن ٹھیکیدار کے اصرار پر اس نے کہا۔

میں بات کروں گی۔

میں اب بھی طاہرہ سے باتیں کرتا کہ میں امبر سے بہت ہی پیار کرتا ہوں میں نے طاہرہ نے امبر سے بات کی شاہد تم سے پیار کرتا ہے

امبر نہ مانی اس بات سے طاہرہ اور امبر کی لڑائی ہو گئی طاہرہ اور امبر آپس میں تو بول پڑی لیکن مجھ سے پیار کرنے کے لیے نہ مانی میں بہت ہی بے چین تھا کہ کیا کیا جائے کیسے منایا جائے میں تو اس کے پیار میں دن رات پاگلوں کی طرح گزار رہا تھا

میں نے طاہرہ کو فون کیا تو ایک عجیب سی اور نسوانی آواز سنی۔

ہیلو کون۔

میں امبر کی آواز سن کر ایک منٹ کے لیے سانس لینا بھی بھول گیا تھا میں نے ہمت کر کے سلام کیا تو پھر امبر نے کہا۔

آپ کون ہیں طاہرہ گھر پر نہیں ہے جب وہ آئے گی تو میں اسے بتا دوں گی کہ آپ کا فون آیا تھا تو پھر میں نے کہا۔

میرا نام شاہد ہے اور میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں۔

میں نے اسے اپنے پیار کا بہت ہی یقین دلایا بہت ہی قسمیں کھائیں ۔اور بہت سے وعدے کیے لیکن وہ نہ مانی تو پھر میں رونے لگا اور میں نے بہت ہی التجائیں کیں کہ میرا دل نہ توڑو میں تو پہلے ہی زخموں سے چور ہوں۔

اس نے کہا۔ میں سوچوں گی۔

اس طرح سے دو تین ماہ گزر گئے اور لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا طاہرہ کے گھر کی تعمیر شروع ہو گئی ۔ایک دن میں اس کے گھر کام کرنے کے بہانے گیا جب میں نے دیکھا تو میری جان روٹیاں پکا رہی تھی تو وہ بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی میں دل میں خدا سے یہی دعا کرنے لگا کہ وہ آج مان جائے میرے پیار کو

قبول کرے طاہرہ بھی مجھے دیکھ کر بہت ہی خوش ہو رہی تھی کہ میں آیا ہوں میں اب کام کر رہا تھا مجھے کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہو رہی تھی کیونکہ میں اپنی جان کا دیدار کر رہا تھا جو ہمارے سامنے کھانا بنا رہی تھی طاہرہ کی طبیعت خراب تھی اس لیے وہ اس کا کام کر رہی تھی تو میں نے بہانے سے پانی مانگا لیکن امبر نے اپنی چھوٹی بہن کو بھیج دیا جو میں نے صرف دو گھونٹ مشکل سے پیئے تھے وہ سب کو اب کھانا دے رہی تھی تو میں بہت ہی خوش ہو رہا تھا کہ میری اپنی جان کے ہاتھ کا کھانا کھاؤں گا لیکن میری یہ غلط فہمی ہی تھی کہ میں اپنی جان کے ہاتھوں کا کھانا کھاؤں گا۔ اس نے اپنی بہن کو کھانا دے کر بھیجا اس نے سارا دن میری طرف نہ دیکھا مجھے بہت ہی دکھ ہو رہا تھا کہ شاید وہ میری ذات کی وجہ سے میری طرف نہ دیکھتی ہے لیکن طاہرہ مجھے حوصلہ دے رہی تھی۔

تم فکر نہ کرو انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

اب میں سارا سارا دن روتا رہتا ہوں اور اس کے لیے تڑپتا رہتا اب میرا یہ معمول بن گیا کہ میں اس کے گاؤں چلا جاتا اس کے گھر کے سامنے بیٹھا رہتا تھا ایک یا دو بار نظر آ جاتی مگر میری طرف نہ دیکھتی پھر میں نے طاہرہ کی بہت منتیں کیں کہ اس کو مناؤ۔

وہ شب برات کی رات تھی اور میں اس رات کی قسم کھائی کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں اس کو میری باتوں کا یقین ہونے لگا وہ بہت ہی پاگل سی لڑکی تھی پتا نے چلاتی بھولی بھولی باتیں کرتی مجھے اس کی باتوں پر بہت ہنسی آتی اس طرح ہمارا پیار پروان چڑھنے لگا میں سارا دن اس کے گیت گاتا رہتا تھا وہ بھی مجھ سے بات کرنے کے لیے تڑپتی رہتی اس طرح ہماری دو بار ملاقات بھی ہوئی مگر میرا پیار بالکل پاکیزہ تھا میرے ساتھ ٹھیکیدار بھی جاتا اور وہ طاہرہ کے ساتھ بیٹھا رہتا میں اس کے ساتھ بہت ہی پیار کی باتیں کرتا مگر وہ شرمائی رہتی اسی طرح ہی چھ ماہ گزر گئے اب ٹھیک سے کام بھی نہیں ہوتا تھا اور اب ٹھیکیدار بھی بدلا ہوا تھا مجھ سے بہت کام کرواتا تھا اور بڑی منتوں کے بعد میری بات امبر سے کرواتا تھا میں بہت پریشان تھا۔ پھر ایک دن میں نے اس سے بات کرتے ہوئے ملاقات کرنے کو کہا۔

اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

اس رات امبر نے بہت خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے اس کی رو رو کر منتیں کیں اور ٹھیکیدار کے بارے میں بتایا تو کہنے لگی۔

ٹھیکیدار بھی اب میری طرف بری نگاہ سے دیکھتا ہے۔

میں بہت پریشان ہوا تو اس نے مجھے دلاسہ دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اس نے مجھے بتایا کہ طاہرہ بھی میری بات نہیں کرواتی کہتی ہے وہ کہتا ہے میں نے اس سے بات نہیں کرنی تو میں تڑپتی ہوں میری جان مجھے چھوڑنا نہیں میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی۔

میں نے اسے دلاسہ دیا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

جب میں آنے لگا تو اس نے میرے ہاتھ سے پکڑ لیا اور رونے لگی کہنے لگی۔

مجھے چھوڑ نہ دینا۔ میں تو اس کام میں نہیں

پڑھا چاہتی تھی لیکن تم نے مجھے بہت تنگ کیا کہ میں نے کہا۔ مجھے یاد رکھنا۔

بولی۔کیا مانگتے ہو۔

میں نے کہا کہ اپنا دوپٹہ دے دو۔

اس نے اپنا دوپٹہ اتار کر دے دیا اس میں بہت پیاری خوشبو آ رہی تھی میں ہر وقت اس کا دوپٹہ اپنے گلے میں رکھتا اس کی یاد ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتی جب میں اس کے گاؤں جاتا تو دوپٹہ ساتھ ہی لے جاتا ہمارے پیار کو دو سال ہو گئے ایک دن ٹھیکیدار نے طاہرہ سے ملاقات کرنی تھی تو میں بھی ساتھ چلا گیا سوچا اپنی جان کو دیکھ لوں گا دیکھا تو پہرے پر میرے جان بھی وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اس نے مجھے سلام کیا تو میں بہت خوش ہوا رات کے تقریباً ایک بجے کا ٹائم تھا تو امبر بہت ڈری ہوئی تھی۔

اس نے مجھے کہا۔تم اندر طاہرہ کے پاس چلے جاؤ گھر والے جاگ گئے ہیں۔

میں طاہرہ اور ٹھیکیدار اندر تھے تو اندھیرا تھا امبر سارے حالات سے گھبرا کر ہمارے پاس اندر آ گئی اور ندیم ٹھیکیدار اور امبر دروازے کے پیچھے ہو گئے میں اور طاہرہ کھڑکی سے باہر کے حالات دیکھ رہے تھے بڑی مشکل سے ہم وہاں سے نکل کر آئے۔

صبح امبر نے بتایا۔رات کو ندیم نے میرا ہاتھ پکڑ کو چوما تھا اور میں کچھ نہ بول سکی تھی مجھے معاف کر دینا۔ مجھے بہت دکھ ہوا میں نے ندیم سے بات کی تو اس نے کہا۔ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا اور اس کو بھول جاؤ وہ بہت سے لڑکوں کے ساتھ ہے۔

مجھے بہت رونا آیا کہ ندیم کو بھی مار دوں میں اس کی باتوں کا کیسے یقین کر سکتا تھا طاہرہ بھی اب بدل گئی تھی جب ہماری آخری بات ہوئی تو امبر نے مجھے بتایا کہ طاہرہ کہہ رہی ہے۔

تم ندیم کے ساتھ ہو جاؤ اور میں شاہد کے ساتھ ہو جاتی ہوں۔ میں اب کیا کہہ سکتا تھا بس دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں گھر جاؤں اب رونے کے علاوہ کچھ نہیں تھا رونا میرا نصیب بن گیا تھا امبر رو رہی تھی کہہ رہی تھی۔

مجھے چھوڑنا نہیں پلیز ندیم بھی اب مجھ سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ہی مجھے کام پر رکھتا تھا اور اب میری امبر سے بات بھی نہ ہوتی تھی اس کا دوپٹہ دیکھ کر جیتا تھا اور بس اس کی یادیں میرے پاس تھیں اب ندیم طاہرہ سے ہر وقت لڑتا رہتا تھا کیونکہ طاہرہ اب ہمارے گاؤں کے کسی نہ کسی لڑکے کے ساتھ فون پر باتیں کرتی رہتی تھی او ران سے ملنے بھی جاتی تھی وہ لڑکے ندیم کو بتا دیتے تھے اب ندیم نے امبر کے گاؤں جانے والی سڑک پر پہرے لگا دیئے تاکہ اگر کوئی جائے تو مجھے پتہ چلے کیونکہ اب طاہرہ اس سے بات ہی نہیں کرتی تھی ندیم اسے بہت چیزیں خرید کر دیتا تھا اور ہر کسی سے ایسے ہی چیزیں لیتی تھی اب میں بس امبر کو یاد کرتا پتہ نہیں وہ مجھے یاد بھی کرتی ہے یا نہیں ندیم نے کئی بار طاہرہ کو منع کیا مگر وہ نہ رکی اس طرح طاہرہ ایک دن ہماری برادری کے ایک لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی اپنے دو بچوں میں سے ایک کو ساتھ لے گئی اور ایک کو چھوڑ گئی اس کا شوہر سیدھا سادا تھا اس کی ساتھ اس صدمے سے مر گئی تھی اسے اپنے سیدھے سادھے بیٹے کا گھر برباد ہونے کا بہت

وکھ تھا اور ایک بوتی کا بھی بہت دکھ ہوا اس کے گھر والوں نے ندیم کا نام کر دیا کہ اس نے طاہرہ کو بھگایا ہے جبکہ ان کو پتہ چلا کہ وہ کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی ہے تو انہوں نے ندیم سے معذرت کر لی اور ندیم کو کہا۔ اگر تم اس کو لے آتے ہو تو ہم اس کی شادی تم سے کر دیں گے۔
ندیم نے تلاش شروع کر دی مگر نا کام ہوا مجھے ندیم نے امبر کی قسم دی کہ ان کے گاؤں نہ جانا ان کے گھر کے حالات کافی خراب ہیں وہ ٹھیک کہہ رہا تھا ندیم ان کے گھر چلا جاتا تھا کیونکہ امبر کے گھر والے اس کے جانتے تھے اور میں اپنی جان کو دیکھنے کو تڑپ رہا تھا۔
آہستہ آہستہ طاہرہ والا معاملہ سب بھول گئے اور ندیم بھی اور لڑکی سے ہو گیا مگر میں اپنی امبر کو کیسے بھول سکتا تھا مجھے چھ ماہ بعد ان کے گاؤں جانا شروع کر دیا تو وہ کبھی نظر نہ آئی امبر نے میرا نام راجو رکھا تھا پورے گاؤں والے راجو کے نام سے پکارتے تھے کیونکہ میں ماننہیں کہتا تھا کہ راجو کہو اس کے گاؤں جانا میرا روزانہ کا کام تھا اس کا گھر دیکھ کر ہی سمجھتا تھا کہ اس کا دیدار ہو گا اسی طرح ہی گھر جانے کا فیصلہ کر لیا جب میں دیوار پھلانگ کر اندر گیا ساری لائٹیں بند تھیں ایک کمرے کی لائٹ جل رہی تھی جب میں نے اندر کمرے میں دیکھا تو میری جان کوئی کتاب پڑھ رہی تھی پہلے تو مجھے دیکھ کر بہت ڈری پھر بہت خوش ہوئی میں نے اس سے بہت باتیں کیں اور اسے کہا۔ میں نے کھانا دو دن سے نہیں کھایا تمہارے ہاتھ سے کھانا چاہتا ہوں۔
وہ کھانا لینے چلی گئی اس کے بال کھلے ہوئے تھے اس کے بال مجھے بہت پسند آئے وہ بہت لمبے اور خوبصورت بال تھے وہ بھاگ کر میرے لیے پانی لے کر آئی تو ساتھ والے کمرے میں اس کی امی سوئی ہوئی تھی اس نے آہٹ سنی تو کمرہ کھول کر باہر آ گئی امبر نے بھاگ کر اپنے کمرے کی لائٹ بند کر دی مجھے اس نے کہا۔
چار پائی کے نیچے ہو جاؤ۔ میں نے ایسا نہیں کیا اس کی امی نے مجھے دیکھ لیا اور سب کو جگا دیا امبر بہت رو رہی تھی میں نے اس کی امی کی بہت منتیں کیں مگر اس نے مجھے نہ جانے دیا انہوں نے مجھے بہت مارا اور گاؤں والوں کے حوالے کر دیا میرا جسم ٹھنڈا کر کے بہت مارا میں تڑپ رہا تھا مجھے بس فکر تھی کہ امبر کو کچھ نہ کہیں میں نے کچھ بھی نہیں مانا مگر ندیم میری ضمانت کروانے آیا تو گاؤں والوں کو امبر کے بارے میں بتا دیا گاؤں والوں نے مجھے چھوڑ دیا اور وہاں جانے سے روک دیا اور مجھے کچھ پتہ نہ تھا کہ امبر کے ساتھ کیا ہوا ہے اب میں بھی اس کو بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک سال اور گزر گیا اب میری شادی ہو رہی ہے اور امبر کے بارے میں سنا ہے کہ اس کو بہت لڑکے تنگ کرتے ہیں مگر وہ کسی کے ساتھ نہیں بولتی میں اس شادی سے خوش نہیں ہوں مگر ماں باپ نے بہت مجبور کیا ہے اب بھی امبر کو بہت یاد کرتا ہوں۔
قارئین کیسی لگی میری کہانی آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی اور آخر میں سچا پیار کرنے والوں کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام پیش کرتی ہوں۔

میری ادھوری محبت

تحریر۔۔پرنس تابش۔۔چشتیاں۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین جو نام اور عزت مجھے جواب عرض نے دی ہے اور میں اس کا بے حد مشکور ہوں مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے جب ایک بار پھر میں اپنی دوسری کہانی جس کا نام میں نے ۔میری ادھوری محبت ۔رکھا ہے امید ہے کہ آپ جناب اسے جواب عرض میں شائع کر کے مجھے شکریہ کا ایک بار پھر موقع دیں گے۔جو دوست میری کہانی کو پسند کرتے ہیں ان کا مشکور ہوں اور جو دوست مجھے اپنے دلوں میں یاد رکھتے ہیں ان کو میرا پیار بھرا سلام اور محبتیں جا پہنچیں اور دل کی گہرائیوں سے ہزاروں دعاؤں کے ساتھ سلام قبول ہو میں ادارہ جواب عرض کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ستارا دیکھ کر ٹوٹا اسے ہم یاد آئیں گے
کسی سے ساتھ جب چھوٹا اسے ہم یاد آئیں گے
ابھی تو اڑ رہا ہے وہ نئی چاہت کے پر لے کر
اس کا پر بھی ٹوٹا اسے ہم یاد آئیں گے
اسے جس پر یقین ہے آج ایمان کی حد تک
وہی نکلا جو کل جھوٹا اسے ہم یاد آئیں گے
اس کے اشک پلکوں سے چنے گا کون جانے
کسی سے بھی وہ روٹھا اسے ہم یاد آئیں گے
محبت کے سفر میں ہر کوئی مخلص نہیں ملتا
کسی راہ زن نے جب لوٹا اسے ہم یاد آئیں گے

ان دنوں کی بات ہے جب میں طالب علم تھا وقت گزرتا گیا اور میں جوانی کی دہلیز پر قدم بڑھاتا گیا عقل وشعور کی منازل طے کرتا گیا میں اپنی زندگی بڑے آرام اور مزے سے گزر رہا تھا اور اپنی تعلیم میں ہر طرح سے محو تھا ہنسی مذاق دوستوں کے ساتھ کھیلتا یہاں تک کہ زندگی بہت خوشگوار تھی میں اپنے گھر میں اکلوتا تھا اسی لیے سب رشتہ دار اور والدین مجھ سے بے حد پیار کرتے تھے اور ہر طرح سے وہ مجھے خوش رکھتے تھے اور سب میری ہر طرح کی بات مانتے تھے اور ہر طرح کی خواہش اور فرمائش پوری کرتے تھے۔اچانک میری زندگی ایک ایسے موڑ پر آ کھڑی ہوئی کہ جہاں سے آگے دشواریاں ہی دشواریاں تھیں دراصل میں اک ایسی دلدل میں پھنس چکا تھا کہ جہاں سے آج تک کم ہی خوش نصیب نکل سکے ہیں لیکن شاید میری قسمت اتنی اچھی نہ تھی اصل میں مجھے ایک لڑکی سے پیار ہو گیا تھا اور یہ دلدل عشق و محبت کی گہری دلدل تھی جہاں سے باہر تو کیا نکلتا اور زیادہ پھنستا جا رہا تھا پیار ایک ایسی چیز ہے جو ایسے ہی ایک ہی لمحے میں ہو جاتا ہے۔

دن گزرتے رہے اور میں اس کی محبت میں حد سے زیادہ گرفتار ہوتا گیا نہ جانے اس میں ایسی کی کشش تھی جو مجھے اس کی طرف کھینچی چلی گئی میں پوری طرح سے اس کا ہو چکا تھا وہ معصوم سا چہرہ گھنی بکھری زلفیں اور ان میں چھپا وہ چاند سا چہرہ کیا وہ دلکش منظر تھے واہ بھئی واہ میں آج بھی وہ منظر یاد کرتا ہوں تو دل تڑپ جاتا ہے بے بسی اتنا ستانے لگی ہے کہ رونا آ جاتا ہے میں مکمل طور پر اس کا دیوانہ ہو چکا تھا ہر وقت اس کی باتیں اس کی یادیں ہر وقت ہر چیز میں بس اسی کا عکس نظر آتا تھا شاید یہی پیار ہے اس کو ہی محبت کہتے ہیں۔

مجھے گنگنانے کی عادت پڑ گئی تھی اچانک یونہی بیٹھے بیٹھے مسکرانا اور پھر کہیں کسی سوچ میں کھو جانا کچھ ایسی بے شمار تبدیلیاں مجھ میں آنے لگیں تھی ہماری پہلی ملاقات ایک پارک میں ہوئی تھی درحقیقت تھی تو وہ میری کزن لیکن جب مجھے اس سے پیار ہوا تب وہ پارک میں اپنی دوسری سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی میں آج تک ان دلکش نظروں کو بھلا نہیں پایا گلابی فراک میں چھپی وہ نرم و نازک سی پری معصوم چہرہ لٹا ہیں لہرا رہی تھی زلفیں اور چہرے پر ہلکی سی مسکان جو کہ ہر وقت اس کے چہرے پر رہتی تھی واہ کیا بات ہے اس پروردگار نے اسے جیسے کہیں فرصت میں بیٹھ کر بنایا ہو اس کی تعریف میں اک غزل لکھنا چاہوں گا۔

وہ لڑکی پھولوں جیسی ہے
وہ بالکل حوروں جیسی ہے
ہے چاند نگر کی رانی وہ
ہے جیسے رت مستانی وہ
ہے میری پریم کہانی وہ
روشن وہ اجالوں جیسی ہے
وہ میرے سوالوں جیسی ہے
وہ شعلہ بھی وہ شبنم بھی
وہ زلف گھٹا سی رکھتی ہے
وہ آنکھ دعا سی رکھتی ہے
وہ دھوپ میں چھاؤں جیسی ہے
ساون میں گھٹاؤں جیسی ہے
تتلی کی اداؤں جیسی ہے
وہ رانی چاند ستاروں کی
وہ خوشبو باغ بہاروں کی
وہ زلف گھٹا سی رکھتی ہے
وہ لڑکی پھولوں جیسی ہے
وہ بالکل حوروں جیسی ہے

بس کچھ ایسی ہی تھی میرے دل کی رانی جو آج مجھے تنہا چھوڑ گئی تھی کہاں گئے وہ وعدے وہ قسمیں جو وہ کیا کرتی تھی لہجے میں نرمی دھیمی سی آواز نرم و نازک ریشم سا جسم لمبے گھنے بال ہر وقت چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ رہتی تھی چہرے کھلتے گلاب کی طرح تر و تازہ بس اور کیا کیا کہوں اس کی تعریف کرنے کے لیے تو میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں اتنی خوبصورت تھی وہ ہمارا بچپن تقریباً ساتھ ہی گزرا تھا مگر اس وقت یہ خیالات یہ پیار و محبت ان سب کا وجود نہ تھا اب وہ بھی جوان ہو چکی تھی اور میں بھی ہمارا گھر ایک دوسرے کے گھر میں آنا جانا لگا رہتا تھا وہ بہت حساس طبیعت تھی چھوٹی چھوٹی بات پر ناراض ہو جاتا اور پھر خود ہی منانے آ جاتا کہتا چلو اب مان بھی جاؤ جان جی میں نے مسکرا کر جواب دیتا کہ پگلی میں تم سے ناراض ہی کب ہوا تھا تم تو خود ہی ناراض ہو جاتی ہو اور خود ہی منانے آ جاتی ہو تم بھولی ہو تم میں نے اس کی محبت کا میں اس کی

تعریف کے کئی الفاظ کہہ جاتا مسکرا کر کہتی۔
جانو تم اتنا پیار کرتے ہو مجھ سے
میں نے کہا کوئی شک ہے کیا اور اس نے یہ کہہ کر بھاگ جاتا چل جھوٹے۔
بس اس میں یہی تو ادا مجھے بے حد پسند تھی وہ دوسروں سے بہت الگ تھی میں نے اس کے ساتھ جتنا بھی وقت گزارا ہے میں نے کبھی بھی اس کو غصہ میں ہوتے نہیں دیکھا وہ بہت نرم مزاج تھی وہ جب بولتی تھی تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس کے لبوں سے گلاب کی پتیاں اپنی مہک بکھیر رہی ہیں ہماری فیملی میں اس کی خوش اخلاقی کی سب تعریفیں کرتے تھے اور ہر کوئی اسے اچھے لفظوں سے یاد کرتا تھا۔
دن گزرتے گئے اور یوں پیار کا سلسلہ بھی بڑھتا گیا اب تو وہ بھی مجھے اتنی ہی شدت سے چاہنے لگی تھی کہ جتنا میں اسے دل و جان سے چاہتا تھا وہ اکثر مجھے اپنے گھر بلا لیتی تھی اور کئی کئی روز واپس نہیں آنے دیتی تھی وہ حسین راتیں مجھے آج بھی یاد ہیں جب ہم چھت پر بیٹھتے چاند کو دیکھتے اور اس سے کئی باتیں کیا کرتے تھے وہ بڑی تو ہو گئی تھی مگر اس میں ابھی بھی کئی عادتیں بچوں سی تھیں وہ کئی بار ستاروں کو گنتی اور تھک آ کر مجھے کہتی سن کر مسکراتا اور کہتا۔
پگلی ستارے بھی کبھی گنے جاتے ہیں یہ تو بے شمار ہوتے ہیں کئی بار وہ میرے سر کو اپنی گود میں رکھ لیتی اور بالوں میں اپنے نرم نازک ہاتھوں کی حسین انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرتی مجھے تو اس کی آغوش میں نیند آ جاتی تھی اور جب میں صبح اٹھتا تھا اور پوچھتا۔
یہ تمہاری آنکھیں کیوں لال ہیں۔
اس نے مسکرا کر کہتا جان جی آپ میری آغوش میں سو گئے تھے اور میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ کی نیند میں کوئی خلل آئے۔
میں نے کہا پگلی تم میرے لیے ساری رات جاگتی رہی۔
وہ مسکرا کر کہتی یہ تو نیند تھی آپ کے لیے تو یہ جان بھی حاضر ہے
میں پوچھتا۔ اچھا جی اتنا پیار کب سے آنے لگا ہے مجھ پر کہنے لگی۔
جب سے تم میری زندگی میں آئے ہو تب سے ہی میں تمہاری دیوانی ہو گئی ہوں۔
ہمارے دن رات سب بہت ہی خوشگوار گزر رہے تھے گرمیوں میں میں اس کے گھر اور اس نے مجھے ساری چھٹیاں وہاں پر ہی گزارنے پر مجبور کر دیا کہنے لگی۔
اگر تم چلے جاؤ گے تو میں مر جاؤں گی۔
میں نے فوراً اس کے حسین نازک سے لبوں پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا ایسی باتیں نہیں کرتے میری تو دعا ہے کہ باری تعالیٰ میری عمر بھی تمہیں ہی لگائے اس نے مسکرا کر کہا۔
چل جھوٹے اب تم ساری چھٹیاں ہی میرے ساتھ گزارو گے واہ کیا مزہ آئے گا۔
وہ آج بہت خوش تھی ان کے گھر کے ساتھ ہی ایک باغ تھا ہم ہر روز باغ میں جاتے اور تازہ ہوا درختوں کی گھنی چھاؤں اور سرسبز و شاداب کھیتوں میں ہی دن گزر جاتا تھا ہم ایک دوسرے کا ہوم ورک بھی کیا کرتے وہ بھی میری طرح گھر میں سب سے چھوٹی تھی اور ویسے بھی دوران تعلیم بھی اسی وجہ سے گھر والے اس سے کوئی کام نہیں کرواتے تھے میرا تو اب دل وہاں پوری طرح

لگ چکا تھا اور واپس گھر لوٹنا تو بہت ہی دشوار لگ رہا تھا میں اس کی چاہت میں اتنا دیوانہ ہو چکا تھا کہ مجھے اس اس کے سوا کوئی بھی کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا ہر طرف بس وہی وہ تھی۔

تو ہی تو جنت میری
تو ہی میرا سکون ہے
تو ہی آنکھوں کی ٹھنڈک
تو ہی دل کی ہے دستک
اور کچھ بھی نا جانوں
میں تو بس اتنا ہی جانوں
تجھ میں رب دکھتا ہے یارا میں کیا کروں

دن گزرتے گئے اور میرے گھر واپس آنے کا ٹائم قریب آتا گیا آخری رات جو میری اس کے گھر میں تھی اس رات میں اور وہ اس کے سب گھر والے ہم سب ایک پارک میں گئے وہاں خوب مستی کی لیکن اس کا چہرہ جو کہ ہمیشہ کھلتے گلاب کی طرح رہتا تھا آج مرجھایا ہوا تھا اور اصل وہ یہی چاہتی تھی کہ میں گھر واپس نہ جاؤں وہ مجھ سے کہتی تھی کہ کاش آپ ہم کبھی بھی اک پل کے لیے بھی جدا نہ ہوں اور اسی طرح اکٹھے ہی رہیں سب نے بہت انجوائے کیا مگر وہ اداس سی ایک طرف بیٹھی تھی جب میری نظریں اس پر پڑی تو میں بھی اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

کیا ہوا میرے گلاب کو آج اتنا مرجھایا ہوا کیوں ہے وہ کہیں گہرے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی اور اس کی جھیل سی گہری آنکھوں سے اشک بہہ رہے تھے میں یہ برداشت نہ کر سکا اس کے آنسو صاف کرنے لگا اور پوچھا۔ میری جان کیا ہوا اتنا کیوں رو رہی ہو اس نے کچھ نہیں کہا اور میرے گلے لگ کر رونا شروع کر دیا مجھ سے اس کا رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا میں نے پھر سے پوچھا کہ یار بتاؤ بھی کیا ہوا ہے مرجھائی سی دھیمی آواز کپکپاتی ہوئی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی وہ کہہ رہی تھی۔

تم کل چلے جاؤ گے۔
میں نے کہا ہاں۔
وہ یہ سن کر اور زیادہ رونے لگی اور پھر سے میرے گلے سے لپٹ گئی۔
مت جاؤ میں نہیں رہ پاؤں گی تمہارے بنا
اور وہ یہ کہہ کر پھر سے رونے لگی۔

میں نے کہا یار بس کرو اتنا مت رو اگر انکل یا آنٹی نے دیکھ لیا تو وہ پوچھیں گے کہ کیا بات ہے تو کیا جواب دو گی میں نے اسے کافی سمجھایا خیر وہ شاید میرا دل رکھنے کے لیے مان گئی تھی پھر جب ہم سب گھر واپس آئے تو وہ کسی کو بغیر بتائے کچھ کھائے چھت پر چلی گئی پارک میں اس نے کچھ نہیں کھایا تھا اور وہاں چاند کو دیکھ کر رونے لگی میں نے اس کو پورے گھر میں ڈھونڈا تھا مگر وہ کہیں نظر نہیں آئی اور میں چھت پر گیا وہ اپنے بالوں کو گلے لگا کر زارو قطار رو رہی تھی اور چاند سے کہہ رہی تھی کہ پلیز میرے تابی کو روک لو کتنی معصوم اور بھولی تھی وہ میرے دل کی رانی میں وہاں سیڑھیوں پر ہی رک گیا اور اس کی باتیں سننے لگا وہ بار بار چاند سے کہہ رہی تھی پلیز میرے تابی کو روک لو میں اس کے بنا اک پل بھی نہیں رہ سکتی وہ میری اب تو عادت بن چکا ہے میں اس سے بے حد پیار کرتی ہوں اور بالوں کو گلے لگا کر پھر سے رونا شروع کر دیا مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوا اور میں اس کی طرف لپکا اور جلدی سے اس کے آنسو صاف کیے اور کہا۔

پلیز روحت میں آ گیا ہوں
وہ کچھ سنبھل سی گئی اور کہنے لگی پلیز مت جاؤ
میں نے کہا ابھی تو پارک میں مان گئی تھی اور
اب پھر تم۔
کہنے لگی اب میرے بس میں نہیں ہے تابی
اب میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔
میں نے اسے سمجھایا تم اپنی پڑھائی پر توجہ دو
امتحان قریب ہیں اور تمہارا اسکول بھی سٹارٹ
ہونے والا ہے جب تم پڑھائی میں مصروف ہو گی
تو میری یاد سے تمہاری توجہ کم ہو جائے گی یار تم
میری مجبوری کو بھی سمجھو میرا تو سکول لگ چکا ہے
لیکن تمہاری خاطر ابھی بھی رکا ہوا ہوں ابو کی روز
کال آتی ہے سب دوست کالز کرتے ہیں تین دن
کی غیر حاضری بھی ہو گئی ہے پلیز اب تو مان جاؤ
اور سچے دل سے مجھے جانے کی اجازت دے دو
اور ہاں پکا وعدہ کرو کہ اب تم روؤ گی نہیں مجھ سے
تمہارے آنسو دیکھے نہیں جاتے وہ یہ سب باتیں
پلکیں جھکا کر سنتی رہی اور دیر تک خاموش رہی کچھ
دیر بعد بولی۔
ٹھیک ہے مگر تم بھی ایک وعدہ کرو مجھ سے کہ
واپس آؤ گے جلد لوٹ کر اور جتنا جلدی ہو سکے
مجھے اپنا بنا لو گے میں تمہارے بغیر ایک پل بھی
نہیں رہ سکتی۔
میں نے کہا ٹھیک ہے وعدہ کرتا ہوں۔
اس نے وعدہ کیا کہ کبھی بھی نہیں روؤں گی
میں نے کہا یار تم پریشان کیوں ہو جاتی ہوں
دونوں کے پاس موبائل ہیں اور پھر کی پیڈ بھی ہیں
تو وڈیو کال کرنے کے لیے تو پھر کیسی دوری وہ
چونک کر کہنے لگی۔
ہاں تابی یہ تو میرے ذہن میں ہی نہیں تھا
پھر میں نے اسے سکیپ کی آئی پیڈ بنا کر دی اور کہا
یہ لو جب دل کرے مجھے دیکھ لیا کرنا میں کیا کر رہا
ہوں وہ بہت خوش ہوئی کہنے لگی۔
اب تو مسئلہ ہی حل ہو گیا بات بھی ہو جایا
کرے گی اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی لیا کریں
گے اب تم جا سکتے ہو۔
میں نے کہا چلو اب اپنے آنسو صاف کرو
اور اس بھالو بے چارے کا کیا قصور ہے چلو اب
اس کو بھی ڈرائی کرو بے چارے تو تمہارے
آنسوؤں سے نہا ہی لیا ہے وہ یہ سن کو مسکرائی اور
نیچے چلی گئی۔
رات کافی ہو چکی تھی میں بھی سونے کی غرض
سے نیچے آ گیا وہ گیسٹ روم میں بیٹھی اپنے بال بنا
رہی تھی میں نے پوچھا۔
ابھی تک سوئی نہیں ہو
مسکرا کر کہنے لگی نیند تو میری تم چرا لی ہے تابی
جی میں ہنس پڑا اور کہا۔
بہت ہی پاگل ہو۔
کہنے لگی ہاں تمہارے پیار۔
میں ہنس پڑا اور اپنے کمرے کی طرف
جانے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور روک کر
کہنے لگی۔
تابی جی کیا آج چھت پر سونے کا ارادہ نہیں
ہے چاند ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔
میں نے جواب دیا۔ اگر میری جان کی بھی
مرضی ہے تو ٹھیک ہے چلتی۔
اچھا صرف دو منٹ یہاں پر بیٹھو میں بال بنا
لوں پھر چلتے ہیں میں وہاں بیٹھ گیا اور ان دلکش
منظر کو دیکھنے لگا اس کی گھنی لمبی زلفیں تھی چمکدار ایسا
لگتا تھا کہ ایک گھنا جنگل ہو اور جو اس میں چلا

جائے وہ واپس نہ آسکے گا وہ گنگناتی ہوئی اپنے بال بنا رہی تھی جب وہ فارغ ہوئی تو اس نے مجھے آواز دی اور کہا۔

تابی جی آؤ چلیں۔

میں کہیں کھویا ہوا تھا اس نے ایک بار پھر آواز دی میں چونک گیا اور پوچھا۔

ہاں کیا بات ہے

کہنے لگی کہاں گم ہو تابی جی کیا سوچ رہے ہو

میں نے کہا تم اور کچھ سوچنے کے لیے چھوڑا ہی کب ہے میں تو ہر وقت بس تمہیں ہی سوچتا رہتا ہوں وہ ہنسنے لگی اور اتنا ہنسی کہ اس کی پلکیں بھیگ گئیں میں یہ میرا عکس مجھے بھیگی ہوئی پلکوں میں صاف دیکھائی دے رہا تھا اور اس کی جھیل سی آنکھوں میں ایسا لگ رہا تھا کہ میرا عکس ڈوب رہا ہے اور اس کی جھیل سی گہری حسین آنکھوں میں غوطے میں کھا رہا تھا۔

میں نے پوچھا کیا ہوا اتنا کیوں ہنس رہی ہو کوئی جاگ جائے گا اور ہم دونوں کی شامت آجائے گی۔

کہنے لگی تم بھی تو پاگل ہو اور مجھے بھی پاگل کہتے ہو اب چلو رات بہت ہو گئی ہے چاند بے چارا ہمارا انتظار کر رہا ہو گا اور اس نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا اور کہا کہ چلو بھی یار میں چل دیا ہم چھت پر چلے گئے۔

آج چاند کی بارہ تاریخ تھی اور کافی بڑا چاند تھا وہ چاند کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی یہ چاند بھی کتنا وفادار ہے ہر رات ہمارے ساتھ رہتا ہے ہم جہاں جاتے ہیں ہمارے ساتھ ساتھ جاتا ہے ہم اس سے ڈھیروں باتیں کرتے تھے اپنے دکھ سکھ سناتے ہیں اس کو مگر یہ کچھ نہیں بولتا

چپ چاپ ہماری باتیں سنتا رہتا ہے مگر اس کا دکھ سکھ کون سنتا ہو یہ سن کر میں ہنس پڑا اور کہا۔

ارے پگلی اتنا مت سوچا کرو وہ چاند ہے وہ ہم سب کی باتیں سنتا ہے اور ہمیں دیکھتا ہے ہمیں اندھیرے میں راہ دکھاتا ہے اس کو بھلا کیا دکھ ہو گا اور ہاں یہ سب ستارے یہ سیارے یہ سب اس کے دوست ہیں جو اس کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔

میں نے کہا چلو اب چھوڑو یہ سب آؤ بیٹھ جاؤ اس کو اپنے بھالو سے بہت پیار تھا وہ بچپن سے ہی بھالو اور گڑیا وغیرہ سے کھیلتی تھی اور آج بھی اس کے پاس بہت سے بھالو ہیں رات کافی ہو چکی تھی۔

میں نے کہا جان جی اگر اجازت ہو تو میں سو جاؤں کہنے لگی۔

نہیں کل تم نے چلے جانا ہے آج کر لو جتنی باتیں کرنی ہیں۔

میں نے کہا اچھا جی تو پھر کرو باتیں کہتی تم ہی کچھ بات سناؤ بس وہ حسین رات بھی گزر گئی اور صبح ہو تو میں اٹھا اور سورج کی کرنیں میرے چہرے پر پڑ رہی تھیں میں نے اٹھ کر دیکھا وہ اپنے بستر پر نہیں تھی میں نے ادھر ادھر دیکھا وہ نہ ملی تو اسے آواز دی کچھ دور سے آواز آئی کہ آتی ہوں بس یہ سب کر مجھے کچھ تسلی ہوئی میں شاور لیا اور فریش ہو گیا جب میں جب میں آیا تو دیکھا کہ وہ ناشتے کا ٹیبل سجائے ہوئے تھی اس نے میرے لیے ناشتے میں بریانی بنائی تھی دراصل مجھ کو اور اسے بھی بریانی بہت پسند تھی۔

میں نے کہا واہ جی واہ آج تو بہت اچھی خوشبو آرہی ہے میں نے پوچھا کہ کیا بنا ہے آج ناشتے میں کہنے لگی۔

بریانی بنائی ہے تابی جی آپ کے لیے۔

میں نے کہا صبح صبح بریانی۔
کہنے لگی ہاں آج تو آپ چلے جاؤ گے اس لیے بنائی ہے۔
میں نے کہا اچھا جی تم نے بنائی ہے
کہتی جی ہاں اب کھا کر بتاؤ کیسی بنی ہے
میں نے چیک کی اور قسم سے اس کے ہاتھ میں اتنا ذائقہ تھا کہ میں رہ نہ سکا اور کہہ ڈالا کہ اتنی مزیدار بنی ہے کہ دل کرتا ہے ساری کی ساری کھا جاؤں مسکرا کر بولی۔
جی ہاں کھا جاؤ پھر بنائی ہی آپ کے لیے ہے وہ بھی میرے پاس بیٹھ گئی اور کھانے لگی ہم نے ناشتہ اکھٹے کیا اور میں واپس آنے کی تیاری کرنے لگا جیسے جیسے میرے واپس آنے کا ٹائم قریب آتا جا رہا تھا وہ اتنا اداس ہو رہی تھی کہ میں نے اپنا بیگ لیا اور انکل جی کے ساتھ بس سٹاپ پر آ گیا۔ میں وہ منظر آج تک نہیں بھولا جب میں ان کے گھر سے نکل رہا تھا اور وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے مجھے الوداع کر رہی تھی۔
میں تو اس بے رحم زمانے کی خاطر مجبور تھا ورنہ دل تو میرا ابھی نہیں کر رہا تھا لوٹنے کے لیے
خیر میں واپس گھر آ گیا اور کچھ دن بعد میرا اتنا برا حال ہو کہ مجھ سے اب جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی اور مجھے شدید بخار ہو گیا تھا کچھ دن تو بے چینی سے گزرے مگر میں پھر سنبھل گیا دل کو یہ سمجھا لیا کہ اس سے بات کر لیتا ہوں اور اسے دیکھ بھی لوں گا اس غرض سے میں نے اس کو کال کی سکیپ آن کیا بات کرنی ہے تو اس کی امی نے فون اوکے کیا بات چیت ہوئی حال احوال ہوا پوچھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی طبیعت خراب ہے یہ سن کر تو میرے حواس ہی اڑ گئے تھے میں مجبور تھا جا بھی نہیں سکتا تھا اور پھر فون پر ہی حال پوچھا کہنے لگی۔
بس تایا کچھ نہیں ہوا میں ٹھیک ہوں تم چلے گئے اس لیے یہ حالت ہو گئی ہے مگر میں اپنے آپ کو سنبھال لوں گی تم وعدہ کر لیا کہ اب تو رو بھی نہیں سکتی۔
میں نے کہا ہاں بس رونا نہیں تم نے اب میں تمہیں کال کر لیا کروں گا اور رات کو سکیپ پر ویڈیو کال بھی کیا کریں گے اور میں نے کہا کہ ہاں اب بس جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور کال کاٹ دی۔
درحقیقت یاد تو مجھے اس کی بہت آتی تھی پر موبائل اور سکیپ اچھا ذریعہ تھے ایک دوسرے سے بات کرنے کا روز بات بھی کر لیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی لیا کرتے تھے دن گزرتے گئے اور ہم اسی طرح اپنا دل بہلاتے رہے میرے امتحان قریب تھے میں اس وقت میٹرک کا سٹوڈنٹ تھا اور وہ اس وقت 9th میں پڑھتی تھی عمر میں وہ مجھ سے ایک سال بڑی تھی۔
ایک دن میں نے اسے کہا جان اب پیپر قریب ہیں اور میرا خیال ہے کہ اب ہم اپنی پڑھائی پر توجہ دیں اور پیپر کی تیاری شروع کریں اور ہاں یہ پیار محبت تو چلتا ہی رہے گا مگر اپنا مستقبل بنانے کے لیے پڑھائی بھی تو بہت ضروری ہے وہ کہنے لگی ٹھیک ہے اور ہم اپنے اپنے پیپر کی تیاری میں مصروف ہو گئے ویسے تو رات کو کال کرتے تھے مگر پہلے سے بہت کم کیونکہ پڑھائی سے اسے بھی بہت لگاؤ تھا اور مجھے بھی اسی لیے ہم دونوں نے خوب تیاری کی اور محنت کرکے پیپر دیئے جس دن اس کا آخری پیپر وہ بہت خوش تھی اور مجھے کال کر

کے کہا
جانِ من آج میرا آخری پیپر ہے بہت اچھا ہوا ہے اور باقی سب بھی بہت ہی اچھے ہوئے ہیں تم بتاؤ کیسے ہوئے پیپر
میں نے کہا انشاء اللہ بہت اچھے ہوئے ہیں بس تم دعا کرنا تم بھی
کہنے لگی تابی جی تم تو میری سانسوں میں بسے ہو ہر وقت تمہارے لیے دعا کرتی رہتی ہوں
خیر وہ دن بھی گزر گئے اور حسین سی یادیں میری یادوں کا حصہ بن گئیں رمضان المبارک کا مہینہ آچکا تھا دو عشرے گزر چکے تھے ایک دن افطاری کے بعد میرے انکل یعنی اس کے ابو کی کال آگئی حال احوال پوچھا کہنے لگے۔
بیٹا ہمارے پاس آجاؤ اور عید بھی ہمارے ہی ساتھ کرو گے میں یہ سن کر حیران ہوا کہ اور خوش بھی ہوا تھا میں نے انکل سے کہا۔
انکل جی میں تو راضی ہوں آپ ایک مرتبہ میرے ابو سے بات کرلیں۔
کہنے لگے ٹھیک ہے رات کو ابو کے نمبر پر انکل کی کال آئی اور انہوں نے ان سے کہا کہ آپ نے اور آپ کے گھر والوں یعنی میرے ابو اور میں اور میری امی بہن نے میرے گھر میں عید کرنی ہے ابو نے کہا میں تو معذرت کرتا ہوں کیونکہ کام بہت ہے مصروفیات کی وجہ سے شاید نا ممکن نہ ملے ہاں تابی کو اجازت ہے وہ جانا چاہے تو جا سکتا ہے
انکل کہنے لگے ٹھیک ہے آپ اس کو بھیج دیں مگر آپ عید سے ایک دن پہلے ضرور آجانا اتنی سی تو درخواست قبول کرلیں پلیز
میرے ابو مسکرائے اور کہنے لگے ٹھیک ہے بھائی جان ہم باقی سب عید سے پہلے آجائیں گے تابی کو آج رات ہی آپ کے پاس روانہ کردیتا ہوں یہ کہہ کر ابو نے فون بند کردیا میں یہ سب سن رہا تھا اور ابو میرے کمرے میں آئے کہنے لگے
بیٹا تمہارے انکل نے ہمیں بلایا ہے چاہتے ہیں کہ تم وہاں پر عید کرو اور ہم سب بھی تم جاؤ ہم سب عید سے ایک دن پہلے آجائیں گے۔
میں نے کہا ٹھیک ہے اور میں جانے کی تیاری کرنے لگا ابو میرے لیے ٹکٹ بک کروانے چلے گئے میں یہ خوش خبری اسے سنانے ہی والا تھا کہ اس کی کال آگئی آج وہ بہت خوش تھی میں نے پوچھا۔
کیا بات ہے جناب آج میرا گلاب بہت خوش ہے۔
کہنے لگی اب تم نہ لگاتا بند کرو میں اس لیے خوش ہوں کیونکہ میں نے اپنے ابو کی ساری باتیں سن لی تھی وہ چاہتے ہیں کہ آپ سب ہمارے ساتھ عید کرو۔
میں نے کہا بڑی تیز ہو تم یہ تو سب میں نے بھی تمہیں بتانا تھا اور تم نے مجھے ہی لاجواب کردیا میں تو دس دن پہلے ہی چلا گیا تھا باقی گھر والے عید سے دو دن پہلے آئے تھے میں آج بہت خوش تھا پھر اس کی کال آئی اور کچھ اس نے کہا میں یہاں شعری انداز میں بیان کرتا ہوں۔

چاند رات کو کہنا اس کا مجھ کو فون پر
تیرے نام کی مہندی لگائی ہے اس عید پر
لکھوں گی تیرا نام اپنی ہتھیلی پر
لیکن اک بات کی شکایت ہے مجھ کو
آجاؤ کہ اب تنہا عید گزاری نہیں جاتی
روز تیری راہ تکتی ہوں تنہا چھت پر
ہنس کر کہتا میں اس کو

کرتا ہوں وعدہ کہ ضرور آؤں گا اس عید پہ

یہ سنتے ہی اس کا خوشی سے کھل اٹھنا

اور کہنا تابی مرتی ہے میں تیری اسی ادا پہ

میں اب ان کے گھر کے لیے روانہ ہو چکا رات کی ٹکٹ نہ ملنے کی وجہ سے دن کا سفر کرنا پڑا سفر کافی لمبا تھا اس لیے میں نے روزہ نہیں رکھا تھا اور گرمی بھی بہت شدت سے تھی سات گھنٹے کے سفر کے بعد میں ان کے گھر پہنچ گیا وہ تو آج بہت خوش تھی راستے میں اس نے بے شمار کال کر کے پوچھا کہ اب کہاں ہو اب کہاں ہو۔

میں سب سے ملا اور بیٹھ گیا ایک کزن نے یعنی اس کی بہن نے پوچھا کہ تابی بھائی اگر روزہ نہیں ہے تو پانی پلاؤں۔

میں نے کہاں ہاں نہیں ہے روزہ پانی پلا دو

پانی پینے کے بعد آنٹی نے مجھے کہا۔

بیٹا تم اتنے لمبے سفر سے آئے ہو کچھ دیر آرام کر لو تھکان کافی ہو گئی ہو گی میں تقریباً دن کے چار بجے پہنچا تھا اس وقت وہ ٹیوشن گئی ہوئی تھی میں نے اس کی کزن سے پوچھا۔

کب آئے گی۔

کہنے لگی افطاری سے پہلے آ جائے گی تم آرام کر لو میں بھی کافی تھکا ہوا تھا اس لیے لیٹتے ہی نیند آ گئی اور میں گہری نیند سو گیا تھا افطاری کا ٹائم قریب تھا اور میری جان بھی گھر واپس آ چکی تھی اس نے آ کر مجھے جگایا اور کہا۔

جناب جی کہاں گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو

میں اچانک سے اٹھا اور اسے دیکھنے لگا وہ مسکرائی اور کہنے لگی۔ شکر ہے خدا کا کہ تم آ گئے اور میرا انتظار ختم ہوا۔

میں نے کہا جی ہاں۔ میں آ گیا ہوں۔

کہنے لگی چلو اب فریش ہو جاؤ افطاری کے لیے سب تیار تھے۔ میں فریش ہوا اور ہم دستر خوان پر چلے گئے سب میرا انتظار کر رہے تھے اس نے میرے لیے اسپیشل بریانی بنائی ہوئی تھی سب نے اکٹھے مل کر افطاری کی اور میں اور میرے کزن نے اس کے بھائی نے ہم سب نماز مغرب کے لیے چلے گئے جب واپس آئے تو اس نے گرما گرم بریانی مجھے پیش کی اس کے بھائیوں نے اور میں نے مل کر بریانی کھائی وہ بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گئی اور ایک کزن بھی آ گئی سب نے مل کر بریانی کھائی قسم سے اس کے ہاتھ کا ذائقہ بہت تھا اور بریانی کی تو کیا ہی بات ہے واہ جی واہ نماز عشاء کا وقت ہو چکا تھا میں اور میرے سب کزن ہم مسجد کے لیے روانہ ہو گئے رات کو جب واپس آئے تو سب اکٹھے بیٹھے اور باتوں میں مصروف تھے ہم اب بھی آ کر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے آنٹی انکل مجھ سے سفر کے بارے میں پوچھنے لگے اور کافی ساری باتیں ہوئیں میں نے آنٹی سے پوچھا کہ محبوب کہاں ہے آنٹی نے بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں ٹی وی دیکھ رہی ہے میں اس کے کمرے میں گیا اور اچانک سے اسے ڈرایا اور وہ ایک دم سہم گئی اور کہنے لگی۔

تابی جاؤ میں نہیں بولتی تم سے۔

میں نے معصوم سا چہرا بنا کر پوچھا کیوں نہیں بولتی کہنے لگی۔

بس نہیں بولتی۔

میں نے کہا اچھا تو میں جا رہا ہوں اپنے گھر

اس نے جلدی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا

اچھا یار سوری مگر واپس مت جاؤ

میں ہنس پڑا اور پوچھا بس اتنی دیر ہی مجھ

سے ناراض رہ سکتی ہو۔
کہنے لگی ہاں۔
ہم اکھٹے بیٹھ کر ٹی وی دیکھنے لگے رات کے ساڑھے گیارہ ہو چکے تھے اور مجھے کافی نیند آرہی تھی میں نے کہا۔
جان اب مجھے جانے دو نیند بہت آرہی ہے اور پھر صبح سحری کے لیے بھی اٹھنا ہے۔
کہنے لگی ٹھیک ہے مگر تم یہاں پر ہی سو جاؤ میرے پاس۔
میں نے نہیں نہیں یار انکل آنٹی لوگ کیا کہیں گے۔
کہنے لگی کچھ نہیں کہتے۔
لیکن میں نہیں مانا اور اپنے کمرے میں آکر سو گیا نیند تو کیا آنی تھی میں بس اس کی معصوم اداؤں اور باتوں کو یاد کر کے مسکرا رہا تھا بہت ہی معصوم اور اس بے درد زمانے سے بے خبر ہے اس کی اپنی ہی ایک حسین سی دنیا ہے اور وہ اسی میں ہی کھوئی رہتی تھی میں انہیں باتوں میں کھویا تھا اور نہ جانے کب صبح ہو گئی کوئی خبر ہی نہ ہوئی یہ صبح ایک سہانی صبح تھی ویسے بھی دیہات میں صبح کا منظر ہوتا ہے ہی کچھ الگ سب ہر طرف چڑیوں کی چہچہانے کی آوازیں ٹھنڈی ہوا سر سبز کھیت اور گلاب کے پھولوں پر پڑی ہوئی شبنم کی بوندیں کہ سورج کی شعاعوں سے اس طرح چمک رہی تھی کہ جیسے کوئی اس میں فضا کے رنگ بکھیر رہا ہو خیر صبح سحری کے وقت وہ میرے پاس میرے کمرے میں آئی میں پہلے سے ہی جاگ رہا تھا یہ دیکھ کر بولی۔
تابی یار تم بھی بہت تیز ہو مجھے تو سلا کر آئے تھے اور خود ابھی تک جاگ رہے ہو۔
میں مسکرایا اور کہا جان جی نیند کہاں آئے میرا چین میری نیندیں تو تم نے چرا لیں ہیں جی وہ مسکرا کر بولی۔
وہ کیسے جی۔
میں نے کہا اور کیا کروں یار جب بھی آنکھیں بند کرتا ہوں تمہارا معصوم سا چہرہ مسکراتا ہوا سامنے آجاتا ہے۔
ہم وہاں کمرے میں ہی اکھٹے سحری کی کیونکہ اس کی ضد تھی کہ ہم اکھٹے روزہ رکھیں گے سحری کے بعد نماز فجر کا ٹائم ہو چکا تھا اور میں مسجد کے لیے روانہ ہو گیا تھا اب گاؤں کے کافی راستوں سے واقف ہو چکا تھا اس لیے اکیلے ہی نماز کے لیے چلا جاتا تھا نماز سے واپسی پر میں نے وہ سب قدرت کے مناظر دیکھے جو کہ پہلے بیان کر چکا ہوں یہ صبح دراصل اس لیے خاص تھی کیونکہ اس دن ہم سب نے یعنی میں وہ میری سب کزنیں اور کزنوں نے لاہور جانا تھا یہ بہت اچھا موقع تھا اس کے ساتھ ٹائم پاس کرنے کا اور یہ پلان بھی اسی ہی کا تھا ہم سب نے تیاری کی اور لاہور کے لیے روانہ ہو گئے راستے میں ہم سب نے بہت مستی کی ہم سب بہت خوش تھے اسی لیے سارے رستے گنگناتے ہوئے گاتے ہوئے لاہور پہنچ گئے۔ سب سے پہلے ہم مینار پاکستان گئے اور وہاں پر ہم نے تصویریں بنوائیں پھر بادشاہی مسجد گئے پھر بادشاہی مسجد شاہی قلعہ مزار اقبال اور بہت سی جگہوں کی سیر کی دن کافی گزر چکا تھا اور گرمی بھی اچھی خاصی شدت اختیار کر چکی تھی او رپھر ہم سب کا روزہ بھی تھا اسی لیے تھکان کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی ہم سب نے گلشن اقبال پارک جانے کا فیصلہ کیا چند منٹ کا سفر طے کر کے

ہم وہاں چلے گئے شام ہو چکی تھی اور افطاری کا ٹائم
بھی ہو گیا ہم نے وہاں پر ہی روزہ افطار کیا اور پھر
نماز مغرب پڑھی اس پارک سے میری بہت سی
یادیں وابستہ تھیں کیونکہ ہم وہاں پر اکھٹے بوٹنگ کی
ہم ایک ہی کشتی میں تھے ہم کافی باتیں اور
انجوائے کر رہے تھے ہمیشہ یونہی ساتھ نبھانے کی
قسمیں کھائیں اور پیار محبت کے وعدے کیے جو
کہ آج وہ سب بھلا چکی ہے۔ مختصر کہ کافی
انجوائے کیا خیر بات ہو رہی تھی بوٹنگ کی وہاں
سے فارغ ہو کر بھوت بنگلے گئے وہ تو بہت ڈر رہی
تھی مگر میں نے سب کو مجبور کیا اور ہم نے بھوت
بنگلے کے لیے ٹکٹ لیں اور اس کے اندر چلے گئے
ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا ڈھانچے ہی
ڈھانچے ڈراؤنی آوازیں لمبے لمبے سیاہ سائے اور
ہماری طرف بڑھتے ہاتھ ان سب سے وہ بہت
ڈر سی گئی اور آ کر مجھ سے لپٹ گئی اور کہنے لگی۔

تانی جلدی چلو یہاں سے ورنہ میری جان
ہی نکل جائے گی۔ میں اس کی بات کو مذاق میں
ڈال کر کہا۔

بس اتنا سا ہی دل ہے تمہارے پاس ڈر
پوک کہیں کہ ہاہاہاہا۔

وہ رونے لگی اور کہا جاؤ اب مجھے بھی مت
بلانا اور اپنی بہن کے پاس چلی گئی مجھے اپنی بات پر
تھوڑی سی شرمندگی ہوئی کہ میں نے اس کو ہرٹ
کیا پھر میں اس کے پاس گیا اور اسے منایا اور باہر
آ کر اس سے معافی مانگی وہ تو کچھ زیادہ ہی ناراض
ہو چکی تھی کافی دیر بعد بھی وہ نہ بولی آخر کار رہ نہ سکی
کیونکہ میں نے یہ کہا تھا۔

تم مت مانو میں اپنے گھر کی بس پکڑتا ہوں
اور تم اپنے گھر جاؤ سب اور میں نے یہ بھی کہا کہ
کوئی دیر نہیں بس میں ابھی جا رہا ہوں خدا حافظ۔
یہ کہہ کر میں چل پڑا پیچھے سے بھاگ کر اور کہنے لگی

تانی مت جاؤ پلیز میں تم سے ناراض نہیں
ہوں بس تم نے میرا مذاق اڑایا اس لیے تھوڑا غصہ
آیا تھا میں نے کہا۔

اچھا جی تو میری جان کو غصہ بھی آتا ہے۔

کہنے لگی کہ ہاں جی بھی آتا ہے اور جب آتا
ہے تو بہت زیادہ آتا ہے میں تمہیں کھا جاؤں گی
میں نے ہنس کر مذاق کر کے کہا۔

اچھا بھوتنی جی لگتا ہے کہ بھوت بنگلے سے تم
بھی کوئی بھوت اپنے ساتھ لے آئی ہو وہ بھی کافی
مزاحیہ اور شرارتی تھی کہنے لگی۔

جی ہاں لے کر آئی ہوں جو کہ میرے ساتھ
سامنے کھڑا ہے اس کا اشارہ میری طرف تھا اور ہم
دونوں ہنس پڑے۔ خیر یہ وقت تو گزر گیا تھا اور
جواب میری کتاب زندگی میں بوسیدہ سا باب بن
چکا ہے ہم سب واپس آ گئے سب کافی تھکے ہوئے
تھے رات ہو ہم تقریباً ایک بجے گھر پہنچے تھے جس
کی وجہ سے انکل اور آنٹی نے ہم سب کو کافی ڈانٹا
تھا اور کہا چلو اب سو جاؤ بس رات بہت ہو چکی ہے
پھر سحری بھی تو اٹھنا ہے اس کا چہرہ مرجھا سا گیا تھا
وہ جتنی ایکسائیڈ تھی وہ سب ایکسائیڈمنٹ ختم ہو
چکی تھی وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ
گئی میں بھی کافی تھکا ہوا تھا میں نے اسے
ڈسٹرب نہ کرنا چاہا اور شاپنگ کا سامان لے کر
اپنے کمرے میں چلا گیا اور سونے کی کوشش کرنے
لگا تھکان کافی تھی اس لیے نیند کب آئی خبر ہی نہ
ہوئی اور میں صبح بھی نہ اٹھ سکا اور صبح دس بج گئے
آج تو سب کے روزے ہی قضا ہو گئے تھے اس
بات کی سب کو پریشانی تھی اس لیے انکل آنٹی ہم

سب کر بیٹھ رہے تھے کہ تم سب رات کو لیٹ گھر آئے جس کی وجہ سے ہم بھی ڈسٹرب ہوئے اور صبح سحری کے وقت آنکھ بھی نہ کھل سکی ہم سب نے سوری کیا اور پھر کچھ دیر بعد انکل کا غصہ ٹھنڈا ہوا خیر میں نہانے چلا گیا اور یہ ہی سوچتا رہا کہ آج وہ میرے کمرے میں نہیں آئی شاید ابھی اٹھی ہی نہ ہو میں جب نہا کر آیا تو گھر میں ہر طرف ہی ایک دم خاموشی چھائی ہوئی تھی میری بڑی کزن ناشتے میں مصروف تھی سب اپنے اپنے کام میں مصروف تھے میں اس کے کمرے کی طرف جانے لگا تو ایک کزن نے بتایا۔

اسے بہت تیز بخار ہے۔

میں یہ سن کر ایک دم پریشان ہو گیا اور میرے ہاتھ سے میرا موبائل بھی زمین پر جا گرا میں اسکے کمرے میں گیا اور دیکھا کہ وہ بخار میں جل رہی تھی اس کا ماتھا اتنا تیز گرم تھا کہ جیسے آگ کے انگارے اگل رہا ہو میں بہت پریشان ہوا تھا میں نے اس کی کلائی چیک کی تو وہ بھی بہت گرم تھی مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہوا اور میں جا کر انکل کو یہ سب بتا دیا ان کو بھی رات والا ہی غصہ تھا کہ ایک ٹینشن والی خبر سنا دی میں نے انکل نے فوری ڈاکٹر کو فون کیا چند منٹ میں ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے اور انہوں نے میری جان کو چیک ڈاکٹر نے کہا کہ بخار بھی کافی ہے اور دماغی دباؤ بھی کافی ہے وہ اپنے بستر پر پڑے بے ہوش بخار میں جل رہی تھی اس کا معصوم سا چہرہ مرجھایا ہوا تھا اس کے معصوم سے چہرے سے نازک سے شربتی ہونٹ جن سے کبھی مسکان ختم ہی نہ ہوتی تھی آج بہت مرجھائے گئے تھے مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہوا اور میں کمرے سے باہر نکل گیا کچھ دیر میں جب کچھ سنبھل گیا پھر اس کے کمرے میں گیا اس وقت سب جا چکے تھے ایک کزن اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہنے لگی۔

تابی بھائی ناشتہ تیار ہے کر لو ناشتہ لگاتی ہوں

مجھے کہاں ہوش تھی کچھ کھانے پینے کی مجھے تو بس یہ ہی تھا کہ میری جان جلدی ٹھیک ہو جائے خیر:. یہ کزن کہنے لگی۔

چلو اگر بھوک نہیں تو مت کرو ناشتہ تم یہاں بیٹھ کر اسے ٹھنڈی پٹیاں لگاؤ میں سب کو ناشتہ دے دوں سب انتظار کر رہے ہیں۔

میں نے کہا ٹھیک ہے آپ جاؤ میں یہ سب کرلوں گا کہنے لگی۔

شکریہ اور وہ کمرے سے چلی گئی اور میں اس کے ماتھے پر ٹھنڈی پٹیاں لگانے لگا وہ غنودگی میں تھی یہ تو اسے معلوم تھا کہ کوئی اسے پٹیاں لگا رہا ہے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کوئی اور نہیں بلکہ اس کا اپنا تابی ہی ہے ویسے تو کمرے میں خاموشی ہی تھی لیکن کلاک کی ٹک ٹک سوئیاں شور مچا رہی تھیں میں اٹھا اور کلاک میں سے سیل نکال دیا تا کہ اس کی آواز بھی میری جان کو ڈسٹرب نہ کرے دیر گزر چکی تھی میں اپنے خیالوں میں گم اس کی پٹیاں لگا رہا تھا کہ اچانک سے اس نے میری ساری توجہ اپنی طرف کی مجھے ایسے لگا جیسے وہ مجھے پکار رہی ہو کپکپاتے ہونٹوں سے میرا نام لے رہی تھی اور بکھی سی دھیمی آواز میں کہہ رہی تھی مت جاؤ تابی یہ الفاظ اس نے تین مرتبہ دہرائے تھے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

جان میں تمہارے پاس ہی ہوں کہیں نہیں جا رہا میری آواز سنتے ہی مجھے لگا کہ جیسے وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دبا رہی ہو۔

یہ نہ سمجھو کہ بچھڑا ہوں تو بھول گیا ہوں تجھے
میرے ہاتھوں میں تیرے ہاتھوں کی خوشبو
آج بھی ہے

اب اس کو پوری طرح سے ہوش آ گیا تھا اور اس نے جب اپنی آنکھیں کھولیں تو مجھے اپنے سامنے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور میرے گلے سے لپک گئی اور کہنے لگی۔
تانی تم اسی طرح ہی ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے میرے پیا آج وعدہ کرو مجھ سے میں نے اسے پکڑا اور لٹا دیا اور کہا۔
جان تم ابھی ٹھیک نہیں ہو آرام کرو ڈاکٹر نے تمہیں آرام کرنے کو کہا ہے میں تمہارے پاس ہی ہوں ٹینشن نہیں جو رہا تم پہلے ایک دم ٹھیک ہو جاؤ پھر یہ سب باتیں کر لیں گے۔
کہنے لگی میں ٹھیک ہوں بولو تم مجھ سے وعدہ کرو میں نے کہا۔
ٹھیک ہے ضد ی زندگی وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گا میں تم سے پیار کرتا ہوں اور بھلا اپنے محبوب کو کون چھوڑتا ہے میری بات سن کر اسے تسلی ہوئی میں نے کہا کہ یار اب تو لیٹ جاؤ اور آرام کرو میں آنٹی کو بلا کر لاتا ہوں اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی۔
نہیں نہیں امی کو مت بلاؤ میں تو صرف تمہارے ساتھ ہی ٹائم گزارنا چاہتی وہاں امی لوگ تو میرے پاس ہی ہیں یہ ٹائم شاید پھر کب آئے اور اس نے مجھے روک لیا۔
میں نے کہا جی میری جان اب بتاؤ کیا کھاؤ گی بھوک تو لگی ہو گی۔
کہنے لگی ہاں یار بھوک تو بہت لگی ہے لیکن تمہارا تو روزہ ہو گا۔

میں نے کہا نہیں جناب آج کسی کا روزہ نہیں ہے کیونکہ سحری ٹائم کسی کو پتہ نہیں چلا اور سب صبح دس بجے اٹھے۔
پوچھنے لگی کیوں۔
میں نے کہا وہ سب چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ رات کو تم ٹھیک آئی تھی اپنے کمرے میں پھر یہ سب کیسے ہوا کہ رات کو ابو نے جو باتیں کیں وہ مجھ سے برداشت نہ ہوئیں اور مجھے بخار ہو گیا میں یہ سن کر ہنس پڑا اور پوچھا۔
بس یار اتنی سی بات تھی اور تم ٹینشن لے گئی ہو تم وہ تو ہم سب بہت لیٹ گھر آئے تھے ان کو ہماری ٹینشن تھی کیونکہ کل حالات بہت خراب ہیں اس لیے انہیں غصہ آ گیا تھا تم کس لیے غصہ کر گئی ہو کہنے لگی بس یہی غصہ تھا کہ ابو نے مجھے سب کے سامنے ڈانٹ دیا اور کچھ بھی نہیں میں نے کہا اچھا اب اتنا مت بولو اور سو جاؤ۔
کہنے لگی تم نے ناشتہ کیا۔
میں نے کہا نہیں تمہاری ٹینشن کی وجہ سے میری تو بھوک ہی ختم ہو گئی تھی۔
اچھا جی اتنی فکر ہے میری تم کو۔
جی ہاں جان جی تم ہی تو میری زندگی ہو اور میرے جینے کا مقصد ہو تمہیں ایسی حالت میں دیکھ کر میری تو سانسیں رک جاتی ہیں اس نے فوراً میرے لبوں پر انگلی رکھی اور کہا۔
تانی سانسیں رکنے کی بات مت کرو
میں نے کہا اچھا جی جو حکم سرکار کا۔
ہنس کر بولی چلو اب کچھ کھا لو جا کر
میں نے پوچھا پہلے تم بتاؤ کیا کھاؤ گی آپ۔
کہنے لگی کچھ بھی نہیں اتنے میں آنٹی آ گئیں اور انہوں نے حال پوچھا اور اس کے لیے سیب کاٹ

کرلائیں تھی آنٹی نے کہا۔

یہ کھالو۔

کہتی امی جان رکھ دو کھالوں گی

آنٹی نے کہا نہیں نہیں تمہیں بخار ہے کافی کمزور ہوگئی ہو یہ سب جلدی سے ختم کرو۔

کہتی اچھا امی جان۔

آنٹی چلی گئیں اور وہ مجھ سے مخاطب ہوئی کہنے لگی تابی جی کھاؤ سیب اگر تم یہ کھاؤ گے تو میں بھی کھاؤں گی۔

نہیں یار تم کھاؤ میں تو ناشتہ کروں گا مگر ڈاکٹر نے تمہیں صرف فروٹ کھانے کو کہا اور دودھ پینے کو کہا ہے۔

نہیں نہیں تم کھاؤ گے میں کھاؤں گی میں نے مجبور ہو کر کہا۔

اچھا جی لو میں بھی کھالیتا ہوں

ہم دونوں نے سیب کھا لیے اس نے دودھ سارے کا سارا مجھے پلا دیا خیر دن تو اسی طرح گزر گئے اور عید کا دن بھی آ گیا سب اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے وعدے کے مطابق امی ابو بھی آ گئے تھے انکل نے پھر فون کر دیا تھا۔ چاند رات کو ہم سب بازار گئے اور اپنے اپنے لیے سب نے شاپنگ کی اس کو میں نے سرخ چوڑیاں مہندی او ربحبت سے گفٹ لے کر دیئے اس نے مجھے ایک پینٹ شرٹ لے کر دی وہ پینٹ شرٹ میں نے آج بھی سنبھال کر رکھی ہے کبھی کبھی اسے نکال کر دیکھ لیتا ہوں اور پرانے ماضی کی تلخ یادوں میں کھو جاتا ہوں

وہ حسرتیں ہیں وہی رنجشیں ہیں
نہ ہی دردِ دل میں کوئی کمی آئی
جانے کیسی ہے میری محبت میں تابی
نہ ہی حل گئی اور نہ ہی ختم ہوئی

رات کافی لیٹ گھر لوٹے اور صبح عید بھی تھی تیاری بھی کرنی تھی گھر آئے تو دیکھا کہ گھر میں بہت سی لڑکیاں چھوٹی بڑی جمع تھیں۔

میں نے پوچھا۔ یار یہ سب کون ہیں۔

کہنے لگی میری سب سہیلیاں ہیں اور مجھ سے مہندی لگوانے آئی ہیں۔

میں نے کہا اچھا جی۔

کہتی جان اب تم چپ چاپ یہاں بیٹھ کر مجھے مہندی لگاتے دیکھو۔

میں نے کہا جو حکم ہے آپ کا جان من ہنس کر چلی گئی اور اپنی دوستوں کو مہندی لگانے لگی۔ رات کافی ہو چکی تھی اور وہ سب جا چکی تھیں میں اپنے بڑے کزن کے ساتھ عید کی تیاری یعنی ڈریس شوز وغیرہ سیٹ کرنے چلا گیا تھا تاکہ صبح جلدی میں کوئی تیاری میں کمی نہ رہ جائے مجھے جب پتہ چلا کہ سب لڑکیاں جا چکی ہیں تو میں نے اسے ڈھونڈا اور وہ گھر میں تو نہیں تھی میں چھت پر گیا اور دیکھا کہ وہ اپنے نرم ملائم سفید ہاتھوں میں مہندی لگانے میں مصروف تھی وہ اک شعر یاد آ گیا ہے۔

ہاتھ تھک جائیں گے کیوں چپ رہے ہو مہندی
لہو حاضر ہے ہتھیلی پر لگانے کے لیے

میں نے اسے ڈسٹرب نہ کیا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا اور اسے دیکھتا رہا کیا حسین دلکش منظر تھا وہ واہ واہ آج بھی اگر وہ منظر میرے دل میں آ جائے تو میں اتنا بے چین ہو جاتا ہوں کہ بے چینی اتنی بڑھ جاتی ہے میں بیان ہی نہیں کر سکتا اور بڑی مشکل سے خود پہ قابو کر سکتا ہوں خیر بات ہو رہی تھی اس کی ہاں وہ اپنے ہاتھوں پر مہندی

لگانے میں مصروف تھی گھنی لمبی زلفیں میں چھپا وہ
چاند سا چہرہ ہلکی سی دھیمی سی آواز میں گنگناتی ہوئی
اپنے ہاتھوں پر مہندی لگا رہی تھی۔
کیا بات ہے یار گورے گورے سفید ہاتھوں
پالال مہندی کا رنگ ہاتھوں کی خوبصورتی میں اور
بھی اضافہ کر رہا تھا ایسے بھی کہہ سکتا ہوں کہ وہ
مہندی خوش نصیب تھی کہ جو اس کے ہاتھوں پر لگی
تھی پنک فراک پہنے ہوئے وہ ایسے لگ رہی تھی
کہ جیسے پرستان سے پری اتر آئی ہو۔۔میں ان
مناظر میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک اس کی نظر مجھ پر
پڑی اور وہ میرے پاس آگئی اور مجھے کہنے لگی۔
تابی جی آپ یہاں کب آئے
میں تو خیالوں میں کہیں گم تھا میں کچھ نہ کہہ
سکا اس نے پھر سے کہا تابی جی کہاں گم ہو۔
جی آپ۔۔میں اچانک سے چونک اٹھا اور
بول اٹھا۔

تیری چشم عنایت کے سہارے کا تو کیا کہنا
کئے دیتی ہے دیوانہ شاہ بے کرم مجھ کو

یہ سن کر وہ ہنسنے لگی اور کہا کہ اتنی محبت۔
جی ہاں محبت تو بہت کرتا ہوں تم سے میری تو
جان بھی حاضر ہے تمہارے لیے جناب
کہنے لگی اچھا تاؤ تم یہاں پر۔
جی ہاں جان جی جہاں آپ ہم بھی وہاں پر
مجھ پر کیا نہیں نہیں میں ہاتھ آگے بڑھا دیا اور وہ
پکڑ کر مہندی لگانے لگی میں نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا
اور کہا۔
پاگل لڑکی کبھی لڑکے بھی مہندی لگاتے ہیں
کہنے لگی نہیں اگر کوئی لگائے نہ لگائے پر میں تو
تمہیں مہندی لگا کر ہی رہوں گی اور اگر تم نے نہ
لگوائی تو میں ناراض ہو جاؤں گی مجھے شرارت
سوجھی میں نے وہاں سے بھاگ پڑا وہ بھی پیچھے
ہی بھاگی میں نیچے آ گیا وہ بھی پیچھے آ گئی میں پھر
اوپر وہ بھی اوپر اسی طرح کافی دیر میں اسے تنگ
کرتا رہا وہ کچھ زیادہ ہی تنگ آ گئی اور کہنے لگی
اچھا مت لگاؤ مہندی میں بھی اپنی مہندی
دھونے لگی ہوں اور مجھے مت بلانا اب تم۔
میں نے کہا بس ہار گئی تم مجھے پکڑ نہیں سکی
ہاہاہا۔ وہ اس بات سے اور چڑ گئی اور میرا ہاتھ
پکڑ کر زبردستی مجھے کرسی پر بٹھا لیا اور کہا۔
آنکھیں بند کرو۔
میں نے کہا کیوں۔
کہنے لگی بس تم آنکھیں بند کرو۔
جب میں نے آنکھیں بند کیں تو اس نے
اپنے دوپٹے سے میری ٹانگ کرسی کی ٹانگ کے
ساتھ باندھ دی اور کہنے لگی۔
آج تو میں تمہیں مہندی لگا کر ہی رہوں گی
راضی تو میں پہلے ہی تھا لیکن بس ویسے ہی اسے
تھوڑا تنگ کر رہا تھا کیونکہ جب انسان کسی سے
محبت کرتا ہے بے انتہا چاہنے لگتا ہے تو اس
کی ہر اک ادا سے بھی محبت ہو جاتی ہے اور اس
حد تک ہو جاتی ہے کہ اس کی ہر ادا اچھی لگتی ہے اس
کی مسکراہٹ معصومیت اس کی ہر اک ادا کا میں
پوری طرح سے دیوانہ ہو چکا تھا۔

بادلوں سے بھی بچا کر رکھتا تھا جو مجھے
پڑی ہے دھوپ تو بے سائباں چھوڑ گیا

خیر قارئین کرام اس نے میرا ہاتھ پکڑا
اور مہندی لگانے لگی جب اپنا سر اس نے نیچے کو کیا
تو اس کی گھنی سیاہ لمبی زلفیں میرے چہرے پر
آ گریں واہ واہ میں تو اس کی حسین زلفوں کی حسین
مہک میں کھو سا گیا تھا کچھ دیر بعد جب میری نظر

اپنے ہاتھ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ اس نے تو
اپنے اور میرے نام کے پہلے وارڈ لکھ دیئے تھے
میں یہ دیکھ کر خوش تو ہوا لیکن میں نے اس سے کہا
یار یہ تم نے کیا کر دیا اگر میرا ہاتھ تمہارے
بھائیوں یا کسی اور نے دیکھ لیا تو کیا کہیں گے سب
کہنے لگی جان جی جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔
اس نے اپنا ہاتھ دکھایا تو اس پر بھی اس نے
میرے نام کا ڈائزین بنایا ہوا تھا یہ دیکھ کر میں تو
حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ تو کچھ زیادہ ہی
پیار میں پاگل ہو چکی ہے۔
میں نے کہا۔ یار ان حرکتوں کی وجہ سے تم
مجھے بھی مرواؤ گی کسی دن۔
کہنے لگی جب میں نہیں ڈرتی تو تم کیوں۔
میں نے ہنس کر کہا۔ ارے پگلی ڈرتا نہیں
ہوں میں لیکن یہ ظالم دنیا والے معاف بھی تو نہیں
کرتے کسی کو وہ بات میری زندگی کی بے حس
حسین رات تھی جو کہ میں آج تک نہیں بھلا پایا
اس قدر میرے یار کی قربت دے کر بھی قسمت
کے دیوتا نے مجھے دھوکہ دیا یہ راتیں اب تو نایاب
ہو چکی ہیں جب بھی میں اپنی زیست ماضی کی
کتاب سے ورق گردانی کرتا ہوں تو مجھے وہ
لمحات مجھے بہت یاد آتے ہیں۔

بظاہر تو کر دیا ہے جدا بے رحم زمانے نے تابش
لیکن سپنوں میں وصل یار مسلسل آج بھی ہے

میں تڑپ کر رہ جاتا ہوں اور تڑپ کی شدت
اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ آنکھوں سے اشک بہنے
لگتے ہیں اور اس قدر بہتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے
ساغر بہہ رہا ہو۔

کچھ نہیں ملے گا اب اشک لہو بہانے سے
سوچ لیتا تھا ایک بار قبل از دل لگانے سے

وہ رات بہت ہی حسین اور دلکش رات تھی
ہم ساری رات چھت پر تھے اور باتیں کرتے
رہے صبح عید کا دن تھا میں میرے کزن انکل
اور ابو جان سب عید نماز کے لیے تیار ہو گئے اس
نے سوئیاں بنائی ہوئی تھیں ہم نے تھوڑی تھوڑی
کھائیں اور پھر ہم نماز عید کے لیے روانہ ہو گئے
واپسی پر آ کر ہم سب کو عید ملے اور انکل
اور ابو جان کی طرف سے ہم سب کو عیدی ملی میں
نے اسے بھی عید کی مبارک دی اس نے بھی
مبارک دی وہ آج اس سفید اور سرخ فراک میں
اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ جیسے جنت سے کوئی
حور آ گئی ہو شاید انسان اپنے محبوب کی محبت میں
اتنا دیوانہ ہو جاتا ہے کہ اس کی تعریف کرتے تھکتا
نہیں ہے لیکن سچ میں وہ تو تھی ہی تعریف کے
قابل اس نے وہی فراک پہنی ہوئی تھی جو کہ ای
جان نے اسے لے کر دی تھی سفید اور سرخ فراک
میں وہ ایک دم حور لگ رہی تھی کھلی کھلی زلفیں
لائٹ سا میک اپ لبوں پر ہلکی سی مسکان جو کہ
ہمیشہ ہی رہتی تھی نرم و نازک گوری کلائیوں میں
کلیوں کے گجرے۔
واہ واہ کیا بات ہے میرے منہ سے بے
ساختہ ہی سبحان اللہ تیری قدرت کے الفاظ نکلے
وہ مسکرائی اور کہنے لگی۔
کن سوچوں میں گم ہو تابی جی کیا اچھی نہیں
لگ رہی ہوں۔
میں نے نہیں پگلی تم اچھی نہیں بلکہ بے حد
اچھی لگ رہی ہو۔
کہنے لگی سچ
ہاں ہاں سچ یار میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں جی
تو چاہتا ہے کہ تجھے سینے سے لگا لوں اور تیرے اس

حسین چاند سے چمکتے ماتھے کا بوسہ لے لوں وہ ہلکی شرمیلی سی مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجائے وہاں سے بھاگ گئی اس کے ہونٹوں پہ ہلکی سی گلابی لب سٹک اس کے لبوں کی خوبصورتی اور معصومیت میں اور بھی اضافہ کر رہی تھی ان کے گھر ان کے کافی رشتے دار آئے ہوئے تھے اور ہم لوگ بھی تھے سب نے مل کر دوپہر کا کھانا کھایا اور میں اور میرے سب کزن یعنی اس کے بھائی ہم دوسرے سہر پہنے سنے میراوں [illegible] پتھا بس بجسم ان کے ساتھ گیا تھا کافی انجوائے کیا او رخوب کھایا پیا خیر جب ہم شام کو گھر واپس آئے تو سب کے لیے گرم گرم سموسے اور برگر لائے جب گھر آئے تو آنٹی جان نے بتایا کہ وہ اپنی سب دوستوں کے ساتھ پارک میں گئی ہے اسے دیکھے چار گھنٹے گزر گئے تھے اب اور انتظار نہیں ہو رہا تھا ۔اس کے میں نے اس کو کال کی اس نے میری کال کو کاٹ دیا شام کے چھ بج چکے تھے کچھ دیر بعد اس کا میسج آیا اب رہو گھر میں اکیلے تم بھی تو مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

بیٹھے رہو تم بھی اکیلے ہی میں نے ٹیکسٹ کو پڑھا تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے گروجی مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں میں نے سوچا کہ ابھی اس کو کوئی جواب نہیں دیتا جب گھر واپس آئے گی تو بات کر لوں گا میں ٹی وی دیکھنے لگا رات کو آٹھ بجے گھر واپس آگئی اسے میں نے کیسے منایا یہ بھی لمبی سٹوری ہے لیکن وہ مان گئی یہ شکر ہے۔ عید کے دوسرے دن ہم سب کزنوں نے کرکٹ کھیلنے کا پلان بنایا اور گراؤنڈ جانے کی تیاری کرنے لگے اتنے میں وہ بھی آگئی کہنے لگی۔ آپ

رکو میں بھی کھلوں گی آپ سب کے ساتھ یہ سن کو میں حیران ہوا اس نے اپنے ابو جان سے اجازت لی اور ہم سب کے ساتھ چلی گئی گراؤنڈ میں پہنچے تو اس کی سہیلیاں بھی وہاں موجود تھی شاید اس نے خود ہی بلوایا ہو گا ان کو وہ میری ٹیم میں تھی اور اس کی چار سہیلیاں میری مخالف ٹیم میں تھی یہ تو ایک زبردست کھلاڑی تھی اتنی محبت کرنے کے باوجود بھی یہ بات میرے سامنے نہیں آئی تھی کہ وہ [illegible] کھیل شروع ہو گیا اس نے بہت اچھی پرفارمنس دی ہماری ٹیم جیت گئی صرف اس کی وجہ سے اس نے کافی اچھا سکور بنایا تھا جس نے ہماری ٹیم کو جتا دیا تھا۔ شام کو جب گھر واپس آئے تو میں نے اسے پوچھا۔

یار تم اتنی اچھی کھلاڑی بھی ہو کبھی بتایا ہی نہیں تم نے۔

کہنے لگی کہ تم سے اس موضوع پر کبھی بات ہی نہیں ہوئی میں تو اپنے بھائیوں کے ساتھ سہیلیوں سے بھی کھیلتی رہتی ہوں۔

خیر شام بھی گزر گئی رات کے کھانے پر سب اکٹھے بیٹھے تھے اور ابو جان انکل سے اجازت مانگی کہ ہم نے آپ کی بات مان کر آپ کے ساتھ عید بھی کی اب جانے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انکل نے خوشی خوشی اجازت دے دی اور رات کو ہی ہم نے واپسی کی سب تیاری کر لی تھی۔ وہ اس بات پر بہت خوش تھی کہ میں نے عید اس کے ساتھ کی مگر اس بات پہ افسردہ بھی کہ جانے لگا ہوں وہ میرے کمرے میں آگئی میں پیکنگ کر رہا تھا وہ ہلکی سی آواز میں بولی

تابی تم جا رہے ہو کہنے لگی مت جاؤ۔

میں نے کہا جانا تو پڑے گا کیونکہ ابو نہیں

مانیں گے۔
کہنے لگی ٹھیک ہے چلے جاؤ مگر اب ایک وعدہ کرو کہ لوٹ کر جلدی آؤ گے۔
میں نے کہا اچھا جی وعدہ رہا کہ میں جلد لوٹ کر آؤں گا کر وجی اب تو راضی ہو جاؤ تو وہ ہنس پڑی۔
اگلے روز ہم واپس آ گئے میرا دل میری روح تو وہی رہ گئے تھے میں تو سارا سارا دن ہی اس کی یادوں میں کھویا رہتا تھا اس کی معصوم سی شرارتوں کو یاد کر کے ہنستا رہتا تھا بیٹھے بیٹھے کہیں کھو جاتا تھا جس کی وجہ سے میرے دوست مجھے مجنوں کہنے لگے رزلٹ آنے والا تھا بات تو ہوتی ہی رہتی تھی جب ہم گھر آئے تو چند دنوں بعد ابو کے پاس ایک دور رشتے دار آئے میں اتفاق سے اس دن گھر پر بیٹھا تھا میں نے ابو اور ان لوگوں کی باتیں سن لی میں بہت بے چین تھا کہ اور پریشان بھی بہت تھا رات کو ہمت کر کے میں نے اپنی والدہ کو یہ سب بتا دیا کیونکہ مجھے یہ خدشہ تھا کہ ابو کہیں ہاں نہ کر دیں ان لوگوں کو اسی لیے میں انتظار نہ کر سکا اور سب امی کو بتا دیا تھا امی جان یہ سب سن کر بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی۔
ارے پگلے تم اس چیز کے لیے اتنے بے چین ہو جو بچپن سے ہی تمہاری ہو چکی ہے امی نے بتایا کہ تمہارا رشتہ ہم نے بچپن میں ہی طے کر دیا تھا یعنی وہ بچپن میں ہی میری ہو چکی تھی میں بہت خوش ہو گیا آج میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا امی نے کہا کہ تم پریشان مت ہو تمہارے ابو کو بھی پتا ہے کہ تمہارا رشتہ بچپن میں ہی ہو چکا تھا اور وہ کسی کو ہاں نہیں کریں گے میں تو یہ سوچ ہی رہی ہوں کہ اب تمہارے رشتے کے لیے ہم لوگ تمہارے انکل کے پاس جائیں تاکہ یہ کام اب ہو جانا چاہیے ان سب باتوں کو سن کر میں مطمئن ہو گیا تھا اور بہت زیادہ خوش تھا۔

اتنی خوشی مجھے راس نہ آئی تابش
جس شخص کو چاہا تھا وہی جدا ہو گیا

خیر قارئین بات ہو رہی تھی رشتے کی تو کچھ دنوں بعد امی ابو ان کے گھر چلے گئے میرے رشتے کے لیے میں بہت خوش تھا اسکو کال کی تو وہ بھی آج بہت خوش تھی کیونکہ آج ہم دونوں کو اپنے پیار کی منزل ملنے والی تھی ہم ایک رشتے کے بندھن میں بندھنے والے تھے میں بے چینی سے امی کو کال کا انتظار کر رہا تھا اور ایک خوشی کی بات یہ کہ آج اس کا رزلٹ آیا تھا میرے موبائل کی لائٹ روشن ہوئی اور گھنٹی بجی دیکھا تو امی جان کی کال تھی میں نے او کے کی اور دعا سلام کے بعد امی جان نے کہا۔
بیٹا مبارک ہو تمہارے انکل شادی کے لیے مان گئے ہیں یعنی رشتے کے لیے ہاں کہہ دی ہے یہ انہوں نے بتایا کہ انکل نے کہا کہ یہ تو پہلے ہی آپ کی امانت ہے یہ رسمیں تو بس دنیا کے لیے کرنا پڑتی ہیں میری والدہ نے اسے منگنی کی انگوٹھی پہنائی اور جو رسمیں وغیرہ تھی پوری کی اس دن اس کا رزلٹ بھی آ گیا اس نے نویں میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی تھی آج تو مجھے ڈبل ڈبل خوشی تھی رات کو اسکی کال آ گئی۔
میں نے او کے کیا۔
کہنے لگی کہ یار جلدی سے سکائپ آن کرو تم سے بات کرنی ہے۔
میں نے کہا اچھا کرتا ہوں۔
میں کمرے میں گیا اور سکائپ ان کی نیٹ

کی سپیڈ کافی سلو سلو تھی خیر اللہ اللہ کر کے سکائپ آن ہوئی اور وڈیو کال پر اس سے بات ہونے لگی اس نے بتایا کہ وہ 9th کلاس میں فرسٹ آئی ہے میں بہت خوش ہوا اور اس کو مبارک دی۔

کہنے لگی۔ دعا کرتی ہوں تم بھی فرسٹ پوزیشن حاصل کرو۔

میں نے کہا۔ آمین۔

کہنے لگی۔ تابی آج سے تو میں تمہاری ہو چکی ہوں دل سے تو میں تمہاری کب کی ہو چکی لیکن آج دنیاوی طور پر ہم ایک پاک رشتے میں بندھ چکے ہیں پہلے تو چھپ چھپ کر باتیں کرتے تھے لیکن اب ہم آزاد ہیں دنیا والے بھی ہمیں اب ملنے سے نہیں روک سکتے ہمیں ایک ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

نیٹ کی سپیڈ کم ہو رہی تھی کال اڑ اڑ کے آ رہی تھی اس کی تصویر بھی واضح نہیں تھی کئی باتوں کی سمجھ نہیں آ رہی تھی اور اچانک سے کال کٹ گئی میں کافی دیر ٹرائی کرتا رہا لیکن نیٹ ورک خراب ہونے کی وجہ سے پھر سکائپ پر بات نہ ہو سکی ہم زیادہ سکائپ پہ ہی بات کرتے تھے کیونکہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی لیتے تھے اور بات بھی ہو جاتی تھی کچھ دیر بعد ٹیکسٹ آیا کہ یار سکائپ آن نہیں ہوتی تو چیٹ پر بات کرو اور ہم چیٹنگ کرتے لگے دن گزرتے گئے اور باتیں یونہی چلتی رہی اور پھر میرا بھی رزلٹ آ گیا میں نے بھی اپنے والدین اور اس کی دعاؤں سے اول پوزیشن حاصل کی تھی پھر میرا میٹرک ہو چکا تھا اس نے مجھے مبارک کہا دوی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم جاری کر دیا۔

آگے پڑھائی جاری رکھنی ہے چھوڑنی نہیں ہے میں نے کہا۔ یار میرے دل و جان اور دماغ پر تو تمہاری یادوں کا اور تمہارا بھوت سوار ہے میں اور کیا کر سکتا ہوں۔

نہیں کہنے لگی بس۔

میں نے کہا پڑھنا ہے تو پڑھتا ہے۔

میں نے ایک دسمبر بھی اس کے ساتھ گزارہ ہے تو وہ دسمبر میری کا ایک خاص دسمبر تھا دسمبر کی چھٹیوں میں ان کے گھر گیا تھا کیونکہ اس نے خود کر کے مجھے بلایا تھا مجھے یاد ہے کہ میں جب دھوپ نکلتی تو باغ میں چلا جاتا تھا وہاں بیٹھ کر میں اخبار یا کوئی اور رسالہ پڑھتا تھا وہ تھرمس میں گرم گرم چائے لے کر آتی اور ہم ساتھ بیٹھ کر نمکوں کھایا کرتے اور چائے پیا کرتے اور ڈھروں باتیں کیا کرتے تھے اس نے تو میرے گھر میں کئی دسمبر گزارے تھے اور گرمیوں کی چھٹیاں میں تو ان کے گھر میں گزارتا تھا اور دسمبر کی چھٹیاں وہ ہمارے پاس آ کر گزارتی تھی۔

میں اپنے گھر کے گارڈن میں دھوپ میں بیٹھا اخبار پڑھتا تھا اور وہ چائے لے کر آتی تھی اور ہم اکٹھے بیٹھ کر چائے پیتے تھے

وہ کہتی تھی تابی جب میں چلی جاؤں گی تو تم مجھے یاد کرو گے۔

میں نے کہنا یار اگر تم چلی گئی تو یہ حسین یادیں تو میرے ساتھ ہیں ناں اور سکائپ زندہ باد وہ تو کوئی دوری رہنے ہی نہیں دیتی۔

نہیں کہنے لگی ہاں یہ تو ہے بس شاید یہ دسمبر اسکے ساتھ میرا آخری دسمبر تھا اس کی قربت میں گزارا ہر وقت یاد آتا قسمت کے کھیل کون جانتا ہے کب قسمت کا دیوتا کس پر مہربان ہو جائے اور کب کس سے اس کا سب کچھ چھین نلے دسمبر تو

ہے اور گزر جاتا ہے اس کی یادوں میں مجھے گھائل کر جاتا ہے یہ اس سال کا دسمبر بھی بہت ظالم تھا میں اس کی یادوں میں ہی کھویا رہتا تھا اتنا بے چین تھا کہ کہیں دل نہ لگ رہا تھا۔
ی دسمبر ہے میٹھی دھوپ اور میز پر گرم چائے سب قائم ہے اپنی جگہ ایک تیرے وجود کے سوا خیر قارئین دسمبر تو آتے رہیں گے اور اس کی قربت میں گزرنے والے لمحات مجھے ستاتے رہیں گے۔

قارئین جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے میری اس درد بھری داستاں کو ٹوٹے دل والے ہی زیادہ سمجھ سکتے ہیں آج یہ سب اتنی مدت گزر جانے کے بعد لکھنا میرے لیے آسان نہیں تھا یہ الفاظ میری اس قلم سے اس طرح نکل رہے ہیں کہ جیسے ملک الموت کسی شرابی کی روح سو گز دور کھڑے ہو کر نکال رہا ہو میں خود پر قابو نہیں رکھ سکتا جب بھی اس کی یاد آتی ہے یا اس کا تھوڑا سا بھی خیال آتا ہے میں تڑپ کر رہ جاتا ہے۔

خیر قارئین بات ہو رہی تھی منگنی کی دن گزرتے گئے اور ہمارا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا رک گیا تھا کیونکہ خاندانی رسم و رواج کے مطابق جب لڑکی کی بات پکی ہو جائے تو وہ شادی سے پہلے نہیں مل سکتے ہاں موبائل اور سکائپ اچھے ذریعے تھے ایک دوسرے کو دیکھنے اور دلوں کے حال شیئر کرنے کے لیے ایک سال بھی گزر گیا اور ابو نے انکل سے شادی کی بات کی انکل نے کہا کہ سوچ کر جواب دوں گا اس بات کو دو ہفتے گزر گئے اور اس دن اس نے بھی کوئی رابطہ نہ کیا تھا اس کا نمبر بھی آف جا رہا تھا۔

مجھے کافی پریشانی ہو گئی تھی کیونکہ بات کیے ہوئے کافی دن گزر چکے تھے ابو نے کافی انتظار کے بعد انکل کو پھر کال کی وہ آج ٹھیک طرح سے نہیں بولے اور اتنا ہی کہا کہ ہم آپ کو خود ہی بتا دیں گے آپ کچھ دن اور انتظار کریں ہمارے بھو اور بیٹا نے دبئی سے آنا ہے ہم ان سے مشورہ کر کے پھر آپ کو بتا دیں گے اب تو اس کا میٹرک بھی ہو چکا تھا اور اس کے گھر والوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اب پرائیویٹ پڑھائی جاری رکھو کالج نہیں جا سکتی یہ بات سختی سے اسے کی گئی تھی وہ مجبور تھی۔

ایک رات اس کی یاد نے مجھے بے حد ستایا رات کا ایک بج چکا تھا میں اپنی کتاب کے ورق گردانی کر رہا تھا یادوں میں کھویا ہوا تھا ہر طرف تیرگی ہی تیرگی چھائی ہوئی تھی ہر سو سناٹا تھا میں اپنے کمرے میں بیٹھا بس اسے یاد کر کے اشک بہا رہا تھا اور کلاک کی ٹک ٹک سن رہا تھا ہلکی ہلکی برسات کا موسم تھا میں اشک بہا رہا تھا کھڑکی سے بارش کا منظر دیکھ رہا تھا کئی بارشیں ہی ہم نے اکٹھے گزری تھیں۔

جب بھی ہوتی ہے بارش بات کی یہ یاد آتی ہے
تابش اپنی بانہوں میں چھپا لو مجھے ان بارشوں سے خوف آتا ہے

اچانک میرے موبائل کی سکرین روشن ہوئی اور میسج ٹون بجی اپنا فون اٹھا ٹیکسٹ اوپن کیا تو اس کا ہی تھا ٹیکسٹ تھا لکھا ہوا تھا۔

تابش مجھے کال کرو اور نیچے اس کا اپنا ادھورا نام ہی چھوڑ دیا تھا کیونکہ پہلے جب اس کا ٹیکسٹ آتا تھا تو وہ آخر میں لکھتی تھی تمہاری۔۔۔

لیکن آج صرف اس کا اپنا نام ہی لکھا تھا میں نے ٹائم دیکھا رات کے اڑھائی بج چکے تھے میں نے فوراً کال کی ہلکی سی دھیمی سی آواز میں بولی۔

تابی کیسے ہو۔

میں نے کہا ٹھیک ہوں یار تم اتنے دن سے کہاں غائب تھی ٹھیک ہو تم میری جان۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا اور اتنا ہی کہہ کر کال کاٹ دی کہ تابی مجھے بھول جاؤ اور ساتھ ہی کال کٹ گئی اور اس کا نمبر بھی آف ہو گیا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ رو رہی ہو اور کافی بیمار ہو میں یہ سن کر کافی پریشان ہو گیا مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا پھر کافی دیر تک اس کا نمبر ٹرائی کرتا رہا لیکن ہر دفعہ آف ہی ملتا میں تو پہلے ہی دکھ درد کے ہجر کا مارا تھا کہ ایک درد اور اضافہ کر گیا میں اس بات کو سوچ کر پریشان ہوا جا رہا تھا کہ آخر کیا بات ہے جو اس نے مجھے یہ سب کہہ دیا ہے وہ تو پگلی مجھ سے اتنا زیادہ پیار کرتی ہر وقت میرے نام کے ہی گیت گا رہی تھی آخر اب کیا ہوا

خدشہ بھی بہت تھا احتیاط بھی بہت کی
ہوتے ہوتے تو وہ شخص جدا ہو ہی گیا

ساری رات نہ سو سکا بس میرے کانوں میں وہی تیکھی سی آواز ہی گونج رہی تھی کہ تابی مجھے بھول جاؤ۔ مجھے بھول جاؤ۔

یادوں کو بس وہ یاد ہے
آنکھوں میں اس کا ہی خواب ہے
نہ جگتا ہوں نہ سوتا ہوں
راتوں کو اٹھ کر رو دیتا ہوں
آنکھوں میں بس اک برسات ہے
جو چلا گیا مجھے چھوڑ کر
وہ آج بھی میرے دل کے پاس ہے

ہر طرف سے مجھے بس یہی آواز گھیرے ہوئے تھی کہ تابی مجھے بھول جاؤ بے چینی اتنی بڑھ گئی تھی اور ہوا کچھ یوں کہ مجھے کافی تیز بخار ہو گیا

قارئین آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ سات سال کی محبت ایک دم ساتھ چھوڑ جائے تو انسان کس کام کا رہ جاتا ہے میری تو دنیا ہی جیسے لٹ گئی تھی سچ میں بھی کافی خاموش سا رہتا زیادہ وقت پلاٹ میں تنہا گزار دیتا تھا وہ پروفیسر جو میرے گن گاتے تھے کہنے لگے۔

تابی کیا ہوا تمہیں کہاں گیا وہ تابی جو ہم پروفیسروں سے بھی ہنسی مذاق کیا کرتا تھا ہر وقت مسکراتا تھا میرے پاس سوائے اشکوں کے کوئی جواب نہ ہوتا تھا میں یہ بات اپنے دل میں ہی لیے پھر رہا تھا ابھی تک یہ بات شیئر نہیں کی تھی اس لیے یہ بات مجھے اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہی تھی اور دیمک کی طرح چاٹ رہی تھی میرے وجود کو میں بہت بے بس ہو چکا تھا میرا کسی لیکچر میں دھیان نہ تھا ہر وقت چہرے پہ اداسی ہی چھائی رہتی تھی اور میں بہت ہی سنجیدہ سا ہو کر رہ گیا تھا۔

بریک ٹائم بھی سب دوستوں سے الگ پلاٹ میں جا کر بیٹھ جاتا اور لمبی لمبی سوچوں میں کہیں کھو جاتا تھا اور درختوں پر بیٹھے ان پرندوں کو دیکھ کر میرے زخم پھر تازہ ہو جاتے کیسے وہ اکٹھے بیٹھے ہیں اکٹھے دانہ چگنے اڑ جاتے ہیں ان کی دنیا کتنی حسین ہے کوئی بے رحم نہیں جدا نہیں کرتا سب ہنسی خوشی رہ رہے ہیں اک دن میں پلاٹ میں بیٹھا کہیں کھویا ہوا تھا سب دوست میری اس روپ سے کافی پریشان تھے۔

اک دن قریبی دوست میرے پاس آیا آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یار تابی کیا بات ہے کافی دن ہو گئے ہیں میں تمہیں دیکھ رہا ہوں تمہاری شرارتیں مستیاں وہ ہنسی مذاق سب تم سے کہیں دور جا بسے

ہیں وہ نہ بتاسب...... یہ میں تمہاری ہیلپ کر سکوں۔

میں نے کہا یار کچھ نہیں بس طبیعت خراب ہے کہنے لگا۔

لو ٹھیک ہے تابی بس اپنا خیال رکھا کرو یار تم کتنے بدل گئے ہو اور کافی کمزور بھی ہو گئے ہو ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی بات ہے جو کہ تمہیں اندر ہی اندر سے کھائے جا رہی تھی۔

میں نے اسے تو کچھ نہیں بتایا اور میں گھر لوٹ آیا میری طبیعت کافی خراب تھی امی نے پوچھا۔

بیٹا تابی کیا بات ہے کچھ دنوں سے تم ٹھیک سے کھاتے ہو نہ پیتے ہو گھر میں کسی سے بات نہیں کرتے ہو کالج سے آتے ہو اور کمرے کے ہی ہو کر رہ جاتے ہو تمہارے ابو بھی تمہارے اس رویے سے کافی پریشان ہیں۔

مجھے مجبوراً یہ بات امی کو بتانا پڑی وہ بھی یہ سن کر کافی پریشان ہو گئیں اور کہنے لگی۔

میں آج ہی فون کروں گی اور پوچھوں گی کہ اصل وجہ کیا ہے یہ بات سن کر مجھے کچھ حوصلہ ہو گیا اور میں کمرے میں جا کر سونے کی کوشش کرنے لگا نیند تو کہاں آنی تھی طبیعت خراب تھی اس لیے کافی دن تک میں کالج نہ جا سکا۔

ایک پروفیسر صاحب میرے دوست بھی تھے اور پرنسپل صاحب کے بھی کافی قریبی تھے میں نے ان کو اپنی طبیعت کے بارے میں بتایا تو انہوں نے کہا۔

بیٹا تم فکر نہ کرو جب ٹھیک ہو جاؤ گے تو تب کالج پھر سے جوائن کر لینا میں پرنسپل صاحب سے خود بات کرلوں گا میں تمہیں کچھ نہیں کہنے دوں گا میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور فون رکھ دیا کچھ دیر بعد میرے دوست کا فون آیا۔

اس نے کہا یار تابی تم اتنے دنوں سے کالج کیوں نہیں آئے ہو کیا بات ہے یار پلیز مجھے بتاؤ میں نے تمہیں پہلے کبھی ایسے افسردہ نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی کالج سے چھٹی کی ہے میں اب وہ نہ سکا اور سب کچھ اپنے دوست کو بتا دیا وہ یہ سب سن کر غصے میں آیا اور اس نے کہا۔

قابل رحم ہو گئی ہے تیری حالت عشق میں تابی مل جائے اگر وہ ظالم تو مار ڈالوں اس کو میں یہ سن کر اس پر برس پڑا اور کہا یار ایسا مت کہو۔

مت کہو اس کو اس طرح سے اس کو برا بھلا

میرے جگر کا ٹکڑا تھا وہ بے وفا

وہ یہ سب سن کر ہنس پڑا اور بولا یار تابی تم آج بھی اسے اتنا ہی چاہتے ہو کہ اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں سن سکتے میں نے کہا ہاں یار انسان محبت تو ہر کسی سے کرتا ہے مگر عشق ایک ہی سے ہوتا ہے اور مجھے اس سے عشق ہوا تھا جو کہ بھلائے نہیں بھولتا شاید اس نے کسی مجبوری کی وجہ سے یا کسی کے دباؤ میں آکر یہ سب کہا ہو گا خیر ہماری بات ہوتی رہی اس سے بات کر کے میرا دل کچھ بہل گیا۔

رات کو امی نے ان کے گھر کال کی ابو بھی پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے دعا سلام کے بعد آنٹی سے امی جان نے کہا۔

میری اس سے بات کرواؤ۔

آنٹی ٹال مٹول کرتی رہیں اور اس سے بات نہیں کروائی میرے ابو جان نے بھی آنٹی سے کہا مگر وہ یہ کہنے لگیں۔

وہ سوئی ہے۔

رات کے ابھی سات بجے تھے اور آنٹی نے یہ بہانہ کرتے فون بند کر دیا میں یہ سن کر کافی پریشان ہو گیا کہ آخر ایسی کیا بات ہے جو کہ وہ اس سے بات نہیں کروا رہے یا وہ خود ہی کرنا نہیں چاہتی لیکن اس بات کو دل نہیں تسلیم کر رہا تھا کہ وہ خود بات نہیں کر سکتی امی ابو بھی اس بات کو لے کر کافی پریشان تھے۔

یہ بات سمجھ آتی ہے تیرے اس رویے کو دیکھ کر
محض اک کھلونا سمجھ رکھا تھا تو نے میرے پیار کو

اب میرے والدین نے ان کے گھر جانے کا پروگرام بنایا اور دوسرے ہی روز ان کے گھر کے لیے روانہ ہو گئے وہاں رب تو سارے کا سارا ماحول ہی بدل چکا تھا اور ہوں گھر جا کر بھی اس کے گھر والوں نے اس سے ملنے نہیں دیا اور خود بھی کسی نے ٹھیک سے بات نہیں کی میرے امی ابو نے ان کے اس رویئے سے کافی پریشان ہوئے اور واپس لوٹ آئے نا جانے کیا وجہ تھی کیوں یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایسے کوئی سوالات میرے ذہن میں رقص کر رہے تھے ہمارے کئی رشتے داروں نے بھی جا کر ان سے بات کی لیکن یہ وہ خود ہی اس کسی موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی لڑکی سے کسی کو ملنے دیتے تھے اس کا موبائل بھی لے لیا تھا اور کمپیوٹر کو بھی کیمرہ نئی کورڈ لگایا ہوا تھا کہ وہ سکائپ استعمال نہ کر سکے۔

کیا وجہ تھی تیرے جانے کی
پھر لوٹ کے نہ آنے کی

کی ایک قریبی سہیلی جو اس کے گھر آتی جاتی تھی میرے پاس اس کا نمبر تھا ایک دن میں نے اسے کال کی تو اس کے بھائی نے اٹھائی میں نے رانگ کال کہہ کر کاٹ دی رات کو میں جب کمرے میں بیٹھا انہیں سب باتوں کی اصل وجہ تلاش کر رہا تھا تو اچانک میرے موبائل پر کال آئی میں نے جب دیکھا تو اس کی کال تھی میں نے سوچا کہ اس کا بھائی ہی ہوگا لیکن جب کال اوکے کی تو اس کی سہیلی ہی تھی سلام دعا کے بعد اور اس نے کہا۔

تابش بھائی دن کو میں کالج ہوتی ہوں اور موبائل گھر ہوتا ہے اس لیے بھائی نے اٹھایا تھا اب میں نے نمبر دیکھا تو مجھے تمہارا نمبر یاد آیا اس لیے میں نے تمہیں کال کی ہے خیر کہو کیا بات ہے جو آج تابش بھائی کو ہماری یاد آ گئی۔

میں کافی پریشان تھا اس لیے بس حال احوال ہی کیے بعد اصل بات پر آ گیا اور اس سے پوچھا کہ تم ان کے گھر جاتی ہو۔

کہنے لگی جی ہاں جاتی ہوں پر کبھی اس کی امی مجھے ملنے نہیں دیتی تو کبھی مجھے دروازے سے ہی واپس بھیج دیا جاتا ہے کیا بات ہے تابش بھائی تم اتنے پریشان کیوں ہو۔

میں نے کہا کیا بتاؤں تمہیں اس کو سب ماجرہ سنایا اور وہ بھی کافی پریشان ہو گئی اور کہنے لگی کہ مجھے ان کے گھر تو نہیں جانے دیتے مگر ہاں اس کا پیپر ہے اور سینٹر ہمارا ہی کالج بنا ہے وہ پرسوں پیپر دینے آئے گی تب اس سے بات کروں گی۔

میں نے کہا اچھا ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا تمہارے جواب کا اور فون کٹ گیا۔

اللہ اللہ کر کے تین دن گزر گئے اور تیسری رات اس نے کال کی اور حال چال پوچھنے کے بعد اصل موضوع پر بات ہونے لگی وہ بھی آج کافی پریشان تھی اس نے بتایا کہ وہ پیپر دینے آئی

تھی اور میں نے اس سے بات کی اور وہ رونے لگی اور میرے گلے لگ کر پھر کچھ دیر تک جب وہ سنبھل گئی تو اس نے بتایا کہ میرے گھر والوں نے مجھ سے یہ سب کہنے کو کہا تھا میں بہت مجبور ہو کر یہ سب کچھ تابی کو کہا ہے میں آج بھی اس سے اتنا ہی پیار کرتی ہوں جتنا پہلے کرتی تھی میرے گھر والوں کا ذہن بدل چکا ہے اس وقت اب وہ جہاں میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں میں اس کو ذرا بھی پسند نہیں کرتی اور میں اس کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی میں بس میرے گھر والوں کے ہاتھوں مجبور ہوں وہ مجھ سے کسی کو ملنے بھی نہیں دیتے اور یہاں تک کہ میری سب سہیلیوں سے بھی نہیں ملنے دیتے موبائل بھی لے کر توڑ دیا ہے کمپیوٹر کو بھی بھائی نے کیورٹی لاک لگایا ہے میں بے بس ہوں اور وہ رونے لگی۔

یہ سب باتیں اس کی دوست نے مجھے بتائیں میں نے ساختہ سا ہو کر یہ سب سن رہا تھا اس کی ہر ایک بات مجھ پر ایک سے بڑھ کر ایک قیامت کی طرح ٹوٹ رہی تھی اس کی دوست نے بتایا کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے اصل وجہ وہ مجبور ہے اور اپنے گھر والوں سے ڈرتی ہے کیونکہ انہوں نے اس کو مارا بھی تھا اس بات کو سن کر میرا دل کرتا تھا کہ میرے پاس کچھ ہو اور میں اس کے بھائیوں اور ابو کی جان لے لوں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے جنگل میں پھینک آؤں نمک لگا کر کیونکہ وہ تو اتنی نازک اور حساس پری تھی اس کی جلد تو اتنی نازک تھی کہ اگر زور سے اس کے بازو پر انگلی رکھ دو تو وہاں پر خون اکٹھا ہو جاتا ہے شرم نہیں آئی اس معصوم بے قصور کو مارتے ہوئے ان درندوں کو خدا کرے ان کا کچھ نہ رہے تباہ و برباد ہو جائیں اس کے بھائی اور ابو جنہوں نے اس معصوم پر ظلم کیا ارے اس بے چاری کا کیا قصور خود ہی منگنی کروائی پیدا ہوتے ہی میری ماں کی جھولی میں ڈال دی تھی اب ان کم ظرف لوگوں کو کون سی ناگن نے آ کر ڈس لیا تھا میں اس کی دوست کی بات سب کر کافی تیش میں آ گیا تھا اور اس کے گھر والوں کے خلاف پتا نہیں کیا کیا کہہ دیا خیر اس نے کہا کہ تم تسلی رکھو اللہ سب بہتر کرے گا۔

آج اس بات کو چار سال گزر چکے ہیں نہ تو اس بے رحم گھر والوں نے کوئی رابطہ کیا اور نہ ہی اس سے کوئی رابطہ ہو سکا انہیں پتہ تھا کہ وہ اپنی کسی سہیلی کے موبائل سے ملتا بھی بات کر سکتی ہے اس لیے انہوں نے اس کا سب دوستوں سے ملنا بھی بند کر دیا تھا خدا کرے کچھ نہ رہے ان جیسے بھیڑیوں کے پاس جو اپنے مطلب کی خاطر کسی کی زندگی سے کھیلتے ہیں اور اس پر ظلم کرتے ہیں ارے اگر نہ ہی کرنی تھی تو ہاں کیوں کی تھی۔

نہ آئی موت ہی ہم کو نہ وہ ہی لوٹ کر آیا
جیئے جاتے ہیں ہم جس پر وفا کا نام لے لے کر

اب نا جانے وہ خوش ہے یا خاموش ہے کس حال میں ہے کیسی ہے یہ بات اب مجھے ستاتی ہے شاید پیار کرنے والوں کے نصیب میں دکھ رسوائیاں بدنامیاں اذیتیں تڑپ ہی لکھا ہوتا ہے کیوں قسمت کے دیوتا کو پیار کرنے والوں پر ترس نہیں آتا کیوں ہماری قسمت میں ناکامیاں ہی لکھی ہوتی ہیں کیوں یہ دنیا والے ہمارے جیسے پیار کرنے والوں کی راہوں میں کانٹے بچھاتے ہیں کیوں دو دلوں کو ایک نہیں ہوتے دیتے اگر دو پیار کرنے والے ایک ہو جائیں تو ان دنیا والوں کا کیا جاتا ہے۔

آج میرا بھی نام ان بدنصیبوں میں شامل ہو گیا ہے جو کہ پیار میں ناکام ہی ہوتے آئے ہیں توڑ دیئے ہیں میں نے گھر کے سب ہی آئینے عشق میں ٹھکرائے ہوئے لوگ مجھ سے دیکھے نہیں جاتے اب میں اس کو بھلا کر اک نئی زندگی جینا چاہتا ہوں شاید پریمی لوگوں کو میری اس بات پر اختلافات ہو کہ میں کیسا پریمی ہوں جو کہ اس محبوبہ کو بھلا دینا چاہتا ہوں لیکن ایک بات میں پوچھنا چاہتا ہوں پیار تو ہم بعد میں کرتے ہیں لیکن وہ والدین جنہوں نے ہمیں پالا پیاہ کیا بڑا کیا اک بے وفا صنم کی خاطر ان کا حقیقی پیار ہم بھلا دیتے ہیں شراب سگریٹ نوشی پان یعنی کی ہم بہت ساری سموکنگ کرتے ہیں جو کہ ایک ماں برداشت نہیں کر سکتی وہ اپنے بیٹے کو برباد ہوتا دیکھ نہیں سکتی پیار نہ ملنے یا ملنے کا فیصلہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن ایک پیار کی خاطر ہم اپنے والدین کی آنکھوں میں آنسو لائیں راتوں کو نشے سے لت پت گھر کو لوٹ آئیں تو ایک ماں جو سارے دن اپنے لخت جگر کی راہ تکتی ہے کہ کب میرا چاند گھر آئے گا اور جب ماں کے چاند صاحب شراب کے نشے میں دھند گھر آتے ہیں تو اس ماں پر کیا بیتے گی اس کا دل یہ حال دیکھ کر چھلنی ہو جائے گا ارے دوستو پیار میں اتنا اندھے نہ ہو جاؤ کہ اپنی حقیقی پیار کو ہی بھول جاؤ میرے چند دوستوں کو میری ان باتوں سے شاید اختلافات ہوں لیکن میں معذرت چاہوں گا کہ میں لکھ رہا ہوں مجھے معاف کرنا میں تو اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا ہوں پیار کیا ہے سب اک دھوکہ ہے اور کچھ بھی نہیں پیار میں نے بھی کیا ہے اور آج مجھے اس کی چاہت اس کی محبت میرے دل میں بسی ہے لیکن اپنے پیار کر میں نے اپنے مستقبل اپنے والدین کی محبت اور ان کی مجھ سے جڑی خواہشات اور امیدوں پر حاوی نہیں ہونے دیا میں اسے بھول جانا چاہتا ہوں تاکہ میں ایک اچھا مستقبل بنا سکوں جو کوئی بھی لڑکی اب میری قسمت میں ہو میں اس کے لیے ایک اچھا جیون ساتھی ثابت ہوں گا میرے والدین کو راحت ملے وہ میرے حق میں دعا کریں جن سے مجھے کامیابی ملے اپنا مستقبل بنانا چاہتا ہوں تاکہ میری آنے والی نسل مجھے اچھے لفظوں میں یاد کریں تاکہ وہ یہ کہہ کر شرمندہ نہ ہوں کہ میرے ابو جان کا بھی کسی لڑکی سے عشق و محبت کا چکر چلا تھا اس لیے وہ مستقبل میں سنوارنا چاہتا ہوں اور اہم آج غربت و افلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

گردش ایام میں گزر رہی ہے زیست تابش

ہر موڑ پر ایک نیا زخم دیے جاتے ہیں لوگ

مجھے آج بھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہے بس گلہ ہے کہ اس کے گھر والوں سے اور انشاء اللہ قیامت کا دن ہوگا اور میرا ہاتھ اس کے گھر والوں کے گریبان تک ہوگا اور اس دن میں ان سے اللہ جل شانہ کے سامنے پوچھوں گا کہ ہمارا کیا قصور تھا اس معصوم سی لڑکی کا کیا قصور تھا جس کو تم لوگوں نے بلاوجہ ظلم کا نشانہ بنایا میں کبھی بھی اس کے گھر والوں کو معاف نہیں کروں گا اور ہمیشہ میرے دل سے ان کے لیے بددعا نکلتی رہے گی۔

زندگی ایسے دوراہے پر آ کر کھڑی ہو گئی ہے کہ ایک طرف اس کی محبت اس کی چاہت اور دوسری طرف میرے والدین کی محبت ہے اور ان کا ذہن ہے کہ اب شادی ہو جائے نہ میں اپنے والدین کی بات کو رد کر سکتا ہوں کیونکہ والدین تو

اپنی اولاد کے لیے بھی سوچتے ہیں اور میں تو پھر ان کا اکلوتا بیٹا ہوں مجھے مجبور ہو کر یہ زہر پینا ہی پڑے گا کیونکہ زندگی یہیں پہ آ کر ہی تو نہیں ختم ہو جاتی ساری زندگی پڑی ہے اور اپنا مستقبل سنوارنے اور اپنے والدین کی خوشی کو پورا کرنے کے لیے مجھے یہ زہر پینا ہوگا محبت تو بے شمار لوگوں سے انسان کرتا ہے لیکن عشق صرف ایک سے ہی ہوتا ہے وہ آج بھی میرے دل کی رانی کی طرح ہے شاید ہی زندگی میں اس کی جگہ میں کسی کو دے پاؤں لیکن کہتے ہیں ناں کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہر گھاؤ بھر جاتا ہے تو میں نے تو سب کچھ میرے خالق حقیقی خداوند کریم پر چھوڑ دیا ہے۔

چشم ساقی ہو تیری جاوداں
پی گئے زہر بھی تیرے اصرار پہ

اب تو جب بھی اس کی یاد آتی ہے تو خود کو اشکوں کے سمندر میں ڈبو لیتا ہوں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتی

میں اسے بھلا دینا چاہتا ہوں جو کہ میں نہیں کر پا رہا آخر سات سال کی محبت ایک پل میں کیسے بھلائی جا سکتی ہے شاید پیار کرنے والوں کے نصیب میں دکھ جدائی اور اذیتیں ہی ہیں۔

چراغ فراق زخم وفا اشک خون فشاں
روز اول سے ہیں یہی جاگیریں عشق کی

میں اسے بھلا دینا چاہتا ہوں کہ بہت ہی مشکل کام ہے اور ہاں ہمیشہ مجھے اس سے ایک شکایت رہے گی کہ۔

مجھے چھوڑ کر نہ جاتے تو کتنا اچھا تھا
ریت پیار کی تم نبھاتے تو کتنا اچھا تھا
کیسے تھے جو وعدے تم نے پیار کے
ان وعدوں کو تم نبھاتے تو کتنا اچھا تھا
کرتے تھے جو تم بڑی بڑی باتیں پیار کی
ان باتوں پر تم قائم رہتے تو کتنا اچھا تھا
کرتے تھے جو وعدے ہمیشہ ساتھ نبھانے کا
پھر تم یوں تنہا چھوڑ کر نہ جاتے تو کتنا اچھا تھا
میں سوچتا ہوں تابش کی بار تنہا بیٹھ کر
ہم اس بے وفا سے دل نہ لگاتے تو کتنا اچھا تھا

نہ جانے وہ خوش ہے کیسی ہے کس حال میں ہے مجھے یاد بھی کرتی ہے یا نہیں یہ سوچ سوچ کر میں اندر ہی اندر سے ٹوٹ چکا ہوں۔

سوتے ہیں وہ نرم بستر پہ بے فکر ہو کر
تابش میری زندگی کو داؤ پر لگانے کے بعد

چار سال گزر گئے تھے میں نے اس کی سہیلی کے ایڈریس پر ایک عید پر ایک پین اور ڈائری اور ایس ایم ایس صادق صاحب کی شاعری کی کتاب اپنا خیال رکھنا بھیجی جب انہیں موصول کر لی تو اس نے مجھے کال کر کے بتایا کچھ دن بعد اس سے ملی تو اس نے میرے گفٹ اس کو دیئے مگر اس نے یہ کہہ کر نہ لیے کہ یہ اب میں نہیں رکھ سکتی ہاں تم میری امانت سمجھ کر رکھ لو آج بھی وہ گفٹ اس کی سہیلی کے گھر میں پڑے ہیں اس کی سہیلی بتاتی ہے کہ جب بہت زیادہ بے چین ہوتی ہے تو آ کر میرے گھر خوب روتی ہے اور تمہارے دیئے ہوئے گفٹ میرے گھر پہ امانت کہہ کر رکھ دیئے ہیں اسی نے اور ان کو دیکھ دیکھ کر روتی ہے پھر میں نے اس کی سالگرہ پر ایک وصی شاہ صاحب کی کتاب میں محبت اور تم بھیجی وہ بھی اس نے اپنی سہیلی کے گھر میں رکھ دی اس کا یہ کہنا تھا کہ میرے گھر والے بہت سخت ہیں چھوٹی سی غلطی پہ بھی بہت مارتے ہیں یہ سب کچھ میرا اثاثہ ہیں ان

سب کو تم سنبھال کر رکھ لو میں نے تمہیں اپنی دوست کے ساتھ ساتھ بہن بھی بنایا ہے ویسے ایسی ہی ہونی چاہئے سہیلیاں جو دکھ درد میں کام آئیں بس وہ ایک ذریعہ ہی تھی جو اس کی خیر خبر مجھ تک پہنچاتی تھی۔

دن گزرتے گئے میرے رشتے کی بات میرے والدین نے شروع کر لی اور رشتے آنے لگے اب مجھے کچھ نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں ایک بڑا سا ڈھیر لڑکیوں کی تصویریں کا البم میرے سامنے رکھ دیا گیا کہ اپنی پسند کی دیکھ لو میں تو جسے دل دے چکا تھا اس کے علاوہ کسے پسند کرتا۔

میں کافی پریشان تھا ایک رات نیند تو نہیں آتی تھی میں قلم دیکھنے لگ گیا۔نصیب جب اس کا یہ گانا آیا تو بے سبب میرے آنسو بہہ نکلے اور پھر رکنے کا نام ہی نہیں لیا۔۔۔

شکوہ نہیں کسی سے کسی سے گلہ نہیں
نصیب میں نہیں تھا جو ہم کو ملا نہیں

میرے دوست کی کال آئی وہ ان دنوں ملتان گیا ہوا تھا اس نے کہا۔

تابی تم رو رہے ہو۔

میں نے کہا نہیں یار بس کچھ نہیں تم سناؤ کیسا جا رہا ہے تمہارا ملتان کا سفر۔

کہنے لگا بہت اچھا اور میں نے اپنی کچھ تصویریں اور وڈیو کلپس تمہیں ای میل کیے ہیں وہ دیکھو اور بتاؤ کیسے ہیں۔

میں نے لیپ ٹاپ آن کیا اور ای میل بوکس کھولا ای میل آئی ہوئی تھیں وہ اس کی سہیلی کے نام سے تھی میں ایک بار تو حیران رہ گیا کہ ای میل میں کیا ہو سکتا ہے خیر اوپن کیا سونگ آیا تھا نیچے ایک میسج آیا ہوا تھا۔

تابی کیسے ہو تم میں ٹھیک ہوں اور اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں یہ گانا تمہیں ای میل کر رہی ہوں ضرور سن کر رپلائی کرنا تمہاری۔

میں نے وہ گانا اوپن کیا اور خوش ہوا کہ چلو میں اسے آج بھی یاد تو ہوں ۔اور گانا یہ ہے جو میں یہاں بھی لکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔

جس کو ہم نے اپنا سمجھا وہ نکلا بے گانہ
شیشہ جیسے ٹوٹ رہا ہو ٹوٹا دل دیوانہ
کبھی پیار نہ کریں گے اعتبار نہ کریں گے
کتنا مشکل ہے تم کو اور اپنے خود کو سمجھانا
دل کی منزل اور کہیں ہے اور کہیں اب جانا
کبھی پیار نہ کریں گے اعتبار نہ کریں گے
میرے خیالوں میں صرف تم ہو
بھلاؤں تم کو کیسے
چلے گئے ہو دور اتنا بلاؤں تم کو کیسے
کیوں میں نے کی ہے یہ بے وفائی
بتاؤں تم کو کیسے
میری سنو گے تو رو پڑو گے رلاؤں تم کو کیسے
جس کی قسمت میں ہو رونا اس کو کیا بہلانا
شیشہ جیسے ٹوٹ رہا ہو ٹوٹا دل دیوانہ
کبھی پیار نہ کریں گے اعتبار نہ کریں گے
تمہیں بھلا کے میں سو سکوں گی یہ تو نہیں ہے ممکن
مجھے پتا ہے میں جانتی ہوں جینا ہے کیسے تم بن
اگر تمہیں بھی ہے درد اتنا تو کیوں جدا ہو مجھ سے
تمہارے دل میں نہ کوئی شکوہ تو کیوں خفا ہو مجھ سے
لکھا جو رب نے وہی تو ہو گا لکھا ہے جو افسانہ
کبھی پیار نہ کریں گے
اعتبار نہ کریں گے

میں یہ گانا سنا اور اس گانے میں ہی کھو گیا ٹھیک ہماری پریم کہانی پر ہی کسی نے گایا ہو جیسے

[illegible] کیا جو کہ یہ تھا۔

رات کٹتی ہے تارے گن گن کے
اور سونے سے بھی ڈر لگتا ہے
نیند آئی تو تیرے خواب میں چلے آئیں گے
تم تو جس دن سے گئے ہو میری یہ حالت
ہے۔

نہ تو ہے یہ چین کہیں پر کہیں راحت ہے
درد بڑھتا ہے تو پھر حد سے زیادہ گزر جاتا ہے
اور رونے سے بھی ڈر لگتا ہے
میرے اشکوں میں
تیرے خواب بھی بہہ جائیں گے
اب تو مقصد بھی نہیں کچھ بھی میرے جینے کا
وقت بھی پاس نہیں زخموں کو سینے کے لیے
غم کس سیلاب بڑی زور سے ٹکراتا ہے
دیکھو اب دل کا دھڑکنا بھی رکا جاتا ہے
دل دھڑکتا ہے تو رک رک کے
اسکے رکنے سے بھی ڈر لگتا ہے
دل رکا تو تیرے خواب بھی رک جائیں گے
رات کٹتی ہے تارے گن گن کے
اور سونے سے بھی ڈر لگتا ہے

یہ گانا میں نے اسے ای میل کیا اس کو نے دو ماہ کے بعد رسیو کیا اور کوئی جواب نہ آیا شاید اس کی دوست نے ہی رسیو کیا ہو گا لیکن آج تک اس کا دوبارہ نہ کوئی میسج آیا اور نہ ہی ای میل اس کی دوست کی شادی ہو گئی اور میرا اس سے رابطہ کا یہ راستہ بھی بند ہو گیا تقدیر بھی کیسے کیسے امتحان لیتی ہے انسان تقدیر کے فیصلوں پر مجبور ہو جاتا ہے اور آخرکار ان فیصلوں پر ہی اپنا سر جھکانا پڑتا ہے میں نے تو اب یہ ہی فیصلہ کیا ہے کہ اس کو بھلا کر اب اپنی زندگی شروع کروں اور اپنے والدین کی بات مان لوں شاید اس میں ہی میری بھلائی ہو میں اس کوشش میں لگا ہوا ہوں کہ جو کچھ ہو چکا ان سب باتوں کو بھلا دوں لیکن بہت ہی دشواری ہو رہی ہے۔

بڑی دشواریاں ہیں کٹھن ہے زندگی
عشق و محبت میں ملتی ہیں اذیتیں کتنی
درد کی ٹھوکریں کھاتا ہے عاشق
لگاتی ہے دنیا اس پر تہمتیں کتنی
نہ جانے قسمت کا دیوتا لے گا امتحان اور کتنے
تابش میرے نصیب ہیں ناکامیاں اور کتنی

جب بھی دل اس کو پکارتا ہے تو اس کو یہ ہی کہہ کر بہلاتا ہوں کہ وہ اک ہوا کا جھونکا تھا جو مجھے ستانے آیا تھا۔

اپنی حد سے نہ گزرے کوئی عشق میں
جو ملتا ہے نصیب سے ملتا ہے

دل کو یہ ہی کہہ کر بہلانا میری عادت ہے میرا معمول بن چکا ہے کہ۔۔۔

سختیوں کو جھیلنے کے لیے چاہیے پتھر کا دل
ہاتھ بھر کا ہو کلیجہ دل لگانے کے لیے

ہاں جاتے جاتے وہ مجھ پر ایک احسان کر گئی وہ مجھے شاعری میں اک نام دے گئی اک مقام دے گئی اک نقطہ نظر دے گئی اب جب بھی میں اس کا یاد کرتا ہوں اور اس کی یاد حد سے بڑھ جاتی ہے تو میں شاعری سے ہی اپنا دل بہلا لیتا ہوں۔ وصی شاہ۔ ایس ایم صادق۔ افضل عاجز۔ عبدالغفور اختر۔ محسن نقوی۔ مرزا غالب۔ عمران شاور۔ شیر افگن اور بہت سے معروف شاعر ہیں جن کی شاعری میں پڑھتا ہوں اور ان کی شاعری سے میری راہنمائی بھی ہو جاتی ہے اور ان سب

شاعروں سے تو میں مل بھی چکا ہوں اور ان کی شاگردی میں ہوں ان کا سایہ شفقت مجھ پر آج بھی قائم ہے میں ان کی عزت کرتا ہوں اور وہ بھی مجھے اپنے بیٹوں کی طرح مانتے ہیں وصی شاہ صاحب تو میرے اچھے دوست اور میرے محسن بھی ہیں وہ بہت یاد آتی ہے لیکن یہ شعر جو کہ دسمبر میں اچانک بن گیا تھا میرے زخموں پر کچھ مرہم کر دیتا ہے کہ۔

لے گیا ہے کل چین اس ملاقات کے توڑ کر اے دل سمجھ جا اب تو بھی کہ وہ تیری قسمت میں نہ تھا زندگی بہت خاموش سی ہو کر رہ گئی تھی وہ مسکراہٹیں وہ ہنسی وہ مذاق اور دوستوں سے دل لگی سب ایک خواب سا بن کر رہ گئے ہیں زندگی بہت خاموش۔ اور تنہا ہو گئی ہے۔

صدق سے دوست صادق چلو
اب موت سے کرنیں
جئیں گے زندگی کا کب تلک الزام لے لے کر

وہ بچپن ہی کتنا اچھا تھا جب نہ کوئی فکر نہ کوئی دکھ تھا سکون کی نیند سوتے تھے اور موج مستیاں کرتے تھے اور آزاد زندگی جیتے تھے ہر طرف ہی خوشیاں ہی خوشیاں بہار تھی۔

گھر بھی سونا ہے میری زیست کے آنگن کی طرح
وقت لوٹ کر نہ آیا میرے بچپن کی طرح

میرے دوست جب بھی مجھ سے اس بارے میں پوچھتے ہیں تو میرا یہی جواب ہوتا ہے

ہم سے کیا پوچھتے ہو محبتوں کی اذیتیں
اک مدت ہوئی مسکرا نہیں دیکھا ہم نے

جی تو میرے پیارے قارئین یہ تھی میری داستان محبت مجھے محبت میں ناکامی ملی ہوئی جس کی وجہ نہ تو اس کا انکار تھا اور نہ ہی میرا انکار تھا بلکہ اس بے رحم زمانے نے ہمیں جدا کر دیا اور یہ تو ہمیشہ سے ہی ہوتا آیا ہے۔

دلوں کے کھیل میں ہم کو ملے ہیں جو زخم یادوں کے چھپا کر دل میں رکھتے ہیں کبھی انعام لے نے کر

اور یہ سب کچھ زبردستی اس کے گھر والوں نے اسے کہنے پر مجبور کیا اب وہ کہاں ہے کیسی ہے خوش ہے اپنی زندگی میں یا نہیں مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اپنے دل پر پتھر رکھ کر اب میں اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکا ہوں۔

آپ سب سے التماس ہے کہ میرے لیے دعا کریں تا کہ میں اپنی زندگی میں خوش رہ سکوں او ر مجھے کوئی اچھا جیون ساتھی مل جائے جو مجھے اتنا پیار دے کہ مجھے اس کی یاد تک نہ آنے دے امید ہے کہ آپ سب کو میری آپ بیتی دکھ بھری داستان پسند آئی ہو گا آپ سے گزارش ہے کہ اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے گا آخر میں اس کے ہی ایک شعر کہنا چاہوں گا۔

تیرا پہلو آباد رہے ایم تیرے دل کی طرح
تجھ پر نہ گزرے قیامت شب تنہائی کی۔

پرنس تابش چشتیاں۔

سنہرے الفاظ

- کسی بھی زخم یا دکھ کو بھلانے کے لئے وقت ایک مرہم ہے۔
- انسان حرام کی جتنی بھی روٹی کھا لے اور حلال کا ایک لقمہ کھا لے تو بہتر ہے۔
- انجان کا پھول غیروں کے کانٹوں سے تکلیف دہ ہوتا ہے۔
- دولت زندگی بھر ساتھ نہیں رہتی کبھی بھی جا سکتی ہے۔
- محنت کی کمائی کھانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔
- اس دل پر آنسو بہاؤ جو تم نے بغیر کسی کے قصور کے ٹھکرا دیا۔

پیار کا سراب

--تحریر۔فلک زاہد۔لاہور--

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں قارئین کی بہت مشکور ہوں جو میری قسط وار پیار کا سراب کو پسند کر رہے ہیں اور مجھے لکھنے کو کہہ رہے ہیں میں اگر نام لینا چاہوں تو بہت لمبی قطار لگ جائے گی لیکن میں بہت ہی خوش ہوں کہ قارئین کرام میری کہانی کو سراہتے ہیں۔اور میرا بھی شوق بڑھتا جا رہا ہے دل چاہتا ہے کہ میں لکھتی ہی جاؤں اور انشاء اللہ میں ایسا ہی کر رہی ہوں جواب عرض کی محفل میں باقاعدگی سے لکھنے لگی ہوں اور بہت سی سٹوریاں میرے پاس جمع ہو گئی ہیں جن کو میں باری باری لکھ رہی ہوں یہ کہانی کیسی لگی اپنی رائے سے لوازیئے گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے پتہ آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

شمائلہ نے سادہ سا لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور گھر سے نکلنے ہی والی تھی کہ اس کی والدہ نے اسے آواز لگائی کہاں جا رہی ہو۔
تسنیم کے گھر شمائل بغیر پیچھے پلٹے بولی
۔کیوں تم نہیں جانتی کہ وقت کتنا کم ہے اور مہمان آتے ہی ہوں گے عظمیٰ بی بی نے شمائلہ کا بازو زور سے پکڑ کر اپنی جانب پیچھے کو کیا۔
جانتی ہوں سب جانتی ہوں شمائلہ نے دانت پیچ کر کہا اور اپنا بازو عظمیٰ بی بی کی گرفت سے آزاد کیا اور گھر سے نکل گئی۔
پہلی ہی بار میں یہ روپ دیکھا تھا وہ اسے حیرانی سے جاتا دیکھتی رہی۔
عظمیٰ بی بی نے شکیل ڈرائیور کو اپنے پاس بلایا اور بغیر اسے کوئی وجہ بتائے ہوشیاری سے شمائلہ کا پیچھا کرنے کے لیے کہا۔
میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کہاں جاتی ہے
کس سے ملتی ہے اب جاؤ۔
عظمیٰ بی بی نے سختی سے کہا اور شکیل وہاں سے چلا گیا وہ سوچ رہا تھا کہ مالکن نے اسے اس کام کی کوئی رقم نہیں دی اور شمائلہ بی بی تو نوٹوں کی گٹھیاں پھینک دیتی تھیں اسی لیے اس نے شمائلہ کا پیچھا کرنے کے بجائے اپنے گھر کی راہ اختیار کی پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ جانتا تھا شمائلہ کس سے ملنے گئی ہے اور دوسری بات اس نے شمائلہ کا نمک کھایا تھا وہ ساتھ ساتھ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر وہ شمائلہ کو بتائے گا کہ اس کی ماں نے اسے اس کا پیچھا کرنے کو کہا تھا مگر اس نے نہیں کیا تو شمائلہ ضرور اسے انعام دے گی۔
شمائلہ تسنیم کے گھر سے باہر پہنچی وہی رک گئی کیونکہ اندر سے لڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں شمائلہ ہمہ تن گوش ہو گئی۔
آپ ہی تو کہا کرتے تھے کہ آپ کو بھی

شمائلہ سے محبت ہو گئی ہے پھر اچانک سے اسے نظر انداز کیوں کرنے لگے تسنیم نے تحقی سے پوچھا۔

جھوٹ کہا تھا میں نے مجھے کسی سے محبت نہیں ہے مجھی ابراہیم نے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا مجھے صرف اس کی دولت چاہیے تھی وہ نہیں میں نے اس معاملے پر بہت غور کیا ہے اس کا باپ اس شادی پر راضی نہیں ہوگا اور نہ وہ بے وقوف سب چھوڑ کر میرے پاس آنے کی بات کرتی ہے وہ لوگ پیسے والے ہیں کسی بھی جھوٹ مقدمے میں مجھے پھنسا سکتے ہیں یا پھر سیدھی گولی مار سکتے ہیں۔

تم سمجھنے کی کوشش کرو میرا دماغ مت خراب کرو ابراہیم غصے سے آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹا ہوا تھا اس کے والدین اس کی شادی کر رہے ہیں لیکن وہ نہیں چاہتی تسنیم نے دھیمی آواز میں کہا

تو میں کیا کروں اس سے کہو جہاں وہ کر رہے ہیں آرام سے کر لے والدین ہیں اس کے غلط فیصلہ نہیں کریں گے ابراہیم نے غصے سے آگ بگولہ تھا جذباتی فیصلہ ہے اس کا اور کہتی ہے کہ سب سوچ سمجھ کر کر رہی ہوں دو دن رہے گی نہ میرے ساتھ تو اس کی عقل اپنے آپ ٹھکانے آجائے گی پھر روئے گی پچھتائے گی لعن طعن کرے گی ابراہیم نے زور سے گلاس دیوار پر دے مارا تھا۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت دیر ہو جائے اور شمائلہ کی بجائے آپ روئیں پچھتاتے پھریں سچی محبت بار بار نہیں ملتی تسنیم نے سمجھانا چاہا ابراہیم کو مزید غصہ آ گیا اس نے پوری قوت سے تسنیم کو تھپڑ مارا تسنیم بلبلا اٹھی۔

بکواس بند کرو کھائی بھاڑ میں جائے تمہاری محبت میں نے میں نے اسے کئی بار سمجھانا بھی چاہا کہ وہ باز آجاؤ میں تمہارے لائق نہیں ہوں بے شک صاف لفظوں میں نہیں لیکن تقریباً کہہ ہی دیا تھا مگر وہ پھر بھی نہ باز آئی تو میں نے سوچا کہ نظر انداز ہی کرنا بہتر ہے تاکہ اس کے دل میں میرے لیے نفرت ہو جائے ابراہیم غصے سے کہتا جا رہا تھا۔

کیا پتہ اس کے والدین مان ہی گئے تو تسنیم گال ملتے ہوئے بولی۔

ناممکن بات ہے یہ میں اس آدمی کو اچھے سے جانتا ہوں گاؤں کا ہر آدمی اس سے واقف ہے وہ کبھی بے عزتی برداشت نہیں کرے کہ کہ اس کی بیٹی نے اس کی پسند کی شادی رچائی لوگ کیا سوچیں گے اس کے بارے میں کہ اس نے ایک معمولی برزی سے اپنی بیٹی بیاہ دی وہ آدمی مر تو سکتا ہے لیکن جھک نہیں سکتا وہ جذبات میں آکر بھی نہیں مانے گا وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو مار دے گا وہ زمیندار آدمی کیسے برداشت کرے گا وہ اس کی بیٹی اس کی بدنامی کا باعث بنیاں نے بڑی منتوں اور مرادوں کے بعد اولاد حاصل کی تھی اس دن کے لیے نہیں کہ اسے یہ دن دیکھنا پڑے اگر یہ اس کی اکیلی بیٹی ہوتی تو تبھی وہ کبھی نہ مانتا اب تو پھر اس کا بیٹا ہے اس کا نام روشن کرنے کے لیے اس لیے اسے شمائلہ کے مر جانے کا کوئی دکھ نہیں ہوگا ابراہیم نے غصے میں وہ باتیں کہہ دی جو شمائلہ کے دل کو چیرتی ہوئی چلی گئیں اس کے گرنے کی آواز ابراہیم اور تسنیم نے صاف سنی تھی ابراہیم دروازے کی طرف بڑھا اس نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر بے حکا بکا رہ گیا کہ دروازے کے باہر شمائلہ بے ہوش پڑی تھی ابراہیم شمائلہ کو اٹھا

کر اندر لایا اسے چارپائی پر لٹایا ابراہیم گھر سے باہر چلا گیا جبکہ تسنیم شائلہ کے چہرے پر پانی کے قطرے چھڑکنے لگی شائلہ نے اپنی آنکھیں کھولی وہ ہوش میں آ چکی تھی وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

گھبراؤ نہیں شائلہ تم ٹھیک ہو تسنیم نے شائلہ کو تسلی دی تسنیم کو دیکھ کر شائلہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی شائلہ کو بری طرح روتا دیکھ کر تسنیم بھی رو پڑی شائلہ روتے ہوئے پاگلوں کی طرح خود کو مارنے لگی تراشنے لگی نوچنے لگی اس نے خود کو تھپڑ بھی رسید کیے اور گھر کے برتن بھی بے ترتیب کر دیئے وہ مسلسل چیخ رہی تھی جبکہ تسنیم اسے روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی رونے اور برتن گرنے کی آوازیں سن کر ابراہیم اندر آیا تو گھر کو بے ترتیب شائلہ کو پاگلوں کی طرح چلاتے ہوئے دیکھ کر اس کا پارہ چڑھ گیا اس نے شائلہ کے گال پر تھپڑ جڑ دیا جس پر تسنیم ششدر رہ گئی بند کرو یہ تماشہ اور دفع ہو جاؤ یہاں سے ابراہیم دھاڑا شائلہ ساکت کھڑی اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر اس نظروں سے ابراہیم کو دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی حیرانی تھی اور پاگلوں کی طرح دبی دبی ہنسی ہنستی ہوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر گھر سے باہر نکل گئی شائلہ کی حالت قابل رحم تھی تسنیم کو ابراہیم پر بہت غصہ آ رہا تھا شائلہ کو یوں دیکھ کر کیونکہ وہی اس کی حالت کی ذمہ دار تھا شائلہ کا دل ویران اور اجڑ گیا تھا اس کا دل اتنی بری طرح ٹوٹا تھا جیسے کانچ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں اور پھر انہیں دوبارہ جوڑنا ممکن نہیں ہوتا وہ سیدھی چلتی ہوئی اپنے اور سیدھی اپنے کمرے میں پہنچ کر بیڈ پر گر پڑی۔

میں نے بہت اچھی طرح نظر رکھی مالکن بی بی جی سہیلیوں کے ساتھ ہی تھیں شکیل نے باادب نظریں جھکا کر کہا۔

ٹھیک ہے جاؤ ابیگ تم عظمیٰ بی بی نے کہا اور شائلہ کے کمرے میں آئیں شائلہ کو بے خبر سوتا دیکھ کر واپس چلی گئی۔

جاوید لڑکے کی والدہ کا فون آیا تھا کہہ رہی تھی کہ کچھ مصروفیات کی وجہ سے وہ لوگ آج نہیں آ سکتے اس لیے شام کا کہہ دیا ہے عظمیٰ بی بی کمرے سے داخل ہوتی ہوئی بولی۔

کوئی بات نہیں شائلہ کی طبیعت کیسے ہے وہ راضی تو ہے نہ جاوید خان نے نرمی سے پوچھا۔

ہاں جی وہ ٹھیک ہے اور وہ راضی بھی اسے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے عظمیٰ بی بی نے جھوٹ بولا۔

جاوید حیات خوش اور مطمئن ہو گئے۔

شائلہ کی جب آنکھ کھلی تو صبح کے آٹھ بج رہے تھے اس کے سر میں درد ہو رہا تھا گزشتہ دن کی کوئی بات اس کو یاد نہ تھی مگر اب سو کر اٹھنے کے باعث وہ تازہ دم تھی وہ اپنی انگلیاں اپنے ملائم بالوں میں پھیرتے ہوئے گزشتہ دن کے بارے میں یاد کرنے لگی مگر کچھ یاد نہ آیا وہ نیچے لان میں ٹہلنے کے لیے آ گئی وہ کھوئے کھوئے سے انداز سے چلتی ہوئی کبھی آسمان کو دیکھتی کبھی پھولوں کو چھوتی تو کبھی اپنے بھورے ریشمی بالوں میں انگلیاں سلجھاتی۔

بی بی جی... بی بی جی شائلہ نے چونک کر اس آواز کی سمت دیکھا تو شکیل ڈرائیور اس کی

جانب لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آ رہا تھا۔

کیا بات ہے شکیل کے پاس آ جانے پر شائلہ نے ہنوز خیالوں کی دنیا میں کھوئے ہوئے کہا۔

بی بی جی کل آپ کی والدہ نے میرا مطلب مالکن نے مجھے آپ کا پیچھا کرنے کے لیے کہا تھا جب آپ ابراہیم کے گھر جا رہی تھیں لیکن خدا قسم میں نے آپ کا پیچھا نہیں کیا نہ ہی کسی کو کچھ بتایا کہ آپ ابراہیم کے گھر جا رہی ہیں شکیل نے اپنی سانسوں کو بحال کرتے ہوئے کہا۔

ابراہیم کا نام سن کر شائلہ کو جھٹکا سا لگا اور ساتھ ہی اس کے ذہن کے پردے پر گزشتہ دن کا تمام منظر کسی فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔

اگر تم نے میرا پیچھا نہیں کیا تو تمہیں کیسے پتہ کہ میں ابراہیم کے گھر جا رہی تھی شائلہ نے اپنی نگاہیں شکیل کے چہرے پر مرکوز کرتے ہوئے کہا۔

میں نے تو یونہی اندازہ لگایا کیونکہ آپ کہاں جا سکتی ہیں شکیل نے جواب دیا۔

شائلہ کچھ کہے بغیر اپنے کمرے میں آئی اور الماری سے دس ہزار روپے کی رقم نکال کر لان میں آئی اور پیسے شکیل کو دے دیے اتنی بڑی رقم دیکھ کر شکیل کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا اس نے جھٹ سے پیسے تھام لیے اسی پوری امید تھی کہ شائلہ اسے ضرور انعام دے گی اس نے ہمیشہ کے لیے شائلہ کا وفادار بننے کی ٹھان لی کسی سے کچھ مت کہنا بجھے جاؤ شائلہ نے کہا اور شکیل وہاں سے چلا گیا۔

گزشتہ دن کا سب یاد آ جانے پر شائلہ کی آنکھیں ایک بار پھر بھیگ گئیں اسے مہمانوں کا بھی خیال آیا تو وہ اپنی والدہ کے پاس چلی آئی جو اس وقت کچن میں تھیں ماما کل مہمانوں نے آنا تھا شائلہ نے نرمی سے پوچھا عظمیٰ بی بی حیرت سے چونکی کیوں شائلہ خود مہمانوں کے متعلق پوچھ رہی تھی۔

ہاں کل انہیں کوئی کام پڑ گیا تھا اس لیے وہ کل نہیں آ سکے لیکن آج شام کو وہ لوگ آ رہے ہیں تم تیار رہنا عظمیٰ بی بی نے سبزی کاٹتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے شائلہ زاری سے کہہ کر کچن سے نکل گئی۔

بہت بڑی مہنگی اور اعلیٰ قسم کی جیپ حویلی کے سامنے آ کر رکی تھی اس میں سے تین افراد باہر آئے جن میں دو مرد حضرات اور ایک خاتون تھیں۔

جاوید حیات مہمانوں کے استقبال کے لیے حویلی کے دروازے پر موجود تھے انہوں نے گرمجوشی کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور انہیں لے کر ہال میں آ گئے وہ سب صوفوں پر براجمان ہو گئے اور ملازمین نے چائے کے ساتھ دیگر لوازمات میز پر سجا دیے وہ خاتون صاحبہ بے حد قیمتی سوٹ میں ملبوس تھیں اس نے چہرے پر کافی بھاری میک اپ کیا ہوا تھا جس وجہ سے وہ خاصی ماڈرن لگ رہی تھی اور وہ خاتون لڑکے کی ماں عابدہ بی صاحبہ تھیں کافی دیر سب میں رسمی علیک سلیک ہوتی رہی پھر لڑکے کے باپ یوسف نے جاوید حیات سے شائلہ کو لانے کے لیے کہا جس پر عظمیٰ بی بی اٹھ کر کچن میں چلی آئیں جہاں پر شائلہ پہلے سے موجود تھی اس نے جامنی رنگ کی سادہ شلوار قمیض زیب تن کر رکھی تھی جس میں وہ

پری سی صورت معلوم ہو رہی تھی اس کے چہرے پر ایک نئی تازگی اور شگفتگی تھی وہ اپنی والدہ کو دیکھ کر مسکرائی جس پر عظمیٰ بی بی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکیں ایک تو وہ حسین اور دلکش ہی بہت لگ رہی تھی اور اوپر سے وہ مسکرا بھی رہی تھی عظمیٰ بی بی کو اسے یوں دیکھ کر خاصی تسلی ہوئی۔

شمائلہ مہمان بلا رہے ہیں عظمیٰ بی بی نے حد درجہ پیار سے کہا میں تمہاری ماما آ رہی ہوں شمائلہ نے دوپٹہ اوڑھ لیا اور ہاتھ میں شربت کے گلاس میز پر رکھ کر خود عظمیٰ بی بی کے برابر نظریں جھکا کر بیٹھ گئی عابدہ بیگم شمائلہ کو بہت گھور گھور کے دیکھ رہی تھیں ساتھ ان کا بیٹا موسیٰ محمود بھی اپنی نظر کے چشمے کے پیچھے سے شمائلہ کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا عظمیٰ بی بی نے اشارہ کیا تو شمائلہ نے اٹھ کر سب میں شربت کے گلاس تقسیم کیے اور پھر سے عظمیٰ بی بی کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی شمائلہ نے صرف ایک بار جھکی سی نظر اٹھا کر موسیٰ محمود کو دیکھا تھا اور پھر جھٹ سے نظریں دوبارہ جھکا لیں دراز قد گوری رنگت آنکھوں میں نظر کے چشمے لگائے براؤن بال اور براؤن ہی آنکھوں والا ہینڈسم نوجواب تھا مگر ابراہیم کے مقابل موسیٰ کا حسن بھی ماند پڑ تا تھا۔

شمائلہ تم کیا کرتی ہو یوسف محمود نے پوچھا۔

شمائلہ کچھ ہچکچائی ۔۔وہ۔۔میں ہیلپ سینٹر چلاتی تھی ضرورت مندوں کی مدد کے لیے لیکن اب نہیں۔

کتنا پڑھی ہو اس بار عابد صاحب نے تیوری چڑھا کر سوال کیا انہیں شمائلہ کچھ خاص نہ بھائی تھی۔

میٹرک شمائلہ نے صاف گوئی سے جواب دیا

عابدہ صاحبہ کے ساتھ ساتھ موسیٰ محمود کی بھی ناک بھنویں چڑھ گئیں۔

آگے کیوں نہیں پڑھی عابدہ صاحبہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔گاؤں میں میٹرک سے آگے سکول نہیں اور ہم اپنی بچی کو شہر جا کر پڑھانے پر آمادہ نہیں تھے شمائلہ کی جگہ جاوید حیات نے جواب دیا

۔

گھر کے کام کر لیتی ہو عابدہ صاحبہ نے مزید پوچھا۔

جی سب کام کر لیتی ہوں شمائلہ نے جواباً کہا ۔اس کے بعد عظمیٰ بی بی نے شمائلہ کو جانے کا اشارہ کیا تو شمائلہ چپ چاپ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی اس کے بعد سب اپنی اپنی گفتگو کرنے لگے جس میں زاہد کا بھی ذکر آیا کہ وہ برطانیہ میں پڑھنے کے لیے گیا ہوا ہے رات کے کھانے کے بعد سب نے مہمانوں کو رخصت کیا اب انہیں اگر انتظار تھا تو صرف ان کے جواب کا کیونکہ انہوں نے سوچنے کے لیے کل تک کا وقت مانگا تھا موسیٰ کے لیے جاوید سمیت سب نے ہاں کر دی تھی سوائے شمائلہ کے جس کا علم کسی کو نہیں تھا

رات کا نصف حصہ تھا آسمان پر چاند ستاروں سے نہایت دلکش لگ رہا تھا ایک خوبصورت لڑکی رات کے اس پہر باغ میں ٹہل رہی تھی وہ ٹہلتے ٹہلتے سیبوں کے درخت کے پاس آئی اور درخت میں سے ایک سیب توڑ کے اسے کھانے لگی وہ لڑکی آسمانی رنگ کی فراک میں ملبوس تھی جس میں وہ پرستان سے آئی ہوئی پری لگ رہی تھی اس باغ میں ایک لڑکا اس لڑکی کو محبت بھری نظروں سے سیب کھاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

آہستگی سے چلتا ہوا اس لڑکی کے پاس آ کر بیٹھ گیا

-

شمی لڑکے نے پیار سے کہا۔ جس پر اس دوشیزہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا ابراہیم آپ یہاں۔ شمائلہ نے خوشگوار حیرت سے کہا۔

میں تمہارے پاس آ گیا ہوں میری شمی ابراہیم نے پیار سے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا شمائلہ شرما سی گئی۔

تمہاری یہ مسکراہٹ میرے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے تمہارے ساتھ یہ زندگی کی چند باتیں کافی نہیں ابراہیم کافی نہیں۔ ابراہیم نے اپنا سر شمائلہ کی گود میں رکھ لیا اور وہ اپنی انگلیوں سے ابراہیم کے بالوں کو سلجھانے لگی۔

ہر چھوٹی چھوٹی سی چیز کی شروعات پیار سے ہوتی ہے جانتی ہو شمی ابراہیم نے پیار بھری نگاہوں سے شمائلہ کو دیکھتے ہوئے کہا شمائلہ نے ہلکی سی سر کو ہلا میں جنبش دی ابراہیم نے اپنا سر شمائلہ کی گود سے اٹھا لیا اور اس کی گردن کے گرد بانہیں حائل کر کے بولا تم نے میری زندگی روشن کر دی ہے۔

میں جانتی تھی کہ اگر میرا پیار سچا ہوا تو میں ضرور کامیاب ہوں گی کیونکہ ہر کوئی سچے پیار کے نہ ملنے سے نفرت کرتا ہے مجھے پوری امید تھی کہ آپ بھی میرے پیار سے کہیں بچ پاؤ گے اور دیکھو ایسا ہی ہوا شمائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی کمر ابراہیم کے سینے پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی ابراہیم کی بانہیں ہنوز اس کی گردن میں حائل تھیں۔

پیار تھوڑے سے ڈر کے ساتھ بھی شروع ہوتا ہے اور آنسوؤں سے بھی ابراہیم نے شمائلہ کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب میں کچھ نہیں شمائلہ نے الجھ کر کہا

-

ادھر میری آنکھوں میں دیکھو بتاتا ہوں بلکہ نہیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ ابراہیم شمائلہ کے قریب آنے لگا شمائلہ کو اپنی دھڑکنیں تیز ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اس نے ڈر کے مارے اپنی آنکھیں بند کر لیں ابراہیم اس کے اتنا قریب آ گیا تھا کہ اب ان دونوں کی سانسیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں اس سے پہلے کہ دونوں کے لب ایک دوسرے کو چھوتے ابراہیم جھٹ سے نیند سے بیدار ہو گیا تھا وہ سر سے پاؤں تک پسینے میں شرابور تھا اس کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو رہا تھا اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی رات کے تین بج رہے تھے وہ پانی پینے کے لیے اٹھا اور یہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا کہ گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں تو اس پر حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ تسنیم اپنے بستر پر نہیں ہے تھی وہ پاگلوں کی طرح بھاگتا ہوا کچن میں گیا لائٹ آن لیکن وہاں بھی تسنیم کو نہ پا کر اسے تشویش لاحق ہوئی اس کی پریشانی اور حیرت اور بڑھ گئی وہ باتھ روم گیا مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا اب اسے فکر ستانے لگی تھی کہ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ابھرنے لگے تھے کہ شاید کہیں کوئی چور یا پھر ڈاکو نہ گھر میں گھس آیا ہو اور تسنیم کو اغوا کر کے لے گیا ہو مگر صحیح سلامت دروازہ اس کی سوچ کی نفی کر رہا تھا اگر ایسا ہوتا تو ضرور تسنیم چیختی یا پھر کسی اور طریقے سے اس کی آنکھ کھل ہی جاتی مگر پرسکون ماحول اور دروازے کو دیکھ کر یہی لگتا تھا کہ تسنیم ہی کھول کر باہر گئی ہے اب ابراہیم کی تیوری پر بل پڑنے لگے تھے اسے تو تسنیم پر پہلے سے ہی شک تھا اور اب اسکا شک

یقین میں بدلنے لگا تھا۔

اس نے ہاتھ میں ٹارچ لائٹ تھامی اور گھر کا دروازہ لاک کر کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا تسنیم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اسے اس وقت تسنیم پر بہت غصہ آرہا تھا وہ تیز تیز چلتا ہوا اپنے گردونواح کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا اس نے اپنا رخ کھیتوں کی جانب کیا کچھ ہی آگے چلا تھا کہ سعا اس کے قدموں نے کچھ چھوا وہ بے اختیار رو ہی رک گیا اس نے اس چیز کی جانب ٹارچ ماری تو بے اختیار اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ہو اس کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو امڈ آئے اور وہ بے اختیار چیخ چیخ کر رونے لگا زندگی میں پہلی بار ابراہیم پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا اسے اپنا دل کن چٹیوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا آندھیاں سی اس کے دماغ میں سائیں سائیں کر رہی تھیں وہ بس اونچی روتا چلا گیا اس کا دماغ مفلوج ہو چکا تھا اس نے تسنیم کو پیار سے اپنی بانہوں میں لے لیا ابراہیم کے اتنا اونچی اور بے تحاشہ رونے پر بھی کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نہ آیا۔

شائلہ ساری رات سو نہ سکی اسے یہی خیال کھائے جا رہا تھا کہ وہ اس شخص کی بیوی بن کے ہمیشہ کے لیے اس کی ہو جائے گی جسے وہ نہ جانتی ہے نہ ہی پہچانتی ہے کیا وہ اسے سمجھ پائے گی یا وہ اسے سمجھ پائے گا۔ کیا وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کر سکیں گے بہرحال جو بھی ہو وہ اپنے دل سے ابراہیم کو کبھی بھلا نہیں پائے گی آخر وہ اس کی پہلی محبت جو ہے۔

ایک عورت سمجھوتے کے سوا کر بھی کیا سکتی ہے اس کی زندگی ہی سمجھوتا کر کے ختم ہو جاتی ہے آخر خدا نے بھی تو عورت کو مرد کی خوشی کے لیے بنایا ہے لہٰذا وہ ابراہیم کا نام کبھی اپنے ہونٹوں پہ نہیں لائے گی وہ ہمیشہ کے لیے اسے ایک ماضی کا تلخ حصہ سمجھ کر اپنے دل کے کسی کونے میں قید کر لے گی یہ سب سوچتے سوچتے شائلہ نہ جانے کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

او کم آن ڈیڈ۔ میں اس لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا موسیٰ محمود نے چیخ کر اپنے باپ یوسف محمود کو کہا۔

کیوں کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں آخر کیا خرابی ہے اس لڑکی میں یوسف نے تلخی سے پوچھا۔

میرے ساتھ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے ہاں اس کے ساتھ مسئلہ ضرور ہے وہ ایک گاؤں کی رہنے والی میٹرک پاس لڑکی ہے اس سے بہت اچھی خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکیاں مجھے یہاں لاہور میں ہی مل جائیں گی موسیٰ محمود نے چلاتے ہوئے کہا۔

آواز نیچی رکھو اپنی۔ بدتمیز بدتمیز یہ تمیز ہے تمہیں اپنے باپ سے بات کرنے کی وہ سلجھی ہوئی باحیا باپردہ لڑکی ہے اس گھر کو جنت بنا دے گی یوسف محمود دھاڑے۔ مجھے ایسی کسی لڑکی سے شادی نہیں کرنی آج کے دور کی لڑکی سے شادی کرنی ہے سب سے بڑی بات تو مجھے گاؤں کے لوگوں سے کوئی رشتہ داری استوار نہیں کرنی اور جہاں تک گھر کو جنت بنانے والی بات ہے تو وہ تین چار پیسوں میں کوئی ملازمہ بھی بنا دے گی مجھے بیوی چاہیے ملازمہ نہیں موسیٰ محمود نے اسی قدر تحمل مگر دوٹوک لہجے میں جواب دیا میں نہ

کہتی تھی کہ جہاں بات کرنا فضول ہے ہمارا بیٹا راضی نہ ہوگا لیکن آپ ہی نے ضد پکڑی ہوئی تھی عابدہ صاحبہ نے ہاتھ نچا کر کہا۔

تم بیچ میں مت بولو چپ رہو یوسف محمود نے ہاتھ کے اشارے سے عابدہ بیگم کو اپنا منہ بند رکھنے کو کہا عابدہ بیگم تیوری چڑھا کر رہ گئیں۔

ڈیڈ اگر یہی چاہتے ہیں آپ تو ٹھیک ہے میں شادی کرنے کے لیے تیار ہوں مگر ایک شرط میری بھی ہے موسیٰ نے چشمہ درست کرتے ہوئے کہا۔

کیسی شرط۔ یوسف محمود نے ترچھی نگاہوں سے موسیٰ محمود کو دیکھا میں دوسری شادی بھی کروں گا اپنی پسند کی اور آپ خود مجھے اس کی بخوشی اجازت دیں گے کیونکہ میں آپ کی ضد ماننے کو تیار ہوں موسیٰ نے مسکراتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

یوسف محمود کا بے اختیار دل چاہا کہ وہ ایک زوردار طمانچہ موسیٰ کے منہ پر رسید کریں مگر انہوں نے خود کو اس حرکت سے باز رکھا وہ غصے سے دانت بھینچ کر رہ گئے تھے ایسے گھٹیا پن سے اچھا ہے کہ تم شادی ہی نہ کرو کم از کم ایک معصوم لڑکی کی زندگی خراب ہونے سے بچ جائے گی جاؤ دفع ہو جاؤ دفع کرو اپنی مرضی میرا تم لوگوں سے تعلق ختم بھاڑ میں جاؤ تم ماں بیٹا یوسف محمود غصے سے کہہ کر پاؤں پٹختے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

سورج کی کرنیں آج بہت بھلی لگ رہی تھی شائلہ کچھ ہی دیر سوئی تھی پھر اس کی آنکھ کھل گئی اس نے جو دن چڑھا دیکھا تو وہ اپنے بستر سے اٹھ کر نیچے چلی آئی ہال میں سب بجھے چہرے لیے بیٹھے ہوئے تھے شائلہ نے جوان سب کو یوں دیکھا تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

کیا بات ہے۔ کیا ہوا ہے آپ سب ایسے کیوں بیٹھے ہیں شائلہ نے پریشانی سے پوچھا۔

لڑکے والوں نے جواب میں انکار کر دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ انہیں ماڈرن لڑکی چاہیے پرانے خیالات والی نہیں۔ عظمیٰ بی بی نے دکھی دل سے کہا۔

تو اس میں دل چھوٹا کرنے والی کون سی بات ہے دنیا کے باقی لڑکے مر گئے ہیں کیا اور دیکھ لیجئے گا ویسے بھی وہ لمبا لنگور مجھے بھی ایک آنکھ نہ بھایا تھا شائلہ نے سب کی دلجوئی کرنا چاہی مگر سب خاموش رہے شائلہ کہنے کو ایسا کہہ تو گئی تھی مگر حقیقت میں اس کے دل کو بھی چوٹ پہنچی تھی وہ ٹھکرائی گئی ہے قدرت نے ایک بات پھر اس کے ساتھ کھیل کھیلا۔

بہرحال جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے وہ خوش بھی تھی کہ کم از کم اس کی شادی ہونے سے بچ گئی تھی شائلہ کے کمرے سے ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز آئی تو شائلہ سب کو چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئی شائلہ نے فون اٹھالیا۔

دوسری جانب سے آواز آئی۔ شائلہ بیٹا۔ شائلہ چونکی جی معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں شائلہ۔ بیٹا میں رباب کی والدہ بول رہی ہوں دوسری جانب سے کہا گیا۔

ہاں جی آنٹی کہیں کیا کر سکتی ہوں آپ کے لیے شائلہ نے خوش دلی سے کہا اچانک رباب کی والدہ رونے لگیں بیٹا تم رباب کی اچھی دوستوں میں سے تھی انہوں نے روتے ہوئے پوچھا رباب اب اس دنیا میں نہیں رہی شائلہ آج صبح

ہم نے اس کی لاش کھیتوں میں پڑی پائی وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔
شائلہ کو لگا جیسے کسی نے اس پر بم گرا دیا ہو اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا وہ اٹک اٹک کر بولی۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں آنٹی۔
ہاں بیٹا اسی لیے تمہیں فون کیا ہے تم جان جاؤ کہ وہ خود کو سنبھال کر بولیں۔
ٹھہریئے آنٹی میں پانچ منٹ میں آپ کے پاس پہنچتی ہوں شائلہ نے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا اسے اپنا دل تاپال کی گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا رو باب جیسے زندہ دل جواب لڑکی کی موت کو تسلیم کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔
جاری ہے۔

جدائی
آج اسے کہا مجھے تیری محبت کی
چاہت کی ضرورت ہے
اور میں اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی ہوں
اور رو رہی ہوں جن میں صرف جدائی ہے
بھروسہ نہیں
ابر کے سایہ کا
غیر عورت کی محبت کا
خوشامدی کی تعریف کا
جواری کا
کھانے کے یاروں کا
تنگدستی اور زندگی کا
آزمائش
آزمایا جاتا ہے بہادر مقابلے کے وقت
مستقل خراج مصیبت کے وقت
امانت دار مفلسی کے وقت
دوست ضرورت کے وقت
غصہ کے وقت اپنے

صبا کنول۔ مظفر گڑھ

غزل
اک شخص کی ہمیشہ سے چاہت رہی مجھ کو
کبھی زندگی کبھی بندگی میں راحت رہی مجھ کو
میں وہ مجرم ہوں جس کا قصور یہی ہے
وفا پہ وفا کرنے کی عادت رہی مجھ کو
تیرے دربار سے میرے لیے یہی مقام ہے
ہر بار ٹوٹ جانے کی اجازت رہی مجھ کو
تیرے انداز بیاں سے ہوئے ہیں نیناپرنم
آہ و زاری سنانے میں فصاحت رہی مجھ کو
وہ تیرے تصور میں ہر بار برا کر جانا
کہ تیری یادوں میں ماضی سے قباحت رہی مجھ کو
فقی خدا سے جواب بھی میرا سہارا ہے
جس کی ہاں میں ہاں ملانے کی خواہش رہی مجھ کو

جنید فقی

غزل
تیری یادوں میں یوں روئے اکثر
پلکوں کے کنارے بھی بھگوئے اکثر
تجھے یاد نہ کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا
پھر یوں ٹوٹ کے یاد آئے اکثر
آج دل میں تجھے جاتے ہیں
جو پھول تیرے بالوں میں سجائے اکثر
اک زمانے تیری بانہوں کا رہا تکیہ
اور میں لیٹا رہا سر کو ٹکائے اکثر

سی کی زندگی عذاب بن جائے۔ کسی سے ان
کے اپنے روٹھ جائیں۔ ماں کی ممتا بچھڑ جائے، کسی
کی بہن کی عزت پامال ہو جائے۔ ہمیں کوئی غرض
نہیں۔ غرض ہے تو صرف اپنے مفاد کی ہے۔ اپنے
مقاصد کی ہے۔ اپنی عزت کی ہے، اپنی جان کی
ہے۔ دوسرے مر جائیں یا جئیں ہمیں کیا۔

اے زندگی تو نے کس دنیا میں آنکھ کھولی ہے
۔ جہاں جان دینے والوں کی زندگی عذاب بنادی
جاتی ہے۔ خوشیوں بھری زندگی میں غموں کے۔
آہوں کے زہریلے جام بھر دیئے۔ کہیں دل وجگر
گھائل ہوئے۔ کہیں روح تک کانپ اٹھی۔ کہیں
محبت بدنام ہوکر رہ جاتی ہے۔ کہیں سسک سسک کر
جینا پڑتا ہے۔ جس کو ہم زندگی سمجھتے ہیں، اپنی جان
سمجھتے ہیں، اپنا آج وکل سمجھتے ہیں وہی ہماری زندگی
تباہ کرکے دور بہت دور رنگینوں میں گم ہو جاتے ہیں
اور ہم آہوں، سسکیوں کے حوالے ہو جاتے
ہیں۔ پھر زندگی موت سے دوستی کرنے پر
مجبور ہو جاتی ہے۔

میں نے کسی کو اپنا جانا تھا۔ اسے اپنا مانا تھا
۔ دل کے نہاں خانوں میں جگہ دی تھی۔ مگر اسی نے
میری زندگی تباہ و برباد کردی۔ مجھے کیا خبر تھی وہ کالی
ناگن بن کر ڈس جائے گی اور میری زندگی زہر کے
جام پینے پر مجبور ہو جائے گی۔ میں بھی کتنا پاگل ہوں
۔ ہر قدم پر دھوکہ کھاتا رہا پھر بھی میرے
لبوں پر محبوب کا نام پکارتا رہا۔ کہتے ہیں سانپ جس کا
دودھ پیتا ہے اس کو بھی ڈنگ لیتا ہے۔ ڈس لیتا ہے

نسرین! تم تو ناگن سے بھی زیادہ زہریلی نکلی۔
بے شک میری جان لے لیتی مگر یوں بدنام و رسوا نہ
کرتی۔ میں نے کیا جرم کیا جو تو میرا جینا عذاب بنا
دیا۔ شاید رسم دنیا ہے وفا کرو، بے وفائی گلے پڑتی
ہے۔ جس کو اپنا جانو وہی زندگی لے لیتا ہے۔

جانے کیوں جہاں میں ایسا ہوتا ہے
خوشی جو دے سب کو وہی روتا ہے
عمر بھر ساتھ نہ نبھا سکے جو
جانے کیوں پیار اسی سے ہوتا ہے

میں لاہور سے ملتان چھٹیوں پر جا رہا تھا۔ ابھی
چونگی کراس کر رہے تھے کہ میرا سیل بجا اٹھا۔ نمبر
انجان تھا۔ میں نے اوکے کا بٹن دبا دیا۔

ہیلو کون؟ ہیلو کون؟

ادھر سے آواز نہیں آرہی تھی۔ گاڑی
میں موسیقی کی آواز سے پرابلم ہو رہی تھی۔ میرا کزن
ڈرائیونگ کر رہا تھا اسے میں نے آواز کم کرنے کو
کہا۔ اتنے میں کال دوبارہ آنے لگی۔ میں نے
اوکے کا بٹن دبا کر موبائل سماعتوں کے قریب
کیا۔ ایک ترنم سی میٹھی کوئل جیسی آواز میری سماعتوں
سے ٹکرائی۔

ہیلو۔۔ مجید احمد جائی بات کر رہے ہیں۔

جی بھائی جان۔ مگر آپ نے اپنا تعارف نہیں
کروایا۔

سر۔۔۔ میرا نام عنصر وکی ہے۔ جھنگ سے
عرض کر رہا ہوں۔

ارے واہ جھنگ کے لوگ تو بہت محبت کرنے
والے ہیں۔

ایسا ہی ہے میرے بھائی۔

جی عنصر میرے لائق کوئی کام۔

سر جی۔ میں نے ایک کہانی لکھی ہے جو آپ کو
ارسال کر رہا ہوں۔ اسے اپنے لفظوں میں کنورٹ
کرکے جواب عرض کی زینت بنوادیں۔ آپ کی
بہت مہربانی ہوگی۔ آپ کا نمبر اگست 2011 کے
شمارے سے لیا ہے جس میں آپ کی کہانی ''گردے
بادام'' شائع ہوئی ہے۔ جب پڑھی تو دل منور ہو
گیا۔ وقت کی قلت کی وجہ سے آپ سے رابطہ نہ
ہوسکا۔ اب آپ کی کہانی ''حسین بہاریں لوٹ

[illegible] تھا۔واقعی آپ بہت عمدہ اور معیاری تحریریں لکھتے ہیں۔اتنی گہرائی سے لکھتے ہیں۔آپ کا قلم درد کی گہرائیوں کو چھوتا ہوا صفحۂ قرطاس پر موتی بکھرتا ہے۔ اُمید ہے میری اسٹوری کو بھی عمدہ الفاظوں سے پیش کریں گے۔میرے بھائی یہ آپ کا ذوق نظر ہے۔ آپ کی حوصلہ افزائی ہی ہمیں آگے لکھنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔گفتگو اختتام پذیر ہوئی تو میں نے عنصر کو اپنا لاہور کا ایڈریس سینڈ کر دیا۔یوں کال منقطع ہو گئی۔

چھٹیاں گزار کر واپس آیا تو کافی سارے خطوط کے ساتھ ایک رجسٹری، میرے نام سے آفس میں موجود تھی۔میں جانتا تھا کہ عنصر وکی نے کہانی سینڈ کی ہے۔کہانی کچھ یوں تھی۔

کچھ اندھیرا بھی ضروری ہے تم یار کے ساتھ
اب دیا کوئی نہ رکھے مری دیوار کے ساتھ
میں جو اک عمر مسافت میں رہا تب جانا
راہ بھی چلتی رہی مری رفتار کے ساتھ

میرا نام محمد عنصر وکی ہے۔میں تحصیل احمد پور سیال ضلع جھنگ کا رہائشی ہوں۔میں نے ایک متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی۔ہم چار بھائی ہیں۔ہماری کوئی بہن نہیں ہے۔گھر میں سب سے چھوٹا میں ہی ہوں۔چھوٹا ہونے کے ناطے سبھی کی آنکھوں کا تارا اور ہر دل عزیز ہوں۔سبھی مجھے بہت محبت کرتے ہیں۔جب مجھ میں کچھ بوجھ آنے لگی تو مجھے اسکول داخل کروایا گیا۔زندگی کی پانچ بہاریں کھیلتے کودتے شرارتیں کرتے گزر گئیں۔اب تو بغل میں بیگ ہوتا، دوست ہوتے، اور اسکول کی راہ ہوتی۔روزانہ اسکول جاتا اور واپس آکر کھیل کود ہوم ورک ہوتا۔شام ہوتے ہی نیند کی وادی میں [illegible]۔زندگی کی گاڑی [illegible] سے [illegible] چل رہی تھی۔میں نے [illegible] اچھے نمبروں سے پاس کر لیا۔والدین کی محبت، بھائیوں کا پیار میرے ساتھ ساتھ تھا۔پرائمری کرنے کے بعد قریبی ہائی اسکول میں ایڈمشن لے لیا۔نیا ماحول پا کر دل افسردہ سا تھا۔لیکن وقت کے ساتھ ساتھ نئے دوستوں کی کمپنی نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا۔ان کی محبت، خلوص سے دن اچھا گزر جاتا۔یونہی ہنسی خوشی زندگی کا سفر طے ہوتا گیا۔دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں کنورٹ ہوتے گئے۔ماہ وسال گزرتے گئے۔میں دسویں میں پہنچا تو زندگی بچپن کو الوداع کر کے جوانی کی مہمان بن چکی تھی۔میرے دوست پیار ومحبت کے گن گاتے رہتے۔ہر دوست اپنے محبوب کے قصیدے سنا رہا ہوتا۔مجھے ان کی یہ باتیں زہر لگتی تھیں۔میں انہیں برا بھلا کہتا رہتا۔وہ ہنستے ہوئے میری باتوں کا مذاق اڑاتے رہتے۔ what is love? محبت کیا ہے۔میں نہیں جانتا تھا۔

میرے دوست کہتے عنصر محبت کی نہیں جاتی، ہو جاتی ہے۔یہ وہ جذبہ ہے جو دلوں سے ابھرتا ہے۔محبت! انسان کو ہیرا بنا دیتی ہے۔محبت ہی کے دم سے دنیا آباد ہے۔محبت نہ ہوتی تو انسان حیوانیت کی life گزارنے پر مجبور ہوتا۔گر محبت نہ ہوتی کچھ بھی نہ ہوتا۔یہ زمین نہ ہوتی یہ آسمان نہ ہوتا۔یہ محبت ہی تو ہے کہ انسان نے محبوب کی خاطر پتھروں سے نہریں نکال کر دے دیں۔محبت کی خاطر تخت وتاج بھول گئے۔بس محبت عظیم ہے۔عنصر جب تمہیں کسی سے محبت ہو گی تو تب جانو گے کہ ہم سچ کہتے ہیں۔دوست لمبا چوڑا لیکچر سناتے مگر میں مذاق سمجھ کر ٹال دیتا۔

میں ابھی محبت کے حروف تہجی بھی نہیں پڑھ سکا
اور تیری آنکھیں ہیں ریاضی کے سالوں کی

طرح

یہ 2006 کی بات ہے جب میرے چچا کے بیٹے کی شادی طے ہوئی۔ 20 ستمبر 2006 کو شادی تھی۔ ہم سب گھر والے 19 تاریخ کو صفدر بھائی کے گھر پہنچ گئے تھے۔ صفدر میرا چچازاد بھائی ہے۔ صفدر بھائی دولہا بننے والا تھا یعنی صفدر بھائی کی شادی تھی۔ 19 ستمبر تاریخ کی خوبصورت شام میرے لیے یادگار تھی۔ مہمان جمع ہو چکے تھے۔ خوب چہل پہل تھی۔ مہندی کی رسم ہم نے بڑی دھوم دھام سے منائی۔ رات گئے تک ڈانس اور شوروغل رہا ۔ نوجوان رشتے دار خوب ہلا گلا کر رہے تھے۔ سبھی کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ ہر چہرہ مسکرا رہا تھا۔

اگلی صبح بارات تھی۔ رات گئے مہندی کے ہنگامے ختم ہوئے تو ہم خواب خرگوش ہو گئے۔ صبح کا سورج اپنی کرنوں سے زمین کو روشن کرنے لگا تو ہم نے بارات کی تیاریاں شروع کر دی۔ صبح دس بجے بارات بڑی دھوم دھام سے۔ ڈھول کی تال پر رقص کرتے لڑکوں کے ہمراہ لڑکی والوں کے گھر پہنچ گئی۔ لڑکی والوں نے پُر جوش طریقے سے ہمارا استقبال کیا۔ گلاب کے پھولوں کی بارش کی گئی۔ لڑکیوں کی دو لائنیں بنی ہوئی تھیں۔ گلی کی دونوں سائیڈوں پر لڑکیاں کھڑی گلابوں کی پتیاں برسا رہی تھیں۔ ہم درمیان سے گزر رہے تھے۔ گزرتے ہوئے اچانک میری نظر پری نما چہرے پر پڑی۔ جو انہی لڑکیوں کے درمیان کھڑی پھول برسانے میں مصروف تھی۔ اس کی پہلی نظر مجھے دیوانہ کر گئی۔ ادھر سے میری نظریں اٹھی ادھر سے اس کی نظریں اٹھی۔ نظروں کا تصادم ہوا اور میرا دل گھائل ہو گیا۔ اس کی جادوئی آنکھوں میں ایسی کشش تھی کہ میرے دل کی دھڑکن بند ہونے لگی۔ جیسے دل نے دھڑکنے سے معذرت کر لی ہو۔ بہت حسین، سندری لڑکی، میرا دل چرا کے لے گئی۔ سرخ رنگ کی لباس میں ملبوس دولہن سی لگ رہی تھی۔ معصوم چہرہ، بڑی موٹی سی نشیلی آنکھیں، گلابی گلابی رخساروں نے میرا دل فدا کر دیا۔ گلاب کے پھولوں کی پنکھڑیوں جیسے لال شرابی ہونٹ، دانت جیسے آسمان پر چمکتے ستارے ہوں۔ کندھوں پر بکھری کالی سیاہ زلفیں جیسے دسمبر کی کالی سیاہ راتیں۔ آوارہ زلفیں گالوں کو بار بار چھو رہی تھیں۔ کتنی خوش قسمت زلفیں تھیں جو نرم و ملائم گالوں کو بنا روک ٹوک کے چھونے میں مصروف تھیں۔ ایک ہم تھے کہ ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے۔ ستوانی ناک اور گندمی گورا، گول مٹول چہرہ دل کو مر مٹنے پر مجبور کر گیا۔ دل سب کچھ ہار گیا۔ چمکتا چاند سا مکھڑا سیاہ زلفوں میں ایسا لگتا تھا جیسے کالی سیاہ رات میں کوئی دیا لیے پھرتا ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

رات دیکھی ہے بکھلی ہوئی زنجیر کوئی
مجھے بتلائے اس خواب کی تعبیر کوئی
پڑھنے بیٹھوں تو ابھر آتی ہے ہر صفحے پر
بات کرتی ہوئی ہنستی ہوئی تصویر کوئی

انتہائی حسین، سندر، بھولی سی لڑکی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز اسی کی طرف دیکھتا رہا۔ خیالوں کی بارش ہونے میں بھیگتا چلا گیا۔ میں اسی مہ جبیں کے خواب دیکھنے لگا۔ مجھے شادی کے ہنگامے یاد تک نہ رہے۔ میرے ذہن پر ایک اسی کا قبضہ تھا۔

کاش! یہ لڑکی میری زندگی میں آ جائے۔ میری ویران زندگی میں بہار آ جانے لگی۔ میرے تمام دکھ ختم ہو جائیں گے۔ ہر طرف بہار بکھری ہو۔ خوشبو کی بارش ہو۔ تنہائیوں سے نجات مل جائے۔ جدائی کرب کے لمحے محبوب کے ساتھ گزرنے لگیں۔ اے کاش۔ کاش ہو جائے۔ وہ حسینہ مہ جبیں میرے مقدر میں ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے میرا ہمسفر بنا دے۔

باراتی آپ کے گھروں پر بیٹھ چکے

تھا۔ جب مجھے میرے کزن نے جھنجوڑا تب خیالات کی دنیا سے باہر آیا۔ رسومات اختتام پذیر ہوئیں۔ آخر میں۔ میں بھی دولہے کے ساتھ اندر زنان خانے میں چلا گیا۔ دولہا سلامی وصول کرنے میں مگن تھا۔ میری نظریں اسی حسینہ کو تلاش کر رہی تھیں۔ تھوڑی دور وہ حسینہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف کھڑی نظر آئی۔ میں نے اپنی کزن سے پوچھا۔

کزن جی۔ یہ لڑکی کون ہے۔؟

کزن نے جواب دیا۔ یہ نسرین! ارے دولہن کی چھوٹی بہن ہے۔ مگر منصر تم ایسے کیوں پوچھ رہے ہو۔؟

کزن جی ویسے ہی پوچھ بیٹھے۔ بڑے نخرے چڑ رہی ہے۔

اچھا اچھا۔ منصر صاحب آپ کیلئے عرض ہے۔ نسرین میری دوست ہے اور میرے ساتھ احمد پور سیال میں اکٹھے پڑھتی ہے۔

اوہو۔۔۔

نسرین بھی نویں کلاس میں پڑھتی ہے۔

جی ہاں ہم دونوں دوست بھی اور کلاس فیلو بھی ہیں۔ میں نسرین کے بارے بہت کچھ جان چکا تھا۔ نسرین کا گھر میرے گھر سے آدھا کلو میٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ مجھے پہلی نظر میں اس سے محبت ہو گئی۔ پہلی نظر کی محبت کیسی ہوتی ہے۔ دوست ٹھیک کہتے تھے۔ محبت کی نہیں جاتی۔ ہو جاتی ہے۔ مجھے بھی نسرین سے محبت ہو گئی تھی۔ نسرین بھی مجھے غور غور سے دیکھتی رہی۔ میں بھی اس کی طرف دیکھ کر مسکرا پڑتا۔ شاید نسرین کو مجھ میں دلچسپی ہونے لگی تھی۔ محبت کی آگ دونوں طرف لگی ہو تو مزہ بھی آتا ہے۔ کہنے والے سچ کہتے ہیں کہ محبت دو دلوں کے ملاپ کا نام ہے۔ محبت عظیم ہے۔ محبت ہی کے دم سے دنیا کا کارواں چل رہا ہے۔ محبت کا وجود نہ ہوتا تو دنیا کا وجود بھی نہ ہوتا۔

بارات کا پرجوش استقبال کیا گیا تو مہمانوں کی خوب خاطر تواضع ہوئی۔ رسم نکاح کے بعد بھی لوگ واپسی کی تیاری کرنے لگے۔ میری نظریں نسرین کو تلاش کر رہی تھیں۔ بے چینی، بے قراری حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ میں ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا تھا۔ یااللہ! مجھے کہیں سے نسرین نظر آ جائے۔ میری نظریں بے چین تھیں۔ سوچوں پر صرف نسرین کا چہرہ تھا۔ کسی کو حال دل بتا بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے اندر کیا آگ لگی ہوئی ہے۔ کسی کو بتایا تو کہیں ایسا بھی نہ ہو جائے کہ بھی کو معلوم ہو جائے کہ یہاں را بچھا آیا ہوا ہے۔ لوگ میرا مذاق نہ اڑائیں۔ ڈر اپنی جگہ تھا۔ محبوب کی تلاش اپنی جگہ تھی۔

جب رخصتی ہونے لگی تو میں اس وقت حویلی کے اندر موجود تھا۔ لڑکے جہیز کا سامان گاڑی میں رکھ رہے تھے۔ قدرت نے کرم کیا۔ نسرین بھی اسی وقت وہاں آ پہنچی۔ میری نظریں اسی کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ نسرین بھی میری طرف چہرے کو موڑے دیکھ رہی تھی۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں اس سے کوئی بات کرتا۔ صرف نظروں سے پیار کا اظہار ہو رہا تھا۔ نسرین کی بیتابی بھی عروج پر تھی۔ دل کہتا تھا چل یار اپنے محبوب سے ہم کلام تو ہو۔ بڑی مشکل سے کافی دیر بعد ہمت کرتے میں نے نسرین کو سلام کیا۔ پھر خاموشی سی مکمل میرے لبوں پر لگ گئے۔ مجھے کچھ نہیں آ رہی تھی کیا کروں۔ وقت رخصتی آن پہنچا۔

ہم باراتی دولہن لیکر دولہا بھائی کے گھر چلے گئے۔ قسمت میری کہ نسرین بھی اپنی بہن کے ساتھ بارات کے ہمراہ آ گئی۔ جب مجھے علم ہوا کہ نسرین بھی ساتھ آ رہی ہے۔ دل بہت خوش ہوا۔ دل بھنگڑے ڈال رہا تھا۔ نظر جہاں جاتی چرند پرند، شجر، فصلیں مسکراتے نظر آتے۔ ہر سو سماں تھا۔ خوشیوں سے بھرمست میں میری زندگی اور حسین۔

سو گئی۔ دوسرے دن ولیمہ تھا۔ بہت سارے مہمان آئے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی کزن سے کہا۔

یار مجھے نسرین سے تعارف تو کرا دیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔

کزن نے کہا۔ عنصر بھائی! چند منٹ رک جاؤ۔

تھوڑی دیر کے بعد میری کزن نسرین کے ہمراہ میرے پاس آ گئی۔ کزن نے سلام کیا تو میں نے سلام کا جواب دیا۔ ہاتھ کے اشارے سے ساتھ پڑی کرسیوں پر بیٹھنے کو کہا۔ نسرین اور میری کزن بیٹھ گئی۔ یوں ہماری پہلی ملاقات ہوئی۔ نسرین سے میرا تعارف کروایا گیا اور نسرین نے اپنا تعارف بھی کروایا۔ مجھے پہلے علم نہیں تھا کہ نسرین میری کزن لگتی ہے۔ نہ ہی صفدر بھائی نے واضح کیا تھا۔ نسرین دور کی کزن تھی یہ جان کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ نسرین میری رشتے دار ہے۔ دل بڑا خوش تھا ابھی ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ نسرین کو اس کی بہن نے بلوا لیا۔ نسرین اٹھ کر چلی گئی۔ وہ تو چلی گئی میرے دل کی دنیا میں طوفان برپا کر گئی۔ دل بار بار ضد کر رہا تھا کہ اپنے محبوب کو دل کی آواز سنا دو۔ لیکن موقع نہیں مل پا رہا تھا۔ پھر میرے دماغ نے ترکیب دی کہ اپنی دل کی بات صفحہ قرطاس پر بکھیر کر نسرین کے حوالے کر دو۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ پھر میں نے ایسا ہی کیا۔ کاغذ قلم اٹھایا اور نسرین کو لیٹر لکھنے لگا۔ جس کے چند الفاظ یوں تھے۔

جان سے پیاری نسرین!

سلام لکھوں، دعا لکھوں، پھول لکھوں یا گلزار لکھوں۔ دل تو کہتا ہے تیرا نام بار بار لکھوں۔ پیاری نسرین جب سے تمہیں دیکھا ہے۔ دل تیرا دیوانہ ہو گیا ہے۔ تم میرے دل کی دھڑکن ہو۔ جس سے میری زندگی چل رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے تم بن ادھورا سا ہوں۔ میرے خوابوں، خیالوں میں صرف تیرا ہی خیال ہے۔ جدھر بھی دیکھوں تیرا عکس نظر آتا ہے۔ میری نس نس میں تو ہی سمائی ہے۔ تمہیں اپنی زندگی سے بڑھ کر چاہنے لگا ہوں۔ میرے بے چین دل کی زندگی تم ہی ہو۔ تم ہی میری زندگی، تم ہی میری جان ہو۔ میری جستجو، میری آرزو تم ہی ہو۔ پلیز میرے دل کو مت توڑنا۔ یہ دل میرا تمہارا ہو چکا ہے۔ ہاں سنو تو، میرے لیٹر کا جواب محبت سے دینا ورنہ جیتے جی مر جاؤں گا۔ تیرا یہ دیوانہ تیرے جواب کا انتظار راہ تکتا رہے گا۔ جواب ضرور دینا۔

والسلام! فقط آپ کا دیوانہ عنصر وکی

لیٹر لکھ کر خوبصورت رومال میں پرفیوم لگا کر جیب میں ڈال لیا۔ اب رات کا انتظار تھا۔ کب رات ہو، کب میں اپنا حال دل اپنی جان تک پہنچاؤں۔ دن بھر کے ہنگاموں کے بعد رات کے چھائے ڈھلنے لگے۔ سب لوگ سونے کے لئے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

میں نے اپنی کزن ایمان کو کہا۔ میرے لئے جگہ کا انتظام کرو مجھے نیند آ رہی ہے۔

ایمان نے اپنا ذاتی کمرہ خالی کروایا۔ وہاں کچھ خاص مہمان بھی ٹھہرے تھے۔ انہوں نے بھی ادھر ہی سونا تھا۔ چند لمحوں بعد نسرین قسمت سے کمرے میں آئی میں نے موقع پا کر لیٹر نسرین کو تھما دیا اور اپنے بستر پر جا کر سو گیا۔ رات نسرین کے خوابوں، خیالوں میں گزر گئی۔

صبح جب آنکھ کھلی تو آنکھیں ملتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ نسرین کو اپنی سہیلیوں کے ساتھ مسکراتا دیکھ کر دل کو سکون مل گیا۔ پھر فریش ہونے چلا گیا۔ نہانے کے بعد ڈریس تبدیل کیا۔ اتنے میں میرا کزن صفدر آ گیا۔ آتے ہی برس پڑا۔

شہزادے کہاں غائب ہو جاتے ہو۔؟ مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔ جلدی کرو ناشتہ کریں۔

میں نے صفدر بھائی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

بھائی آپ نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔
نہیں عنصر۔تمہاری وجہ سے ناشتہ نہیں کیا۔
تو اب اٹھتے تو ناشتہ بھی ہوتا۔
بھائی اب تو آپ کی بیگم آگئی ہے اسی کے ساتھ کھایا کرو۔
ہنسی مذاق کرتے ہم ناشتے کی ٹیبل پر جا بیٹھے۔
ناشتہ کر چکے تھے۔میرے دل میں طرح طرح کے خیالات جنم لے رہے تھے۔نجانے نسرین کیا جواب دے گی۔مجھ سے پیار کرتی بھی ہے کہ نہیں۔اسی کشمکش میں سارا دن بیت گیا۔سورج اپنی کرنیں سمیٹ چکا تھا،شام ہو گئی۔پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں جا چکے تھے۔ہر طرف خاموشی کا عالم تھا۔نسرین نے ایمان کو سب کچھ بتا دیا۔نسرین نے میرے لیٹر کو ٹھکرا دیا تھا اور یہ تاکید بھی کی کہ آئندہ ایسی غلطی کی تو اپنے والدین کو بتا دوں گی۔ساتھ یہ بھی کہا کہ عنصر کو کہنا اپنی اوقات میں رہے۔نسرین نے میرے دل کے ٹکڑے کر دیئے۔
میرے سارے خواب پل بھر میں ریت کی دیوار ثابت ہوئے۔ایسا لگتا تھا میں زمین میں دھنستا جا رہا ہوں۔آنسوؤں کا سمندر بے قابو ہو گیا۔جل تھل کرتا رخساروں کو بھگوتا ،میں بے ہوش ہوتا گیا۔
دوسرے دن نسرین کے گھر والے دولہن کو لینے آگئے۔رسم دنیا تھی۔ہم نے ان کی خوب خاطر تواضع کی۔کھانا کھلانے کے بعد گپ شپ کا دور چل نکلا۔پھر ایک گھنٹے کے بعد نسرین اور اس کے گھر والے دولہن کو لے کر واپس لوٹ گئے۔نجانے مجھے کیا ہونے لگا۔میری سانس رکتی محسوس ہونے لگی۔دل ڈوب رہا تھا۔محبوب کی بے رخی جان لینے لگی تھی۔آنکھیں برس پڑیں۔میں سبھی لوگوں کو چھوڑ کر روم میں چلا گیا۔ڈیک کا بٹن آن کیا اور پاکستانی گلوکار ارشد محمود کے گانوں کی کیسٹ اٹھا کر لگا دی۔میری پسند کا گانا چل رہا تھا

ہو سکے تو میرا ایک کام کرو
شام کا ایک پہر میرے نام کرو

اونچی آواز میں گانا چل رہا تھا اور آنکھیں درد کے سمندر میں غوطہ زن تھیں۔محبوب کی بے رخی قیامت ڈھا رہی تھی۔نجانے نسرین نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا تھا؟نسرین کے خیالوں کی نگری آباد تھی۔دروازے پر دستک ہوئی۔میں نے خیالات کا نگر چھوڑا اور دروازے کی طرف لپکا۔دروازہ کھولا تو سامنے بھابھی کھڑی تھی۔
عنصر کیا بات ہے۔؟تمہاری تو آنکھیں لال ہو رہی ہیں۔
کچھ نہیں بھابھی۔بس آنکھوں میں دھواں چلا گیا تھا۔
چلو آؤ کھانا تیار ہے۔کھانا کھالو۔
میرا من بے چین تھا۔بھوک تو کب کی غائب تھی۔میں نے جواب دیا۔بھابھی آپ لوگ کھانا کھالو۔مجھے بھوک نہیں ہے۔
بھابھی چلی گئی۔میں بغیر کھائے پیئے نسرین کی یادوں کی محفل سجائے رہی۔پھر نجانے کب نیند کی دیوی نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔

فرصت ملے تو پوچھنا کبھی ان کا حال بھی
جو لوگ جی رہے ہیں تیرے انتظار میں

صبح صادق کا وقت ہوا تو پرندوں کے شور و غل سے آنکھ کھل گئی۔نماز فجر کا وقت ہو گیا تو میں اٹھا وضو کیا۔قریب ہی مسجد تھی۔باجماعت نماز ادا کی رب کے حضور گڑگڑاتا رہا۔تلاوت قرآن مجید کی دعاؤں میں رب سے محبوب کو مانگتا رہا۔سورج کی کرنیں بکھرنے لگی تو میں گھر چلا آیا۔نہا کر اسکول کی تیاری کرنے لگا۔امی ناشتہ تیار کر چکی تھی۔
بیٹا عنصر ناشتہ کر لو۔کچن سے امی نے آواز دی۔میں ماں کے قدموں میں بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ناشتے کے بعد اسکول بیگ کندھوں پر لٹکائے اسکول کی

طرف رواں دواں ہو گیا۔
اسکول پہنچا۔ دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ سبھی دوستوں سے بغل گیر ہوا تو وسیم اور کامران پوچھنے لگے۔
دکھی صاحب خیریت تو تھی تین دن سے اسکول نہیں آئے۔
سوری یار میں آپ کو بتا نہ سکا کہ سر پرویز سے چھٹی لی تھی۔ میرے کزن کی شادی تھی۔ میں نے جواب دیا۔
کامران! مخاطب ہوا پھر تو جناب نے خوب انجوائے کیا ہوگا۔
ہاں یار خوب اچھے دن گزرے ہیں۔ تم سناؤ کیسے ہو۔
ہم بھی خیریت سے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ پیریڈ کی گھنٹی نے فضا میں ارتعاش پھیلایا تو ہم کلاس روم کی طرف بڑھ گئے۔ پڑھائی میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ خدا خدا کر کے وقت گزرا۔ اڑھائی بجے چھٹی ہوئی۔ وسیم اور میں موٹر سائیکل پر گھر آ گئے۔ وسیم سے گہری دوستی تھی۔ دکھ سکھ کے ساتھی تھے۔ ایک دوسرے کے ہم راز بھی، ایک دوسرے سے ہر بات شیئر کرتے تھے۔
یونہی وقت گزرتا رہا۔ نسرین کی یادیں کالی ناگن کی طرح لمحہ لمحہ ڈستی رہی۔ میرے ارمانوں کا خون ہوتا رہا۔ شادی کے تمام لمحات، واقعات پردہ اسکرین پر بار بار گردش کرتے رہے۔ میں ٹیوشن نہیں جا رہا تھا۔ بھائی نے پوچھا۔
عنصر کیا وجہ ہے ٹیوشن نہیں جا رہے۔
بھائی میرے سر میں درد ہے۔ کل انشاءاللہ! ٹیوشن پڑھنے جاؤں گا۔ میں نے بہانہ بنایا۔ دوسرے دن وسیم کے ساتھ اسکول جا رہا تھا۔ وسیم کہنے لگا
عنصر! میں کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم خاموش خاموش سے ہو۔ کیا وجہ ہے؟
بس یار کیا بتاؤں۔ یار شادی میں ایک مہ جبیں نے میرا چین و قرار چھین لیا ہے۔ میں اسی کو دل دے بیٹھا ہوں۔ لیکن اس نے میری محبت کو ٹھکرا دیا ہے۔
باتوں باتوں میں اسکول پہنچ گئے۔ دوستوں کے ساتھ گپ شپ کے بعد کلاس اٹینڈ کی۔ جب چھٹی ہوئی تو ہم گیٹ سے ابھی نکلے ہی تھے۔ میری نظریں دور جاتی لڑکیوں پر پڑی۔ میرے دل کی مالک، میری جان نسرین سہیلیوں کے ساتھ خراماں خراماں گھر کی طرف جا رہی تھیں۔
میں نے وسیم سے کہا۔ یار وہ دیکھو یہ ہے میرا محبوب۔ جس نے میرے ہوش اڑا دیئے ہیں۔
وقت کی گنگا بہتی رہی۔ میرا بڑا بھائی تین چھٹیاں لے کر گھر آیا ہوا تھا۔ بھائی آرمی میں تھے جن سے میں بہت ڈرتا تھا۔ اس لیے محتاط ہو گیا۔ وسیم، کامران اور بشارت ہم چاروں خیریت صاحب کی اکیڈمی چلے گئے۔ وہ ہمارے اسکول میں ایس، ایس، ٹی ماسٹر تھے۔ چھٹی کے بعد ہم سر کی اکیڈمی میں ٹیوشن پڑھنے چلے جاتے تھے۔ مجھے پڑھنے کا بہت جنون تھا۔ اسی لیے کلاس روم میں سب سے اچھے نمبر میرے ہوتے تھے۔ اسکول میں کلاس کا مانیٹر میں ہی تھا اور اکیڈمی میں بھی سر! نے مجھے مانیٹر بنا دیا۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ میں صفدر بھائی کے ہاں بھی جاتا رہا۔ صفدر کزن کے ساتھ ساتھ ایک اچھا دوست بھی تھا۔ ہماری دوستی بے مثال تھی۔ ایک دن میں صفدر بھائی کے گھر تھا۔
صفدر بھائی کہنے لگے عنصر ایک کام کرو گے۔؟
میں نے مذاق کہا آپ حکم تو کریں ہم جان ہتھیلی پر رکھ دیں گے۔ آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی۔
صفدر بھائی! کہنے لگے یار میری بیوی کو میکے چھوڑ کر آؤ۔ مجھے کہیں کام جانا ہے۔
میری تو جیسے عید ہو گئی ہو۔ دیدار یار ہو۔ چلا تھا۔ کیا ہوا محبوب بے رخی کرتا ہے۔ صنم کا د[illegible]

ہوگا۔صفدر بھائی کے گھر آنا جانا رہتا تھا۔ان کی بیوی شکیلہ سے گپ شپ ہوتی رہتی تھی۔میں نے شکیلہ کو میکے چھوڑنے کی حامی بھرلی تھی۔شکیلہ تیاری کرچکی تھی۔میں نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کیا اور شکیلہ کو لے کر صفدر کے سسرال روانہ ہوگیا۔خیالوں میں صنم کا بسرا تھا۔تھوڑی سی مسافت کے بعد ہم ان کے گھر پہنچ گئے۔شکیلہ کی والدہ بھینسوں کو چارہ ڈالنے میں مصروف تھی۔میری جان،میرے دل کی دھڑکن،میری نس نس میں سمانے والی نسرین گھر کے کام نمٹا رہی تھی۔شکیلہ کی ماں نے میری جان کو آواز دی۔

دیکھو نسرین کون آیا ہے۔؟

ہم گپ شپ کرتے حویلی میں جا چکے تھے۔

نسرین آچکی تھی،چور نظروں سے دیدار کی پیاس بجھ گئی تھی۔

نسرین بیٹا،عنصر آیا ہے ان کے لئے چائے تو بنا لاؤ۔تھوڑی دیر بعد نسرین ٹرے میں چائے اور بسکٹ سجائے جلوہ گر ہوئی۔

ہم نے گپ شپ کے ساتھ چائے کا مزہ لیا۔محبوب کی دلکشی دیکھو،جو چائے کا کپ مجھے تھمایا گیا،اس میں نمک بہت زیادہ ڈال دیا۔وہ زہر بن چکا تھا۔لیکن میں نے محسوس نہ ہونے دیا۔نظریں محبوب کے چہرے پر مرکوز رکھے چائے پی گیا۔

چائے میں نمک تھا تو کیا ہوا اگر زہر بھی ملا دیتی تو خوشی خوشی نوش کرلیتا۔چائے پینے کے بعد میں نے اجازت مانگی اور گھر روانہ ہوا۔

کاٹ کر میری زبان کہہ رہا تھا وہ فراز
اب تمہیں اجازت ہے حال دل سنانے کی

وقت کا گھوڑا اپنی مستی میں دوڑتا رہا۔میں صفدر اور شکیلہ کے ساتھ بہانے سے نسرین کے گھر آتا جاتا رہا۔پڑھائی بھی جاری تھی۔اس طرح محبوب کی راہیں میرا مقدر بن گئیں۔جب بھی شکیلہ میکے جاتی میں اسی کے بہانے نسرین کے گھر چلا جاتا۔معمول زندگی محبوب کے پیار۔تو۔ان کے قدموں کی مٹی چومتے چومتے وقت گزرتا رہا۔

امتحان سر پر تھے۔ہمیں سر نے خوب محنت کرنے کو کہا اور دن رات اکیڈمی میں رہنے کا عندیہ دے دیا۔ہم لوگ اکیڈمی رہنے لگے۔ہم تین لڑکے اکیڈمی میں رہتے۔ان دنوں صبح نو بجے اسکول لگتا اور پونے تین بجے چھٹی ہوتی تھی۔اس کے بعد اکیڈمی جانا ہوتا۔شام چھ بجے کھانے کی چھٹی ہوتی۔کھانا کھانے کے بعد پھر اکیڈمی جانا ہوتا۔یوں رات ایک بجے تک پڑھتے رہتے تھے۔ہمارے استاد بھی اپنی لائبریری والے کمرے میں سو جاتے تھے۔کبھی کبھار گھر چلے جاتے۔اسی طرح ہم نے خوب محنت کی اور امتحان دیئے۔اللہ تعالیٰ نے ہماری محنت کا پھل یوں دیا کہ ہم اچھے نمبروں سے پاس ہوگئے۔

ایک دن میں،صفدر اور ان کی بیوی شکیلہ نسرین کے گھر گئے۔چند منٹوں کے بعد صفدر دکان سے سودا سلف لینے چلا گیا۔میں اور شکیلہ برآمدے سے اٹھ کر اندر کمرے میں چلے گئے۔وہاں نسرین بیٹھی ریاضی کے سوالات کررہی تھی۔ہم نسرین کو ملے۔ادھر ہی بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر بعد نسرین نے اپنی بہن سے کہا۔

باجی یہ سوال تو سمجھا دو۔نسرین میتھ کے الجبرے کے سوالات کررہی تھی۔شکیلہ نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

تم عنصر سے حل کروالو۔

میں تو پہلے ہی موقع کی تلاش میں تھا۔نسرین کو بڑے پیارے سے کہا۔

لاؤ کون سا سوال ہے؟میں سمجھائے دیتا ہوں۔نسرین پہلے تو شرما گئی۔پھر میں نے بڑی چاہ سے،بڑی محبت سے تین سوال سمجھائے۔پھر شکیلہ نے نسرین کو پانی لانے کو کہا۔میں سوالات کے بہانے نا

ہوا غائی ہوئی تھی۔اس میں تین اشعار لکھ دیئے۔
...نے میں آنٹی آ گئی۔وہ مجھ سے حال احوال پوچھنے
لگی۔نسرین بھی پانی لے کر آ گئی۔

آنٹی نے کہا نسرین، عنصر کو پانی تو دے دو۔

آنٹی مجھے پیاس نہیں ہے

نسرین نے کہا ہم غریبوں کے ہاتھ کا پانی انھیں اچھا نہیں لگتا۔

میں نے کہا آپ ناراض نہ ہوں۔

نسرین کہنے لگی ہم غریب لوگ کسی سے ناراض کیسے ہو سکتے ہیں؟۔لاؤ اب پانی پلا دو۔اندر سے آواز آئی۔دل کہہ رہا تھا عنصر یہ تو پانی ہے اگر محبوب کے ہاتھوں زہر بھی نصیب ہو جائے تو ہنسی خوشی پی لینا۔میں مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔پانی پینے کے بعد میں نے وہ کاپی ایک طرف رکھ دی۔جس میں یہ تین اشعار لکھے تھے۔

اُس نے میرے زخموں کا کچھ یوں کیا علاج
مرہم بھی لگایا تو خنجر کی نوک سے
جس دن تیری شادی ہوگی افسوس یہ ہوگا
تیرے ہاتھوں کی مہندی، میرے جگر کا خون ہوگا

میں نے اشعار کے نیچے عنصر دکھی، کسی کو چاہنے والا لکھ دیا۔تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد میں گھر چلا آیا۔امتحان دینے کے بعد میں فری تھا۔دوستوں کی محفلیں ہوتیں اور ہم ہوتے۔اتوار کے روز گھر میں ٹی وی دیکھ رہا تھا کہ صفدر کی کال آ گئی۔

ہیلو عنصر کہاں ہو۔؟

اُدھر سے آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی۔

میں گھر ہوں صفدر بھائی۔میں نے جواب دیا۔

ایسا کرو جلدی جلدی نسرین کے گھر آ جاؤ۔
صفدر بھائی نے حکم صادر کرتے ہوئے کہا۔میں بڑا خوش ہوا فری بھی تھا خوشی خوشی محبوب کے آشیانے چلا گیا۔نسرین کے علاوہ بھی گھر والے موجود تھے۔

رسمی سلام دعا ہوئی۔میں صفدر بھائی کے ساتھ چ...
...ئی پر بیٹھ گیا۔صفدر کہنے لگا۔

عنصر ہمیں شہر شاپنگ کے لئے جانا ہے اور تمہیں ساتھ چلنا ہوگا۔مجھے معلوم تھا آج اتوار ہے اور اتوار کو آپ فری ہوتے ہیں۔کال بھی اسی لئے کی تھی کہ تم گھر ہی ہوگے۔

تھوڑی دیر کے بعد صفدر بھائی اور شکیلہ کے ساتھ شاپنگ کے لئے چلے گئے۔شاپنگ کرتے شام ہو گئی۔ہم تھکے ہارے گھر کو لوٹ آئے۔میں نے انھیں نسرین کے گھر چھوڑا اور خود گھر آنے لگا۔صفدر نے کہا عنصر!

آج تمہیں چھٹی ہے آج تو اتوار ہے۔آج رات یہاں رک جاؤ۔صبح ساتھ چلے چلیں گے۔

ان کے اصرار پر میں نے محبوب کے گھر قیام کر لیا۔اس دوران نسرین بھی میری باتوں میں دل چسپی لیتی تو کبھی کاپی اٹھا کر آ جاتی۔عنصر مجھے یہ سوال تو سمجھا دو۔جب سے میں نے کاپی میں اشعار لکھے تھے۔نسرین مجھ پر زیادہ ہی قربان ہونے لگی تھی۔میں بھی اسی انتظار میں تھا کہ میرا محبوب میرے پاس بیٹھے اور ہم پیار و محبت کے تاج محل تعمیر کریں۔اس وقت بھی نسرین میتھ کی کاپی لے کر آ گئی۔عنصر مجھے یہ سوال سمجھا دو۔شام ہو رہی تھی لفظ مدہم مدہم نظر آ رہے تھے۔آنٹی کہنے لگی۔

عنصر بیٹا اندر روشنی میں چلے جاؤ۔ہم دونوں کمرے میں چلے گئے۔باقی لوگ صحن میں بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔نسرین کہنے لگی۔

دکھی صاحب اس کاپی میں آپ نے کیا لکھا تھا۔
میں نے نسرین سے کہا کہ تمہیں کیا معلوم ہو رہا ہے۔

نسرین کہنے لگی ہیں تو اشعار ہی مگر ان کا مطلب تو سمجھا دو۔میں کاپی لی اور ورق ادھر اُدھر کرنے لگا۔ایک جگہ نسرین نے چند اشعار لکھے

ہوئے تھے۔ میں حیران ہوتے ہوئے بولا
نسرین یہ کیا ہے۔ کسی کی یاد میں اشعار لکھے تھے

نسرین نے جواباً کہا۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ آنٹی نے نسرین کو آواز دی۔ نسرین آواز سنتے ہی کمرے سے باہر چلی گئی اور میں اس کی باتوں، خیالوں میں کھو گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد صفدر بھائی کا سندیسہ آ گیا۔ میں ابھی دوسرے کمرے میں صفدر بھائی کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ آنٹی نے آ کر کہا۔

کھانا تیار ہے۔ لان میں ٹیبل لگی ہوئی ہے آؤ کھانا کھاتے ہیں۔

سبھی نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے۔ میں کروٹیں بدلتا رہا مگر نیند نہیں آئی۔ نیند نے آج بھی کہاں آنا تھا۔ محبوب کی باتوں، یادوں، اداؤں نے دل و دماغ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ پھر رات کے پچھلے پہر نیند کی دیوی مہربان ہوئی اور مجھے اپنی بانہوں میں لے لیا۔

بکھر گیا ہوں فضاؤں میں گل کی طرح
اس آس پہ کہ وہ لوٹ کے مجھے کہیں دکھائی دیں

صبح اٹھ کے نماز ادا کی۔ رب سے دعائیں کرنے کے بعد ناشتہ کرتے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچا تو ابو پوچھنے لگے رات کہاں تھے۔ میں نے دل مشکل سے کام لیا۔ دوست کے ہاں گیا تھا بہانہ لگایا۔ خیر بہانہ کامیاب تو ہو گیا۔ والد صاحب کہنے لگے کم از کم بتا کر تو جانا تھا۔

میں نے معذرت کرتے ہوئے ابو سے کہا ابا جان اچانک فون آ گیا تھا کہ جلدی آؤ ضروری کام ہے اس لیے جلدی جانا پڑا۔ اس لیے بتانا بھول گیا۔ خیر معاملہ ختم ہوا۔ میری آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں۔ ابو جان سے جان چھڑا کر کمرے میں چلا گیا اور ٹھنڈی لگا کر سو گیا۔

وقت گزرتا رہا۔ ایک دن بارش نے موسم کو سہانا خوشگوار بنا دیا تھا۔ میں نے گھر میں ٹی وی ان کیا تو برسات فلم کا سونگ لگا ہوا تھا۔ "یہ ہو نہیں سکتا کہ تیری یاد نہ آئے، تجھے بھولنے سے پہلے میری جان چلی جائے" سونگ نے میرے من مندر میں ہلچل پیدا کر دی۔ میں نے ٹی وی بند کیا اور باہر نکل گیا۔ بے اختیار میرے قدم محبوب کے گلشن کی طرف اٹھتے چلے گئے۔ بارش رک گئی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہوتا ہوا محبوب کے گلشن کے سامنے جا پہنچا۔ نسرین گھر میں اکیلی تھی، میں نے اپنے محبوب سے پوچھا۔

گھر والے کہاں ہیں؟

نسرین نے جواب دیا امی ہمسائیوں کے گھر گئی ہوئی ہیں۔ باقی لوگ کھیتوں میں ہیں۔ آپ ایک منٹ رکیں میں پانی لاتی ہی ہوں۔ نسرین جلدی جلدی پانی لے کر آ گئی۔ میں نے پانی پیا۔ ایک گھونٹ لیا اور محبوب سے پوچھنے لگا۔

آج تو غضب ڈھا ڈالا۔

نسرین مسکرانے لگی۔ جیسے گلشن میں پھول کھلے ہوں۔ ہنستے ہوئے مجھے بہت اچھی لگی تھی۔ اسی طرح اپنی میٹھی میٹھی پیاری آواز سے پھولوں میں خوشبو بھرتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔

اچھا نسرین میں چلتا ہوں۔

اچھا عنصر آپ کو شعر و شاعری بہت پسند ہے نا؟ میں آپ کو ایک رسالہ دیتی ہوں اس میں بہت عمدہ اشعار ہوتے ہیں۔

نسرین اپنے کمرے میں گئی اور جواب عرض لے کر آئی۔ مجھے تھماتے ہوئے بولی۔

اسے پڑھنا۔

میں جواب عرض لیے گھر کی طرف چل پڑا۔ ابھی چند قدم اٹھے تھے کہ نسرین نے آواز دی۔

عنصر! میں رک گیا، میرے ساتھ کارواں رک گئے۔ پھول کلیاں، چرند پرند بھی رکے ہوئے محسوس ہوئے۔ دکھی صاحب میں آپ سے پوچھنا بھول ہی گئی ہوں۔ کیا؟ میں نے جواب میں کہا۔

یہ کہ آپ کس کام سے آئے تھے؟

نسرین مخاطب ہوئی۔

میں نے نسرین سے کہا۔ کسی کا دیدار کرنے آیا تھا۔ دیدار یار ہو گیا اب واپس جا رہا ہوں۔

سچ سچ بتاؤ۔ کون تھا کس کام سے آئے تھے۔

نسرین نے سوال دہرایا۔ میں نے ٹال مٹول سے کام چلایا۔ ویسے دل نے کہا

چلو محبوب کے گلشن چلتے ہیں۔ گھر میں بور ہو رہا تھا۔ اچھا نسرین میں چلتا ہوں آپ کے گھر کوئی نہیں ہے۔ یہ نہ ہو ظالم زمانے والے طرح طرح کی باتیں کرنے لگیں۔ میرا یہاں بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں۔ انہی لفظوں کے ساتھ میں بوجھل قدموں سے واپس گھر کو پلٹ آیا۔ گھر آ کر جواب عرض کھولا تو اس کے اندر سے ایک کاغذ برآمد ہوا۔ جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

ہر صورت حسین ہے توجہ کی مستحق

بیٹھا رہے گا کون تیرے انتظار میں

اپنے محبوب عنصر دکھی کے نام!

سلام و محبت! جان سے پیارے عنصر جی سدا مسکراتے رہو۔ میرے حصے کی تمام خوشیاں آپ کو مل جائیں اور آپ کے تمام دکھ اللہ تعالیٰ میری جھولی میں ڈال دے۔ آپ نے پہلے مجھے لیٹر لکھا تھا، مگر آپ کو ٹھکرا دیا گیا۔ لیکن جب سے آپ کو دیکھا ہے مجھے بھی آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ دنیا بہت ظالم ہے دو دلوں کو ملتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ ڈر لگتی تھی کہیں بدنامی کا طوق گلے میں نہ لٹک جائے۔ مگر آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپ کو لیٹر لکھ رہی ہوں۔ سمجھ نہیں آ رہی کیا لکھوں، کیا نہ لکھوں۔ جسے میں نے بہت تڑپایا بہت دکھ دیئے لیکن آج میں ہار گئی آپ جیت گئے۔ مجھے آپ سے بے پناہ محبت ہے۔ پلیز دامن تھام لو۔ میں گرنے لگی ہوں مجھے گرنے سے بچا لو۔ محبت کے پرخار کٹھن و دشوار راہوں میں اکیلا مت چھوڑنا۔ ورنہ میں بکھر جاؤں گی ٹوٹ جاؤں گی۔ ریت کے ذروں کی طرح بکھر جاؤں گی۔ مجھے اپنی بانہوں میں سمیٹ لو۔ میں ساری عمر تمہیں خوشیاں دوں گی۔ اسی امید کے ساتھ انتظار رہے گا کہ آپ تمام خطائیں بھلا کر مجھے تھام لو گے۔ ان اشعار کے ساتھ اجازت مانگوں گی۔

میں خاک بن کر بکھر جاؤں

اے کاش وفا کی راہوں میں

قدموں میں جیون گزرے

اور موت آئے تیری بانہوں میں

فقط آپ کو چاہنے والی نسرین عنصر

یہ درد کے ٹکڑے ہیں اشعار نہیں ساغر

ہم کانچ کے دھاگوں میں زخموں کو پرو دیا کرتے ہیں

اتنے عرصے سے انتظار کی کشتی میں جو سوار تھا آج محبوب کا محبت نامہ پا کر دل خوشی سے بھنگڑے ڈالنے لگا۔ اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کرنے لگا۔ کتنا خوش قسمت تھا، محبوب نے میری محبت کو مان لیا تھا۔ مجھے ہر طرف محبتوں کے پھول کھلتے نظر آئے۔ بہاریں محبوب کی شان میں قصیدے پڑھ رہی تھیں۔ شجر خوشی سے جھوم رہے تھے۔ آسمان، چاند ستارے، بادل، ہوا، سبھی میری خوشی میں شریک تھے۔ مجھے مبارک باد، پھولوں کے گلدستے مل رہے تھے۔ میں بہت خوش تھا اور یہ خوشی میں نے اپنے دوست وسیم کو سنائی۔ وہ جو سنگ میلے پر جانے کی ضد کر رہا تھا، میرے بغیر چلا گیا اور میں اپنی نگری سجائے محبوب کے گیت گانے لگا۔ وسیم شام کو واپس لوٹا تو میرے لیے گفٹ لایا تھا مجھے تھماتے، چائے نوش کرتا اپنے گھر چلا گیا۔

زیب سے محبت

غذ قلم اٹھایا اور محبوب کو واپسی لیٹر لکھنے بیٹھ گیا جس کے چند الفاظ یوں تھے۔

جان سے پیاری نسرین جی کے نام!

سلام والفت! عرض ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت خداتعالیٰ سے نیک مطلوب چاہتا ہوں۔ آپ کا محبت نامہ ملا، پڑھ کر خوشی بھی ہوئی اور تھوڑا سا غم بھی۔ غم اس لئے کہ آپ کے پاس میں آتا رہا انتظار کرتا رہا اور آپ اظہار محبت نہ کر سکی۔ لیکن آج آپ کی طرف سے محبت بھرا خط پا کر خوشی سے ناچ رہا ہوں۔ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔ ایک بات سوچ لینا محبت کی راہیں بہت مشکل ہیں، جان تک کی بازی لگ جاتی ہے۔ پیار کیا ہے تو پھر نبھانا بھی، بیچ راہوں میں اکیلا تن تنہا نہیں چھوڑنا ورنہ میں مر جاؤں گا۔

ما تمک لئے میں نے تیری زندگی کے بھی دکھ یہ
کہہ کر

یارب! وہ بہت معصوم ہے اس کی حفاظت کرنا

فقط آپ کا چاہنے والا۔ عنصر این وکی۔

خط لکھنے کے بعد سونے کے لئے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ محبوب کے خیالوں کی نگری آباد کیے ہوا تھا کہ نیند نے اپنی گاڑی بھجوادی اور میں اس میں سوار ہو گیا۔ نیند کی وادی میں سیر کرتے کرتے صبح ہو گئی۔ اب لیٹر محبوب کو دینا تھا۔ بہانے تلاش کرتے کرتے آخر نسرین کے گھر کی طرف قدم اٹھ پڑے۔ چند منٹوں کی مسافت کے بعد میں نسرین کے گھر تھا۔ کتاب کے بہانے میں نے خط نسرین تک پہنچا دیا۔

یونہی خط و کتابت کا سلسلہ چل نکلا۔ روز ہی ہم ایک دوسرے سے لیٹرز کا تبادلہ کرتے اور کبھی نہ ساتھ چھوڑنے کے عہد و پیمان کرتے۔ ظالم زمانے کا مقابلہ کرنے کے منصوبے تیار کرتے۔ اسی طرح وقت کے ساتھ ساتھ ہمارے پیار کا شجر نازک کلی سے طاقتور درخت کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ ہر روز خطوں میں وعدے قسمیں کھاتے تھے۔ پھر ایک روز نسرین کا لیٹر ملا جس میں ملاقات کرنے کا کہا گیا تھا۔ دن کو ملنا دشوار تھا۔ دشمن زمانہ ظلم کے تیر کمان میں تیار کیے کھڑا تھا۔ تلوار نظروں سے ہمارے خلاف ثبوت ڈھونڈنے کی تگ و دو میں لگا رہتا۔

نسرین نے کہا تھا عنصر! آج رات گیارہ بجے ہماری خالی حویلی میں آنا۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ آپ نے ضرور آنا ہے۔

میں سوچنے لگا کیا کروں، ایک طرف محبوب کی فرمائش ہے تو دوسری طرف دشمن زمانہ۔ مرتا کیا کرتا۔ دل نے کہا عنصر وعدے نبھانے کی قسمیں کھاتے ہو اور پہلے وعدے پر ہی قدم ڈگمگانے لگے ہیں۔ چلو اٹھو اور محبوب سے وعدہ نبھاؤ۔ میں بھی وسوسے، خیالات کو دور کر کے دل کی بات مان لی۔ اور لمبا انتظار کرنے کے بعد محبوب کی طرف چل پڑا۔ آخر وہ لمحہ بھی آ گیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ مقررہ مقام پر پہنچ کر نسرین کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا محبوب، میری جان نسرین آ گئی۔ ہم دونوں محبت بھری باتیں کرنے لگے۔ ساتھ جینے مرنے کے وعدے کیے۔ ظالم زمانے کے ستموں کا مقابلہ شیشہ پلائی دیوار کی طرح بن کر کریں گے۔ حقیقی طور پر ہم ایک دوسرے کو اپنا ہم سفر، اپنا جیون ساتھی مان چکے تھے۔ میں محبوب کی گود میں سر رکھے سویا رہتا اور نسرین بڑے پیارے سے میرے بالوں میں اپنے ہاتھوں کی نرم و ملائم انگلیوں سے کنگھی کرتی۔

ہماری محبت سچ پر مبنی تھی۔ ہم دن کو پارکوں، بازاروں میں ملتے تھے اور رات کو جب سبھی سو جاتے تو ہم اسی خالی حویلی میں ملتے تھے۔ پیار و محبت کے تاج محل تعمیر کرتے۔ ہماری محبت کی گواہی چاند ستارے دیتے تھے۔ رات کی چاندنی اپنی روشنی سے

کی۔ سبھی نے چائے کے مزے لئے۔ چائے کی پارٹی اختتام پذیر ہوئی تو معظم شہزاد نے مجھ سے پوچھا۔

آپ کا نام عنصر ہے۔

جی ہاں۔۔۔ میں نے جواب دیا۔

انہوں نے ایک فارم میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا عنصر فل اپ کر دو۔ میں نے فارم فل کیا تو ہمیں پاسپورٹ سائز کی تصویریں بنوانے کو کہا۔

میں ایک فوجی جوان کے ساتھ تصویریں بنوانے چلا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ہم تصویریں بنوا کر واپس آ گئے۔ تصویریں جمع کروائی اور ایڈمشن فیس چھ ہزار روپے ان کو دیے۔ ایڈمشن لینے کے بعد ہم نے اجازت طلب کی اور یونٹ واپس لوٹ آئے۔ تیرہ ستمبر کو میرا کالج میں پہلا دن ہوتا تھا۔ اشفاق صاحب نے پانچ بجے آفس سے چھٹی کی اور ہم گاڑی میں بیٹھ کر سیر و تفریح کرنے کے لئے چلے گئے۔ صدر بازار سے شاپنگ کرتے ہوئے ہم تے حضرت شاہ شمس کے دربار پر حاضری دینے جا نکلے۔ وہاں قریبی ہوٹل سے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد تقریباً رات دس بجے واپس یونٹ آ گئے۔ سارے دن تھکا ہارا جب سونے کے لئے بستر کی گود میں روم میں گیا تو نسرین کی یاد ستانے چلی آئی۔

نگاہ شوق سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

نسرین کی تصویر سے بات کرتے کرتے نیند سے دوستی کر لی۔ جب آنکھ کھلی تو روشنی صبح ہونے کی نوید دے رہی تھی۔ بستر کو الوداع کیا نہانے کے بعد نماز فجر ادا کی اور تیاری کرنے کے بعد اشفاق صاحب سے اجازت مانگی۔ ان کے الوداع کرتے ہی میں گھر کی طرف چل پڑا۔ چار گھنٹے کی مسافت کے بعد گھر پہنچا۔ اپنی جان نسرین کے لئے ایک انگوٹھی، گلے کی چین، پرفیوم اور خاص طور پر ملتان کی مشہور سوغات، ملتانی سوہن حلوہ لے کر آیا۔ تھوڑی دیر گھر رہنے کے بعد محبوب کے گھر کی طرف چل پڑا۔ میری جان، میری محبت گھر میں اکیلی تھی۔ میں اپنی جان سے ملا۔ مجھے دیکھتے ہی گلے شکوے کرنے لگی۔ کہنے لگی،

کہاں چلے گئے تھے؟ پھر رونے لگی۔

میں اسے تسلیاں دیتا رہا۔ میری جان مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔ بھائی جان نے اچانک ملتان بھیج دیا تھا۔ میں تمھیں بتا نہ سکا۔ دیکھو تو میں تمھارے لئے کیا کیا لایا ہوں۔

نسرین گفٹ دیکھ کر مسکرا دی۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ پھر نسرین نے پوچھا،

ملتان جو گئے تھے کیا بنا۔

میں نے جواب دیا۔ تیرہ ستمبر کو کالج میں پہلی حاضری ہے۔

وہ روہانسی ہونے لگی تو میں نے کہا۔ میری جان ابھی پندرہ دن پڑے ہیں میں روز تمھیں ملنے آیا کروں گا۔ ابھی مجھے اجازت دو۔

نسرین اپنی جان سے اجازت لیتے ہی گھر کی راہ لی۔ یونہی وقت گزرتا رہا محبوب کا قرب پا کر دل بہت خوش تھا۔ پھر وہ وقت بھی آ گیا۔ جب محبوب سے جدا ہو کر ملتان جانا تھا۔ ملتان جانے سے ایک دن پہلے، میں اپنی جان، اپنی زندگی، نسرین کو ملنے کا کہا۔ اس نے اسی رات وہی پرانی جگہ، خالی حویلی میں گیارہ بجے آنے کو کہا۔ محبوب سے ملن کا انتظار کرتے کرتے وہ گھڑیاں آن پہنچی۔ مقررہ وقت پر میں وہاں پہنچ گیا۔ نسرین بھی آ گئی۔ اس رات دو پریموں نے خوب پیار و محبت کے پل باندھے عہد و پیمان ہوئے۔ ہم پیار کی دنیا میں اتنے گم ہوئے کہ وقت گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ جب موذن نے

دن صبح دی تو میں اپنی جان سے اجازت طلب ہوا اور گھر کی طرف لوٹ آیا۔ ناشتہ کرتے ضروری سامان پیک کرتے صبح آٹھ بجے ملتان کی طرف روانہ ہوگیا۔

مرگ جاں نہ سہی مرگ محبت ہی سہی
زندگی کچھ تو تیرے قرض اتارے جائیں

ملتان کی سرزمین پر بجے کالج میں پہلا دن تھا۔ نئے نئے چہرے تھے۔ پہلا دن بہت ہی بور سا گزرا۔ پھر آہستہ آہستہ ماحول کے مطابق ڈھل گیا۔ نسرین کی یاد بہت ستاتی تھی۔ لیکن کہتے ہیں کہ مجبوریاں انسان کو اپنوں سے دور کر دیتی ہیں۔ میں بھی بے بس تھا ہر ویک اینڈ پر گھر آتا اور اپنی جان نسرین کو ملتا۔ ان کے پیار سے کچھ تو سکون مل جاتا۔ نسرین اکثر مجھ سے سوال کرتی۔

عنصر! آخر کب تک یہ جدائی ہمارے مقدر میں رہے گی؟۔

میں اسے یہی کہتا، پگلی، ہم دو بدن ضرور ہیں مگر ایک ہی جان، ایک ہی دل ہیں، پھر جدائی کیسی۔؟ تم تو میرے اتنے قریب ہو کہ تمہارے سانسوں کی مہک بھی محسوس کرتا ہوں۔ جدائی کی مختصر گھڑیاں جلد ہی ختم ہو جائیں گی۔

وقت کا گھوڑا اپنی مستی میں تیز دوڑتا رہا۔ میں جب بھی گھر آتا، وسیم، بشارت اور کامران میرے پاس آجاتے۔ ایک رات میرے پاس ٹھہرتے۔ خوب گفتگو ہوتی۔ کبھی مجھے چھیڑتے۔ کہتے

عنصر! ہماری بھابھی کا کیا حال ہے۔ کب منہ میٹھا کروا رہے ہو؟۔ یار اب تو شادی کے لڈو کھانے کو ہمیں بہت انتظار ہے۔

لیکن کہتے ہیں وقت بڑے بڑے صدمے دیتا ہے۔ کسی سے اس کے پیارے چھین لیتا ہے۔ کسی سے محبوب جدا کر دیتا ہے۔ اس بے رحم کو کیا کوئی مرے یا جئے۔ اس کو گزرنا ہوتا ہے بس چپ سادھے گزرتا چلا جاتا ہے اس کے زہر سے تیر کلیجہ چھلنی کرتے رہتے ہیں۔ دنیا بڑی سنگدل ہے۔ ہمیں کہاں خبر تھی، ہمارے پیار کو کسی بدنظری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ ہمارے پیارے کو دیمک لگ چکی تھی جو دھیرے دھیرے تن آور اس درخت کو کھا گئی۔ ہم تو دنیا جہاں سے بے خبر اپنی بنائی دنیا میں محو تھے۔ ہمیں کہاں خبر تھی کہ اپنے حصے کی خوشیاں لٹ چکے ہیں۔ اب حشر تک نہ ختم ہونے والا غم ہمیں اپنی بانہوں میں لینے کو بے تاب ہے۔ تقدیر نے خوب مذاق کیا۔ جب وقت اور حالات انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں تو اس کو احساس ہوتا ہے کہ میں تو سپنوں کی دنیا میں تھا۔ جب احساس ہوتا ہے سب کچھ بکھر کر ریت کے ذروں کی طرح مٹھی سے نکل چکا ہوتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ تقدیر نے خوب تماشا کیا تھا۔ قسمت مجھ پر یوں ستم کرے گی خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا۔ میری زندگی ہنستی، مسکراتی زندگی یوں دکھوں، آنسوؤں کے سمندر میں غوطہ زن ہو جائے گی۔ میری زندگی بہت جلد میں اجڑے شجر کی مانند ہو جائے گی۔ میں دکھوں، غموں کے حوالے ہو جاؤں گا۔ کب سوچا تھا۔؟ میرا پیار تو آسمان کی بلندی کو چھونے کو تھا۔

پھر ایسا طوفان آیا کہ سب کچھ بکھر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بارات جوانی کی طرح میں ماتم کناں تھا۔ زندگی سے نفرت سی ہو گئی۔ بعض دفعہ تقدیر بھی ایسے ایسے کھیل کھیلتی ہے کہ زندگی تو بچ جاتی ہے لیکن بے جان، بے رنگ سی، بے مطلب سی، ایسی زندگی کا کیا جینا۔

قصہ مختصر یوں کہ جب میں کالج گیا۔ اپنی جان سے دوری برداشت نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اسے موبائل اور سم لے کر دی۔ اسی طرح نسرین کی کوئل سی بولی سن کر دل کو سکون سا مل جاتا تھا۔ ابھی چار ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ ایک دن تم موبائل پر باتیں کر

رہے تھے۔ تو نسرین کی والدہ نے دیکھ لیا۔

نسرین سے پوچھا گیا۔

یہ موبائل کس کا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ تم کس سے باتیں کر رہی تھی۔ نسرین کی والدہ نے نسرین کی خوب پٹائی کی۔ نسرین سے موبائل چھین لیا گیا۔ نسرین نے بھی والدہ کو صاف صاف بتا دیا۔

یہ عنصر کا موبائل ہے اور میں عنصر سے پیار کرتی ہوں۔ عنصر سے محبت کرتی تھی، کرتی رہوں گی چاہے میری جان ہی لے لو۔ میں شادی اسی سے کروں گی ورنہ خودکشی سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔

نسرین کی والدہ نے اسے سمجھایا۔ بیٹی کچھ تو ہماری عزت کا خیال کرو۔ ہماری عزت خاک میں نہ ملاؤ تو نسرین نے واضح کہہ دیا کہ میں عنصر کی ہوں اس کے علاوہ میں کسی کی نہیں ہو سکتی۔

ادھر میں نمبر ڈائل کرتا تو مسلسل پاور آف ملتا۔ میں بہت پریشان ہوا۔ کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اللہ خیر کرے کبھی میری جان نے نمبر آف تو نہیں کیا۔ دو دن اسی طرح گزر گئے۔ ویک اینڈ پر میں گھر آیا۔ شام کو نسرین کی طرف چلا گیا۔ وہ گھر میں اکیلی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی رونے لگی۔

نسرین میری جان کیا ہوا۔ رو کیوں رہی ہو؟

عنصر! یہ پوچھو کیا کچھ نہیں ہوا۔ امی نے بہت مارا ہے اور موبائل بھی چھین لیا ہے۔ میں بے خیالی میں آپ سے باتیں کر رہی تھی کہ امی نے دیکھ لیا۔ پھر کیا تھا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ عنصر! مجھے یہاں سے لے چلو ورنہ میں مر جاؤں گی۔ عنصر! مجھے ساتھ لے چلو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ میری موت کے ذمہ دار تم ہی ہو گے۔

میں نے اپنی جان کو سمجھایا۔ نہیں جانو اس طرح ہماری محبت بدنام ہو جائے گی۔ ہم اپنی محبت کو رسوا نہیں کریں گے۔ تم اطمینان رکھو میں بہت جلد اپنے والدین کو تمہارے گھر بھیجوں گا۔ کچھ ساعتیں ٹھہرنے کے بعد میں گھر لوٹ آیا۔ پھر سوچوں کا ایسا سیلاب آیا کہ میں اس میں ڈوبتا گیا۔

میں نے اپنے دوست کو بلوایا۔ وسیم آیا تو ساری صورت حال اسے بتائی۔ ابھی اسی بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ نسرین کا خط موصول ہوا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

پیارے عنصر! جانی سلام و محبت!

پیارے ساجن میں بہت مشکل میں ہوں۔ مجھے بھائی نے ابو کو ساری بات بتا دی ہے۔ ابو نے بھی بہت مارا ہے۔ میرے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ عنصر میں مر جاؤں گی۔ دنیا بہت ظالم ہے اسی طرح ہوتا رہا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ مجھے تمہارے بغیر چین نہیں آتا۔ جلدی مجھے جواب دو۔ مجھے اپنے ساتھ ملتان ہی لے چلو۔ میں نے تمام تیاری کر رکھی ہے فقط تیرا انتظار ہے۔ جواب جلدی دینا۔

فقط آپ کی دیوانی۔ نسرین عنصر

خط پڑھا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ معاملہ بگڑ گیا تھا۔ اب کیا کروں۔؟ کدھر جاؤں؟ میں تو گھر والوں سے بات کرنے کا سوچ رہا تھا لیکن جہاں تو جلدی کرنا تھی۔ میں نے وسیم سے مشورہ کیا۔ وسیم نے کہا۔

اسے واپسی لیٹر لکھ کر سمجھاؤ کہ کچھ دن انتظار کرے۔ جلد از جلد کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔

وسیم کے مشورے سے میں نے جوابی لیٹر لکھا جو کچھ یوں تھا۔

جان سے پیاری، میری جان نسرین

سلام الفت! میری زندگی، میری دھڑکن، میری روح و چین، جذباتی فیصلے ہمیشہ رولاتے ہیں۔ پلیز تم کچھ دن انتظار کرو۔ میں کوئی نہ کوئی حل

لے لوں گا۔ خدا بہتر کرے گا۔ پریشان ہونے سے
مسئلے حل نہیں ہوتے۔ تم آج بھی میری ہو کل بھی
میری ہو۔ تمہی میری جان ہے۔ ہمیشہ پھولوں کی
پنکھڑیوں کی طرح مسکراتی رہو۔ آمین!

والسلام۔ آپ کا اپنا عنصر۔

خط لکھ کر جیب میں ڈالا اور گھر سے نکل پڑا۔
نسرین کے گھر کے نزدیک پہنچا تو سامنے ایک لڑکا
کھیل رہا تھا۔ میں نے اسے دس روپے رشوت دی
اور خط نسرین کو دینے کو کہا۔ لڑکے کو اشارتاً نسرین کا
بتایا خط دیتے ہی واپس آ گیا۔

شام کے سائے گہرے ہونے لگے۔ میرے
سیل پر کال آئی۔ سرگودھا سے میرا پرانا دوست یاد کر
رہا تھا ساتھ ہی اپنے ہاں آنے کو کہہ رہا تھا۔ میں نے
حامی بھر لی۔ پھر اس کی طرف جانے کی تیاری کرنے
لگا۔ گھر سے نکلنے والا تھا کہ ابو نے روک لیا۔

کہاں جا رہے ہو۔؟

ابو جان سرگودھا سے میرے دوست کی کال
آئی ہے۔ وہ بہت بیمار ہے اور مجھے بلوا رہا
ہے۔ وہاں جا رہا ہوں۔ مل کر واپس آ جاؤں گا۔

بیٹا آج میرے پاس تمہاری شکایت آئی ہے۔

میں تھوڑا حیران ہوا۔ کیسی شکایت ابو جان۔؟

بیٹا صفدر کے سسرال سے صفدر کی ساس کہہ رہا
ہے کہ عنصر میری بیٹی کو تنگ کرتا ہے۔ اسے سمجھاؤ ورنہ
برا حال کریں گے۔

نہیں ابو جان۔ شاید ان کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔
ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ابو جی کے سامنے ٹال مٹول
کر گیا اور سرگودھا دوست کے پاس چلا گیا۔ ابو نے
بھی جانے کی اجازت دے دی۔

میں سرگودھا دوست کے پاس پہنچ گیا۔ عید
الاضحیٰ میں چار دن باقی تھے۔ دو دن دوست کے
پاس رہا۔ تیسرے دن میرا دوست شاہین آباد اسٹیشن پر
چھوڑنے آیا۔ ابھی ہم اسٹیشن پہنچے ہی تھے کہ میرے
ہمسائے سرفراز کی کال آ گئی۔ پوچھنے لگا۔

عنصر کہاں ہو۔؟

میں شاہین آباد اسٹیشن بیٹھا ہوں اور گھر آنے
کے لئے ٹرین کا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے جواب
دیا۔ سرفراز خیریت تو ہے۔

سرفراز نے جواب کیا دیا۔ ایک دل گیر خبر دی
کہ نسرین کو رات کسی نے فائر مار دیا ہے نسرین کے
گھر والے تمہارا نام لے رہے ہیں۔ پولیس
تمہارے گھر کے چکر کاٹ رہی ہے۔

اف اللہ! میں تو دو دن سے سرگودھا دوست
کے پاس تھا یہ کیسے ہو گیا؟ میں نے جواباً پوچھا۔
میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ نجانے کیا ماجرا
ہے۔ کون ہے جو ہمیں رسوا کر رہا ہے۔

یہ مقدر کی بات ہے کہ آج تم نہ رہو سکا رشتہ محبت
تم! شکایت نہ کریں گے گلہ نہ کریں گے ہم

میں نے اپنے بھائی ظفر اقبال کو کال کی ان
سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کہا۔

لیکن بھائی میں تو سرگودھا دوست کو ملنے گیا
تھا۔ ابھی واپسی آنے کے لئے شاہین آباد اسٹیشن پر
آیا تھا۔ میں نے جواب دیا۔ بھائی یہ سب جھوٹ
ہے میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ میں نے اپنی صفائی
پیش کرنی چاہی۔

بھائی نے کہا عنصر! ابھی تم گھر نہ
آؤ تاندلیانوالہ میں میرے دوست عمر حیات رہتے
ہیں۔ تم ان کے پاس چلے جاؤ۔ عید بھی وہاں
کرو۔ میں ابھی گھر جا رہا ہوں۔ معاملہ حل کرنے کی
کوشش کرتے ہیں۔

یہ 8-12-2008 کی بات ہے۔ نجانے
کس نے فائر مارا تھا۔ نسرین نے گھر والوں کو میرا
نام بتا دیا۔ یہ کوئی سازش تھی۔ کوئی منصوبہ تھا۔ جو
میرے خلاف تیار کیا گیا تھا۔

عید کے چوتھے دن میرے بھائی ظفر اقبال اور

منصور حسین نے مجھے بچایا۔ میرے اوپر الزام لگایا گیا کہ نسرین کو فائز تم نے ہی مارا ہے۔ چشم دید گواہ بھی تو خود میرا پیارا، میری جان نسرین تھی۔ میں اللہ تعالٰی اور اس کے پیارے حبیب رسول اکرم ﷺ کے واسطے دیتا رہا۔ اپنی صفائی دیتا رہا کہ فائز میں نے نہیں مارا۔ میرے گھر والوں نے بھی نسرین کے گھر والوں کو میری جگہ حلف اٹھا کر دیا۔ یہ کسی دشمن کے کام تھے۔ عنصر تو سر کو دھا گیا ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ میری قسمت روٹھ گئی۔ عذاب مسلسل زندگی کو جھیل رہا تھا۔

میری جان جو اب دشمن بن چکی تھی ہو۔ دشمن جاناں نے میرے سامنے ہی میرے خلاف گواہی دے کر مجھے ویرانیوں کی گہری کھائی میں پھینک دیا۔ میرا ساتھ جو بھی ہوا سو ہوا۔ اس ظالم نے میرے دوست وسیم کا بھی نام لے لیا۔ نجانے کن مجبوریوں کی زنجیر میں جکڑی ہوئی تھی۔ یا سچ مچ نسرین بدل گئی تھی۔ گھر والوں کی باتوں میں آ کر سچے عاشق کو سولی پر لٹکا دیا۔ زندگی زندگی کہنے والے زندگی برباد کر گئے۔ اس سے تو بہتر تھا اپنے ہاتھوں سے زہر پیالہ پلا دیتی۔ غم تو نہ ہوتا۔ مجھے اپنے ہی ہاتھوں ختم کر دیتی۔ یوں زمانے کی نظروں میں رسوا تو نہ کرتی۔ میرا مستقبل، میری زندگی میرا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ واہ رے محبت خوب صلہ دیا تو نے۔ تو یوں بھی رسوا کرتی ہے۔ حسین خواب دکھا کر دامن ہی کانٹوں سے بھر دیا۔

ایک وقت تھا کبھی نسرین میری ہی باتیں کرتی تھی۔ میرے ہی گیت گاتی تھی۔ میرے چہرے پر لمحہ بھر اداسی کے بادل منڈلاتے تو تڑپ اٹھتی تھی۔ لیکن۔ لیکن اب اس نے میری زندگی میں زہر بھر دیا۔ ایسا زہر جو لمحہ لمحہ اذیت دیتا رہتا ہے۔

میں تڑپتا رہا، چیختا رہا کہتا رہا کہ میں بے قصور ہوں۔ لیکن جب تقدیر نے ہی میرے خلاف محاذ کھول دیا تو دوش کس کو دیتا۔ کس سے شکوہ کرتا۔؟ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ جس سے پیار کرتا ہوں وہی میری زندگی عذاب بنا دے گی۔ وہی میری جان لے لے گی۔ کب سوچا تھا۔؟ میں پریشان تو تھا ہی گھر والے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ ہر چہرے پر اداسی۔ مایوسی کے بادل منڈلاتے تھے۔

زندگی جب اذیت ناک ہوتی ہے۔ تبھی دوست، رشتے دار، عزیز چھوڑ جاتے ہیں۔ جب پیار کرنے والے، جان دینے والے ہی دشمن جان بن جائیں تو بھروسہ کس پر کیا جائے؟ مجھے تو جان سے پیاروں نے لوٹا، انہوں نے میری زندگی اجاڑ دی۔

کیا پیار کرنے والے اسی طرح کرتے ہیں؟

کیا کسی کا محبوب اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے پیار کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ وسیم تو کسی طرح سے بری ہو گا اور میں اپنی ہی سوچوں میں قید ہو کر رہ گیا۔ ہر لمحہ اذیت ناک دردوں، دکھوں کی سوغات لے کر آتا۔ میں پل پل مرتا۔ پل پل جیتا تھا۔ میرے سارے خواب چکنا چور ہو گئے۔ سارے محل ریت کی دیوار کی مانند مسمار ہو گئے

مٹی میری قبر سے چرا رہا ہے کوئی
مر کے بھی یاد آ رہا ہوں میں
اے خدا!! ایک لمحے کے لئے زندگی دے
اداس میری قبر سے جا رہا ہے کوئی

نسرین تیری محبت کیسی تھی۔ کیسے تیرے وعدے تھے۔ تو تو ایک پل مجھ سے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی، اب برسوں کی دوریاں کیوں؟ اب تمہیں کون سی مجبوری آن پڑی ہے کہ میری زندگی، میری روح تک زخمی کر دی اور مجھے خود سے بہت دور بہت دور کر دیا۔ بتاؤ نسرین بتاؤ۔ تم تو میری پیاری سی کوئل سی جان تھی۔ اب کیا ہوا کہ تو ہی زہریلی ناگن بن گئی ہو۔ تو نے اپنے جوگی کو ڈس لیا۔ لوگ سانپوں سے

ڈرتے ہیں۔ لیکن ان کو کیا خبر یہاں تو سانپوں سے بھی زہریلے لوگ بھی بستے ہیں۔ جو ایسے ڈستے ہیں کہ بندہ پانی تک نہیں پی سکتا۔

نسرین میں پوچھتا ہوں آخر ایسا کرنے سے تجھے کیا ملا۔؟ میری زندگی اجاڑ کر میری زندگی عذاب بنا کر مجھے بدنامی کا طوق پہنا کر تجھے کیا حاصل ہو گیا۔؟ لیکن ایک بات یاد رکھنا میں جہاں بھی جاؤں گا، جہاں بھی رہوں گا۔ لوگ تیرے نام سے ہی مجھے پکاریں گے۔ تیرا ہی عاشق ہوں۔ کبھی بھی کہیں گے وہ دیکھو نسرین کا مجنوں جا رہا ہے۔ تو تو مجھ سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ مگر یہ کیا کیا اپنے ہی ہاتھوں اپنے ہی محبوب کا گلہ دبا دیا۔ تو نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے محبوب کا خون کر دیا۔ یاد رکھنا تجھے بھی چین و سکون کہیں بھی نہیں ملے گا۔ تو نے مجھے تڑپایا ہے تو بھی دن رات تڑپے گی۔ دیکھ ظالم محبوب ایمان کی بھی شادی ہو گئی ہے۔ وسیم اور بشارت بھی اپنی نئی زندگی کا آغاز کر چکے ہیں۔ کیا ہوا میرے نصیب میں تو نہیں تھی۔ تو نے تو رسوا کر دیا۔ کتنی ظالم ہو تم۔ ہاں ہاں ظالم ہو تم۔ ساتھ ہی میری سسکیاں بندھ گئیں۔

آج کئی ماہ بعد جب اپنے لوگوں میں گیا تو دنیا عجیب سی لگی تھی۔ بہت سی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ ہر چہرہ دشمن سا لگتا تھا۔ سیانے ٹھیک ہی کہتے ہیں سانپ کا ڈسا رسی سے بھی ڈرتا ہے۔ راہیں وہی ہیں اور زمین وہی ہے بدلا ہے تو زمانہ کا رنگ، انداز، ڈھنگ بدلا ہے۔ زمین اب بھی انسانوں کا بوجھ اٹھاتی ہے۔ کھیت اب بھی سرسبز فصلیں اگاتے ہیں۔ یہی راہیں، یہ شجر، یہ مکتے، یہ گلیاں بھی پھولوں کی طرح خوشبو پھیلاتی تھیں۔ اب جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ گم سم، خاموش سی، جیسے ماتم کر رہی ہوں۔ اب جیسے خون کی ندیاں بہتی ہوں۔ ہر آنکھ خون بہاتی نظر آتی ہے۔ ہر چہرہ غم زدہ ہے۔ نجانے ان گلیوں کی خوشیاں کون لے گیا ہے؟ ہر چہرہ مجھ سے ایک ہی سوال کرتا نظر آتا ہے۔ محبت نے تمہیں کیا صلہ دیا۔؟ نسرین کی محبت نے تمہیں مجنوں بنا دیا۔ تمہارا مستقبل چھین لیا۔

میری نسرین اب بتاؤ ان لوگوں کے سوالوں کے جواب کہاں سے لاؤں؟۔ کیا جواب دوں؟ تم نے خود اپنے زندگی برباد کر دی۔ کسی پر کیچڑ اچھالو گے تو ہاتھ تمہارے بھی گندے ہو جائیں گے۔ تم نے کبھی یہ سوچا بھی کہ دوسروں میں برائیاں تلاش کرنے والا اپنی ہی برائیاں ڈھونڈتا ہے۔ دیکھو تو میں آج بھی وہیں کھڑا ہوں۔ جہاں پہلی بار ملے تھے۔ وہی آنکھیں، وہی انداز محبت۔ وہی سادگی۔ فقط نظریات بدل گئے ہیں۔ وقت بدل گیا ہے۔ ہاں عنصر بدل گیا ہے۔ لیکن تم کیوں روتی ہو۔؟ تمہیں تو خوشیاں مل گئیں ہیں۔ تم نے دو خاندانوں کے درمیان دوریاں پیدا کر دی۔ تم بھی خوش نہیں رہ پاؤ گی۔ جب تنہائی کاٹنے کو آئے گی تب میری یاد نیا میری محبت تمہیں تڑپائے گی۔ اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ ہاں بہت دیر، تیرا یہ دیوانہ، تیرا ملک، تیرا شہر چھوڑ کر بیرون ملک جا چکا ہوگا۔ تم اپنے ستم کی انتہا کر دیکھو دیوانہ برداشت کرکے دکھائے گا۔

جب میں گھر آیا۔ میری آنکھیں چھم چھم برس پڑی۔ ماں صدقے واری ہو رہی تھی۔ بھائی ظفر اقبال آرمی کی طرف سے ساؤتھ افریقہ چلا گیا تھا۔ اجڑا اجڑا گھر دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میرا مستقبل داغدار ہو گیا۔ میں نے کیا سوچا تھا۔؟ مجھے کیا ملا؟ محبت نے مجھے برباد کر دیا۔ میرے ارمانوں کا خون کیا گیا۔ میرے احساسات، جذبات کو کچلا گیا۔ گھر کی دیواریں بے بسی کی مورتی بنی سوال کرتی تھیں عنصر ہم نے تیرا کیا بگاڑا تھا جو ہماری خوشیاں چھین لی دشمن چال پہ چال چل رہا تھا۔

ابھی گھر آئے 2 ماہ نہیں ہوئے تھے کہ نسرین

۔تیرے گھر والوں نے ایک ڈرامے کے تحت مجھے چوری کے مقدمے میں پکڑوانا چاہا۔قدرت خدا کی ان دنوں میں راولپنڈی تھا۔انہوں نے جاسوسی کتے منگوائے۔اور پاگل کتے بھی میرے گھر آ کر بیٹھ گئے۔یوں ایک دفعہ پھر مجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے کروانا چاہا۔لیکن ان کا یہ منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا۔

لیکن نسرین میں تم سے مخاطب ہوں۔میری جان۔یوں مجھے برباد کر کے تمہیں کیا حاصل ہو گیا۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں بے قصور تھا۔یہ تم بھی جانتی ہو۔فائر میں نے نہیں۔تمہارے دوسرے عاشق کامران نے مارا تھا۔جب اس نے تجھے میرا ساتھ دیکھا تھا۔برداشت نہیں کیا تھا۔تو نے اس کے ساتھ بھی پیار کا ڈھونگ رچایا تھا۔اب نجانے کتنے گھر برباد کرے گی۔میں تمہیں سچی محبت کرتا تھا۔مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ تو ایک کھیل کھیل رہی تھی۔بھیانک کھیل۔ہاں ایک دن ہو گا جب عمر ڈھل جائے گی۔جوانی کا جوبن ختم ہو جائے گا۔میری یاد آئے گی تو تو خون کے آنسو بہائے گی۔تمہیں نیند نہیں آئے گی۔مجھے تڑپایا ہے تو بھی تڑپے گی۔تمہارے آنسو پونچھنے والا کوئی بھی نہیں ہو گا۔ہمیشہ غم کی آگ تمہیں جلاتی رہے گی۔لیکن اس وقت یہ عنصر دور بہت دور جا چکا ہو گا۔

قارئین میرا ویزہ آ گیا ہے۔اب جلد ہی میں پاکستان چھوڑ کر ابوظہبی چلا جاؤں گا۔شاید میرے غموں میں کمی آ سکے۔مجھے سکون مل سکے۔بے وفا کے زخم بھول پاؤں۔بس قارئین آپ سے ایک التجا ہے۔کسی کو میری طرح برباد مت کرنا۔ورنہ ساری زندگی آنسو مقدر بن جائیں گے۔کسی کی زندگی میں زہر بھرنے سے پہلے لمحہ بھر کے لئے سوچ لینا۔کہ تم بھی کسی کے چشم و چراغ ہو۔تمہیں بھی کوئی پیارا ہے۔تم بھی کسی کو چاہتے ہو۔کسی سے پیار کرنا تو خوب اچھا کرنا ورنہ خود غرضی کا پیار تمہیں رسوا کرے گا۔خدا تعالیٰ آپ کو نسرین کی طرح محبوب نہ دے۔

میرے لیے دعا کرنا کہ ابوظہبی جا کر بے درد نسرین کا پیار بھول پاؤں۔اس کے دیئے ستم بھول جاؤں۔میری زندگی پھر سے مہک اٹھے۔آمین!۔

ہاں تو قارئین محمد عنصر وگی کی داستان سن رہے تھے۔جو میں نے آپ کے گوش گزار کی۔محمد عنصر ابوظہبی میں سکون کی زندگی گزار رہا ہے۔جب سے گیا ہے پاکستان نہیں لوٹا۔اور نسرین ماں باپ کی عزت کا جنازہ نکال کر اپنے عاشق کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی ہے۔آج تک اس کی خبر نہیں کہ کہاں ہے۔کس حال میں ہے۔اپنی تنقیدی و تعریفی آراء سے ضرور نوازیں۔دعا ہے اللہ تعالیٰ سب پریموں کو ان کا پیار دے اور ماں باپ کی عزت اور ادب کرنے کی توفیق فرمائے۔زندگی رہی تو پھر کسی نئے موضوع کے ساتھ ملیں گے اس وقت تک اپنا بہت سا خیال رکھنا۔بندہ ناچیز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

غزل

یادوں کا اک جھونکا آیا برسوں بعد
پہلے اتنا روئے نہ تھے
جتنا روئے برسوں بعد
لمحہ لمحہ گھر اجڑا ہے مشکل سے احساس ہوا
پتھر آئے برسوں پہلے شیشے ٹوٹے برسوں بعد
بھول بھی جاؤ کس نے توڑا کیسے توڑا کیوں توڑا
ڈھونڈ رہے ہو کیوں دل کے ٹکڑے گلیوں میں
برسوں بعد
دستک کی امید لگائے کب تک جلتے ہم
کل کا وعدہ کرنے والے ملنے آئے برسوں بعد

عابد عباس۔شجاع آباد

ملے کچھ یوں

تحریر۔ آسترہ۔ کراچی

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ناممل
میں آج اپنی ایک نئی تحریر ملے کچھ یوں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں یہ بڑی یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کہ بے وفائی کرنے سے احتراز کریں کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا۔ اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں۔ مجھے یہی بہتر لگا تھا۔ سو رکھ دیا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

بازار میں کافی رش تھا کبھی تھی اپنے لیے اسکیٹنگ شوز خریدنے زبیر کو وہی کے موجود کچھ فاصلے پر کھڑی کاندار سے کچھ بولتی ہوئی بھی اپنے ساتھ کھڑی خاتون سے کچھ کہتی اسے اپنے سینوں کی راگ گنگنا رہی تھی وہ بہت سندر تھی سانولی سی رنگت والی ایک لڑکی تھی قد میں خاصی اچھی تھی اس کا نام راحل تھا ہر سینڈ بے قاعدگی سے چہچہاتی جاتی تھی بھولی اتنی تھی کہ کوئی بھی اسے بے وقوف بنا سکتا تھا۔ اس کی کئی مرتبہ نگاہیں بلو کلر کے اسکیٹنگ شوز پر پڑی تھی جنہیں ابھی زبیر خریدنے کا سوچ رہا تھا زبیر نے ان شوز کو اٹھا کر خریدنے کے لیے پیسے دکاندار کی طرف بڑھائے تھے کہ راحل نے آ کر کہا۔

ایکسکیوزمی یہ شوز مجھے چاہیے۔
لیکن میں انہیں خرید چکا ہوں۔

پلیز مجھے یہ شوز خریدنے دیں بلو کلر مجھے پسند ہے راحل نے التجائیہ جملہ کہا۔
پلیز ۔۔۔ پلیز ۔ آپ میری مجبوری کو سمجھیں زبیر بضد رہا اسے شوز بلو کلر کے مجھے بہت اور نہیں ملیں گے زبیر سوچ میں پڑ گیا بلا آخر زبیر نے اوکے یہ لیجیے کہہ کر وہ شوز اس لڑکی کے ہاتھ میں پکڑا دیے اور آگے چل دیا جاتے وقت زبیر کا والٹ گر گیا تھا۔
مگر راحل کی نظر اس والٹ پر پڑ گئی تھی اس نے والٹ اٹھا کر بیگ میں موجود شاپر میں ڈال کر دکاندار کو پیسے دیئے اور شوز لے کر گھر آ گئی۔۔
مما مجھے آج والٹ ملا ہے لگتا ہے بھاری والٹ ہیں کافی پیسے ہوں گے کیوں نہ میں دیکھوں۔
راحل نے اپنی ماں کو بتایا اور والٹ شاپر

میں سے نکال کر دیکھنے لگی اور اندر لگی تصویر نے اسے چونکا دیا تھا جو کہ زبیر کی تصویر تھی۔

اوہ۔۔ مما یہ وہ لڑکا ہے جس کا تذکرہ راستے میں کر تی آئی ہوں یہ اسی کا والٹ ہے اب اسے واپس کیسے کریں۔ بلقیس نے سوچ لہجے میں مذاق کیا۔

تم تو اس والٹ میں موجود سارے پیسے ہتھیانے کے چکر میں تھی اپنے ایک کولیگ سے کورٹ میرج کر لی تھی بلقیس نے سکول سے باہر آتے ہوئے کہا۔

میں اس لڑکے کی فطرت دیکھ کر شرمندہ ہوں آئندہ بھی کسی کی پڑی ہوئی چیز نہیں اٹھاؤں گی اور کسی کا مال اپنے پاس نہیں رکھوں گی۔

مما اس کو فون کر کے کہتی ہوں کے آ کر اپنا والٹ لے لے یہ کہہ کر ساتھ راحل نے اس کا نمبر جو کہ اس کے اندر کاغذ پر لکھا تھا ملایا اور نمبر مل گیا۔ ہیلو ری سلام کے بعد دوسری طرف سے جسٹ بٹوے کا ذکر سنا گیا لائن ڈراپ کر دی گئی۔ اس دن کے بعد راحل نے توبہ کر لی آئندہ بھی کسی کی چیز ملے وہ واپس کرنے کا سوچے گی۔

محلے میں موجود جادو گرنی کو محلے کے لوگوں نے پکڑ کر بہت مارا پیٹا ایک دن راہ چلتے اسی اسکیٹنگ کی دکان کے پاس ہی وہی لڑکا دکھا راحل نے اس کے قریب جا کر اسے کہا۔

آپ وہی ہیں ناں آپ کا بٹوا میرے پاس رہ گیا تھا آپ کو فون بھی کیا تھا مگر لیکن شاید آپ تو بٹوا واپس نہیں چاہتے تھے آپ سے رو میں بھول گئے تھے پھر راحل نے بٹوا اپنے پرس میں سے نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

اس نے بٹوا لے کر کہا شکریہ۔

راحل اس کے جانب دیکھتی رہی اس وقت فون پر آپ تھے تو آپ نے بٹوے کے لیے میری بات کو پورا کیوں نہ سنا تھا سوال دن کر وہ بولا وہ میں نہیں تھا میرا چھوٹا بھائی تھا بہر حال شکریہ کیا آپ میرے ساتھ ایک کپ چائے پینا پسند کریں گی وہاں پاس ہی ایک ہوٹل ہے چلیں زبیر پر تکلف لہجے میں بولا۔

ضرور راحل نے مسکرا کر کہا۔

اور وہ قریب کے ایک سستے ہوٹل میں چائے پینے چلے گئے۔

باتوں کے سلسلے بڑھے اور بات منگنی تک چلی گئی اگرچہ زبیر کے والد راحل سے اس رشتے پر رضامند نہ تھے لیکن زبیر کی ضد کے آگے بخوشی راضی ہو گئے یوں زبیر اور راحل کی منگنی ہو گئی

افیشن نے سوچا کیوں نہ وہ آج اپنی کسی دوست کے ہاں چلی جائے یہ سوچ کر وہ رکشہ میں بیٹھی اور دوست کے ہاں چلی گئی افیشن کی دوست بہت لڑاکی تھی افیشن اکثر کھانا کھائے بغیر جاتی نہ تھی اس لیے اس نے آج کچھ نہ پکایا تھا افیشن تو راحل کی بڑی بہن تھی تزن تھی گفتگو کے دوران بات بے بات کچھ انسلٹ جملے کہہ جاتی افیشن خاموشی سے سنتی رہتی تھی اپنے جواب دیتی اور بالآخر وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئی تھا صحت اچھی ہوئی افیشن کو چھری کے واروں سے مارنے لگی کہ بازو زخمی ہو گیا افیشن نے چاہا

تھا کہ اپنی سہیلی کرینا کے خلاف کوئی قدم اٹھائے لیکن میرے اپنے گھر چھوڑ کے ایشن کو زخمی دیکھ کر اس کے گھر کے افراد بہت حیران تھے ایشن اپنی زبان درازی سے باز نہیں آتی تھی اس لیے کئی مرتبہ جھگڑے ہوا کرتے تھے ایشن کو رشتہ داروں میں بھی کوئی پسند نہ کرتا تھا اسے سلیقہ شعاری نہ آتی نفاست نہ تھی کام میں جنہیں کوئی پسند کرتی انہیں بلانا بھی گوارہ نہ کرتی ہر لحاظ سے پھوہڑ تھی بہت جھگڑالو تھی کم عقل عورت تھی آئے گئے کی بے عزتی کر دیتی ہر کسی کو حقیر جانتا حالانکہ اس کا خود ایک متوسط طبقے سے تعلق تھا کھانا ایسے کھاتی جیسے کئی دنوں سے بھوکی تھی نوالہ تو منہ میں رکھنا ہی نہیں آتا تھا ہر لحاظ سے کند ذہن تھی اپنے پڑھائی کے زمانے میں نالائق سٹوڈنٹ تھی اچھے نمبر لینا اسے پسند ہی نہ تھا پڑوسیوں کی رازداریاں ایک دوسرے کو شیئر کر کے جھگڑا کرواتی تھی ہر کوئی اسکی ان عادتوں سے اطوار کرنا پسند کرتا اپنی بھابھی سے آئے دن جھگڑا کرتی ایشن کوئی سمجھا نہیں سکتا تھا اپنی مرضی کے مطابق جاب پہ اپنی کولیگ سے سیدھے منہ بات نہ کرتی باپ سر پہ تھا نہیں سمجھاتا کہ دنیا کیا ہے لوگ اچھے ہیں برے لوگوں کی بھی اچھا سمجھتے ہیں اور نہ سمجھ رہی تھی

ایک دن وہ اسکول سے واپس وین میں بیٹھی گھر جا رہی تھی راستے میں اس کی ایک موٹر بائیک والے سے ٹکر ہوگئی اب نوجوان کی دہلیز پہ قدم دھرتے ہیں دوسری جنس سے دوستی کی خواہش اس قدر ہوتی ہے کہ اگلا بندہ پابندی انکار بھی کر دیں دوستی سے تب بھی پیچھا کرنے والے دوہ نہیں بنتے ہیں دنیا میں بلکہ ہمارے ہی اپنے دیس میں اس قدر فرا ڈی لوگ بستے ہیں جن پر فلموں کا اثر اتنا ہوتا ہے کہ وہ ہیرو بننے کے چکر میں لڑکیوں کی بدنامی کو بھی نظر میں نہیں لاتے میری ایک سہیلی سمیعہ کافی سالوں بعد ملی رہی سلام دعا کے بعد اس نے باتوں باتوں میں بتایا۔

اس نے جب اپنی فیس بک پہ وقاکل بنائی ہے تو ایسے دیکھ کر ایک انجان لڑکا اس قدر فریفتہ ہوا کے اس کے گھر تک چلا گیا اس کے باپ سے اس کا ہاتھ مانگ بیٹھا پھر اس کے باپ نے غصیلے لہجے میں اسے بھگا دیا لڑکیوں کو بے وقوف بنا کر سازش رچاتا لیکن وہ اپنی ہر سازش ہر سازش میں ناکام رہتا۔

اس لڑکے کا یہ کہنا تھا کہ اسے لڑکی سمیعہ فیس بک پہ میسج کرتی تھی وہاں سے جانے کے بعد لڑکے نے مختلف ڈرامہ بازی سے جیتنے کی کوشش کرتے جب یار کے قریب آیا تو اس نے سمیعہ کی تصویر کو اپنے پاس رکھنا نہ بھول جاتا وہ لڑکا اپنے ارادوں میں ناکام رہا آخر کار سمیعہ کا باپ تو مر گیا لیکن باپ کے مرتے وہ سمیعہ کو ستانے لگا اور سمیعہ نے رجیکٹ لسٹ میں لائی اور سوچا کیا پتہ وہ لڑکا غلط طریقے اپناتا۔

ایک بار سمیعہ کی بہنوں نے بھی اس لڑکے کو پکڑ کر جوتیوں سے مارا تھا لیکن وہ لڑکا سمجھ میں آنے والا نہ تھا وہ لڑکا غلط طریقے سے اپناتا تھا اور اپنے باپ کے دشمن کو سمیعہ پہچانتی نہ تھی میں لیکن جانے کیوں لڑکیوں کو ایسے ڈر کے پچھتانا بھی پڑتا ہے اس دنیا میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں اچھے برے خود سنبھل کے چلنا چاہیے سمیعہ آپ جیسی فطرت رکھتی تھی۔

اوہو ویسے آپ کو کمپیوٹر کس نے سکھایا تھا
سمیعہ نے اپنے ٹن فرینڈ سے پیچھا چھڑانے کے لیے اپنے کزن زبیر سے اخلاص پٹوایا۔

بیٹا یہاں آنا مسز پال نے آواز لگائی لیشن ۔ن نا ایک آواز پہ چلی آئی نیلم رسمی سلام کے بعد حال پوچھا اور پاس بیٹھ گئی۔
تم پہلے ان سے ملی نہیں ہو
میں مل چکی ہوں تمہیں ملنا چاہ رہی تھی اس نے چہکتے گالوں کے ساتھ کہا۔
بیٹی کچھ دیر بعد آپس میں باتیں کیں اور اجازت چاہی نیلم کے جانے کے بعد پوچھا کہ اس کی آمد گھر میں کیسے ہوئی کیا بات ہے وہ کیوں آئی تھی۔
بیٹا وہ تمہارا ہاتھ مانگنے آئی تھی یہ جملہ سن کر اس نظر سے دیکھا نہیں۔
نہیں ماں مجھے یہ رشتہ نامنظور ہے پلیز آپ انکار کر دیجئے گا اور پاپا جی سے اس بات کا ذکر نہ کرنا وہ یہاں آئیں وہ التجائیہ لہجے میں بولی اس کی ماں چونکی۔
کیوں تمہیں ناپسند کیوں ہے کتنا بھلا لڑکا ہے ان کا کسی اور کو پسند کرتی ہو جواب دو غصیلے لہجے میں یہ اتنا کہہ گئی۔
جی ہاں۔ ایک لڑکا ہے اس محلے کا آپ جانتی ہیں اس کو بہت پیار ہے مجھے اس سے شدید محبت ہے مسز پال یہ الفاظ سن کر حیرت زدہ رہ گئی پتا چلا کہ لڑکا [illegible] جاب لیس ہے تو انہوں نے رشتہ جوڑنے سے انکار کر دیا فراڈی ایک عقل مند آدمی کا بیٹا جس کا کام لوگوں کو بے وقوف بنا کر ان سے پیسے بٹورنا تھا

لیکن جلدی ہی یہ کام چھوڑ دیا کیونکہ گڈو کے والدین کا کہنا تھا اس نے اپنی نوکری چھوڑ دی فراڈی ایک ڈرپوک آدمی تھا اس کا پورا گھرانہ ہی جنوں بھوتوں سے ڈرا کرتے تھے ظالم تھے اس کے والدین بہت بار بیوی کو مارتا تھا اور ہر مرتبہ محلے داروں سے پٹ چکا تھا اپنے والدین کو جوتی برابر عزت نہ کرتا تھا اپنے والدین کو ٹھکراتا بیوی کو پیروں میں رکھنے کی شے تھی دیکھنے میں بے وقوف لگتا ہر کسی سے پیار سے ملتا لیکن اس کے مخالفین اسی تاک میں رہتے کہ کب اسے نقصان پہنچائیں لوگ اس کو ناپسند کرتے تھے مخالفین نے ایک دن گڈو کو پکڑ کر لے جا کر خوب پیٹا اور اس کا بینک بیلنس بھی ختم کر دیا کل تک دوسروں کو بے وقوف بنا تا رہا اب خود سب بے وقوف بنا تھا اور مخالفین نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا رشتہ دار حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے کوئی مدد کے لیے آگے نہ آتا بالکل تنہا آدمی تھا مخالفین سے مار کے بعد بزدل ہو گیا تھا فراڈی نے ننھا سا کاروبار شروع کر لیا۔ فراڈی کی بیوی گھر کے ایک طرف بیٹھی رہتی تھی فراڈی کو کینسر ہو گیا پھر پرہیز کرنے لگا زبیر راحیل کو پٹوا کر خوش تھا شام میں زبیر نے راحیل کی تصویر دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔
قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیے گا۔ میں آپ کی رائے کا شدت سے انتظار کروں گی۔

شاہ آکاش کی ڈائری سے

میری ڈائری بتا رہی ہے کہ میں ایک لڑکی سے محبت کی لیکن اس کو میری محبت پر اعتبار نہ ہوسکا اس کو بہت پیار کیا لیکن اس بے وفا نے میرے پیار کی قدر نہ کی میں اس بے وفا کا نام لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ جس کو پیار کی قدر نہیں بے وفائی کرنا اس کا ذاتی کام ہوتا ہے پیار چیز ہی ایسی ہوتی ہے اس میں خوشیاں بھی بہت ملتی ہیں زیادہ دکھ کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے دراصل بات یہ ہے اس لڑکی نے میرے ساتھ بے وفائی کیوں کی میں نے بہت سوچا ہے کہ کیا کیوں پھر بھی اپنی زندگی کو بڑے اچھے طریقے سے بسر کر رہا ہوں۔ میں اس بے وفا کی کہانی ضرور لکھوں گا وہ بھی کچھ دنوں کے بعد لیکن میری زندگی کی ڈائری تھی ہی ایسی اور کیا لکھوں کچھ سمجھ میں آتا ہی نہیں۔

ملک شاہ اللہ آکاش۔
سکھیکی

شمائلہ کی ڈائری

تیری جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی جہاں بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو خدا کے لئے جلدی سے لوٹ آؤ میں آپ کے بغیر بالکل ادھوری ہوں اب میں آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک چکی ہوں اب مجھ سے اور انتظار مت کراؤ اور جلدی سے آکر مجھے اپنے گلے سے لگاؤ میں بہت بے قرار ہوں آپ سے ملنے کے لئے اب میں چاہتی ہوں بس آپ میرے سامنے رہیں میں آپ کو دیکھتی رہوں بس اسی طرح میری زندگی کی شام ہو جائے میں اب آکر آپ کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہوں لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ کو کوئی ایسی خوشی مل گئی ہے جو آپ اتنی خوش ہیں میں کہتی ہوں جس کو اتنا چاہنے والا ساتھی ملے تو اس کو خوش نہیں ہونا چاہیے میں آپ آپ کو خوش قسمت سمجھتی ہوں اور جس دن آپ مجھے نظر نہ آئیں تو لگتا ہے میرا دم گھٹنا شروع ہو جاتا ہے جب آپ مجھے نظر آئیں تو لگتا ہے مجھے دوسرے جہان کی خوشی مل گئی ہے جاناں کبھی مجھ سے جدا نہ ہونا میں آپ کی جدائی ایک دن بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اب آپ میری زندگی میں ایک سانس کی طرح شامل ہیں اب ہمیں کوئی بھی جدا نہیں کر سکتا اگر کسی نے ہمیں جدا کرنے کی کوشش کی تو میں اپنی جان دے دوں گی لیکن جان تمہیں نہیں چھوڑوں گی یہ میرا آپ سے وعدہ ہے جب تک میری زندگی ہے میں صرف تمہاری بن کر رہوں گی۔

شمائلہ۔

اقبال بھٹی کی ڈائری سے

مجھے یقین ہے کہ رقیب کی لڑائی بھائی سے میں نہیں ڈرتا، مجھے تو اس بات پر رشک آتا ہے کہ وہ تم سے ہم کلام ہوتا ہے محبت کی دنیا میں کوئی محبوب بھی اپنے رقیب کا وجود برداشت نہیں کرتا۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اسکا محبوب کسی اور سے گفتگو تک نہ کرے اس کا تبسم کسی اور کو نہ ملے..... اور اگر ایسا ہو جائے تو محبوب دل ہی دل میں کڑھنے لگتا ہے دانشور لوگ جلد بازی کے فیصلے نہیں کرتے۔ کم عقل اور احمق لوگ سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے اپنی بدنصیبی سے کسی اچھے دوست سے محروم ہو جاتے ہیں جب شیطان قہقہے لگاتا ہے کہ دیکھو کس ہوشیاری سے دو پیارے دوستوں کو ایک دوسرے کی جان کا دشمن بنا دیا ہے کیوں ٹھیک کہا ہے ناں میں نے۔

اقبال بھٹی۔ لاہور

زیب کی ڈائری سے

وقت بہت ظالم ہے کسی کی آنکھوں میں بے چینے بکھر جائیں کسی کے ارمانوں کی نگری لٹ جائے یا کوئی اس کی وادی میں بھٹکتے ہوئے دم توڑ دے مگر وقت

کی گردش جاری رہتی ہے اور یہ وقت ہی ہے جو کبھی زندگی میں حسرتوں کے پھول کھلا دیتا ہے تو کبھی روح پر ایسے گہرے گھاؤ لگاتا ہے جو زندگی بھر مندمل نہیں ہو پاتے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کل ہی کی بات ہو تم میرے پاس ہوتے ہوئے بھی کتنا دور ہو لیکن دور ہونے کے باوجود کتنا قریب رہتے ہو اگر دل کی نظر سے دیکھتا ہوں تو دھڑکنوں سے بھی زیادہ قریب ہو اور آنکھوں کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اپنے درمیان میلوں کا فاصلہ ہے پھر بھی جب آنکھوں کو ذرا بند کرتا ہوں تو تمہارا ہی ہنستا مسکراتا چہرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے تو تمہاری یادیں مجھے آغوش میں لے رہتی ہیں ہر وقت مجھے وہ بیتے دن وہ لمحے یاد آتے ہیں جب میں اور تم ایک ساتھ تھے وہ اعتبار جو میرے اور تمہارے درمیان تھا اور وہ خوشیاں جو تمہاری سنگت میں شامل تھیں ہر وقت مجھے تمہاری یاد ستاتی رہتی ہیں بس پھر کیا چند آنسو بہتے ہیں اور دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اب تو بس یہی دعا ہے آنے والے کل میرے اور تمہارے درمیان جو یہ عارضی فاصلہ ہے اس کو ختم کر دے اور وہی دن وہی لمحے لوٹ آئیں جن کی میں نے تمنا کی ہے۔

ایوب اقبال شاہد۔ خانیوال

وسیم کی ڈائری سے

میری زندگی میں بہت سے لوگ آئے ہیں لیکن دھوکے دے کر چلے جاتے ہیں لیکن میں جس کو اپنا کہتا ہوں حقیقت میں وہ بیگانہ ہوتا ہے میں سب کچھ برداشت کرتا رہا سب کو دعائیں دیتا ہے آخر کیوں اسکے دل میں میرے لیے جگہ ہے جب ہی دیتا ہے نا۔ لیکن آج تک میں نے اس کو اپنانے کا سوچا تک نہیں کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ منزل قسمت والوں کو ملتی ہے حتیٰ کہ اس نے خون سے بھی خط لکھے۔ اس نے یقین بھی دلایا کہ کہ تم سے پیار کرتی ہوں لیکن پھر بھی وہ بیگانے ہیں خدا ایسے لوگوں کو منزل تک کیوں نہیں پہنچاتا خدا الیس اور میری بہن این کو سلامت رکھے الیس تو جہاں بھی رہے خوشیاں تیرے قدم چومیں تمہارے لئے دعا گو رہوں گا۔

کیوں بچھڑ جاتے ہیں وہ لوگ دل میں وسیم
جن لوگوں کے قسمت سے ستارے نہیں ملتے

وسیم۔ راولپنڈی

حاصل حسرت کی ڈائری

سچ کہتے ہیں کہ محبت جب ہوتی ہے تو انسان ہر قصور سے بھول جاتا ہے اور خوشیوں کا ایک پر رونق دکان سجاتی ہے جب بھی محبت بچھڑ جاتی ہے تو پورے کائنات کا غم سر پر ہونے لگتے ہیں پہلے مجھے پیار اور محبت کے متعلق اتنی زیادہ معلومات نہیں تھی جب میری زندگی میں یہ داستان کسی کے ساتھ سفر کرنے لگیں تو واقعی مجھے بھی محسوس ہوا کہ بچھڑ جانے محبت انسان کو ایک بے جان شے بنا دیتی ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بھی غلطی ایک بار کی ہے تو آج تک مجھے اس کی درد سانپ کی طرح ستا رہا ہے میرے دوستوں سے صرف یہی پیغام ہے جب بھی محبت کے سفر کا آغاز کرنا چاہتے ہو تو پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ سفر کی شروعات کیجئے گا ورنہ بعد پچھتانا بے معنی ہوتی ہے جب درد لگے گی پھر مت کہنا کہ حاصل حسرت نے سچ کہا تھا۔

فیروز خان کی ڈائری سے

ویسے تو میری زندگی دکھوں سے بھری پڑی ہے سب سے بڑا دکھ جو مجھ کو ملا ہے وہ مجھ کو رلانے والا ہے جو زندگی بھر نہیں بھولوں گا محبت سے میں ناآشنا تھا اس نے محبت سے مجھ کو واقف کیا مجھے محبت میں پھنسا کر لوٹ لیا اتنے بڑے زخم دیئے جو زندگی بھر نہیں بھریں گے اب ماہا رانی میرے خدا کو واپس نہیں کر رہی مجھ سے اپنے خدا لے

آپ کو نہ ملا ہو یا آپ نے جواب دینا مناسب نہ جانا ہو لیکن آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اگر آپ دوستی نہیں کر سکتیں تھیں تو آپ کو اپنا تعارف نہیں دینا چاہیے تھا اگر آپ نے یہ پڑھ لیا ہے تو ضرور ضرور رابطہ کریں۔

محمد عرفان، رحیم یار خان

اللہ دتہ تونتاری کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری میں سکھ اور دکھ دونوں ہیں۔ ہم پڑھائی میں مگن ہیں اور دنیا سے بے خبر لیکن پھر بھی دکھ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ دکھ کیا ہے دکھ صرف تنہائی ہے تنہائی کیا ہے اس کو شاید کوئی نہیں جانتا تنہائی ایک ایسا غم ہے جو انسان کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے میں والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں اس لیے گھر میں بہت تنہائی محسوس کرتا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میں تنہائی کو کس کے ساتھ شیئر کرتا ہوں آپ بتائیں نہیں آپ بتائیں آپ ہی بتائیں آپ بتائیں اچھا ہاہا تو سنو کہ میں تنہائی کس کے ساتھ شیئر کرتا ہوں اچھا جناب تو وہ ہے جلدی بتاؤ جواب عرض ہاہاہا۔ میں تو سمجھا کہ آپ کسی لڑکی کا نام لیں گے لیکن یہ تو ہمارا دوست نکلا۔

اللہ دتہ، تونتاری

راجہ عابد کی ڈائری سے

یوں تو زندگی میں بہت دکھ ہوتے ہیں لیکن زندگی میں سب سے بڑا دکھ محبت کا ہوتا ہے اگر کوئی دھوکہ دے محبت میں کبھی کبھی ایسے اوقات آتے ہیں کہ جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے اور اسکا دل کسی بھی کام میں نہیں لگتا کیوں کہ اب وہ ہمیشہ محبت کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور جب محبت قائم ہو جاتی ہے تو آدمی بہت خوشی محسوس کرتا ہو محبت بہت کم خوش نصیبوں کو راس آتی ہے جو کہ اپنی زندگی کے دن خوشی سے گزارتے ہیں کیونکہ محبت ہی زندگی ہے کبھی کبھی کچھ لوگ جو کہ دھوکہ کر کے دوسروں کے دل کو زخمی کر دیتے ہیں تو انہیں پہلے اپنے دل میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ اس طرح دھوکہ ہمیں کوئی دے تو ہمارے دل کا کیا حال ہو۔ اگر کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو غم بھی مت دو۔ کیونکہ وہ غم اس کی زندگی کی بربادی کا باعث بنتے ہیں اور بعض اوقات وہ اپنے آپ کو سپرد خاک میں ملا دیتا ہے جس سے اس کی دنیا اور آخرت لٹ جاتی ہے ہاں محبت میں دھوکہ نہ دینے والوں محبت ہی تو زندگی ہے محبت تو ہر آدمی کے دل میں ہوتی ہے خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وفا نکلی ہو تو مچھلی سے نکلیں جو کہ جانور ہے اور جو پانی سے جدا ہوتے ہی دم توڑ دیتی ہے آخر میں میں اپنی ڈائری سے کچھ شعر عرض کرتا ہوں۔

محبت کرنے والوں کا انجام کس نے دیکھا ہے
رونا ان کی قسمت میں صبح و شام ہوتا ہے
سب دعاؤں میں بس اک لفظ پیارا لگے
عمر بھر چاہوں میں تجھے تو عمر بھر مجھے پیاری لگے
محبت ہم نے مانگی ہے مہربانی سی کی
تڑپنے کو ترسنے کو زندگانی نہیں مانگی
کبھی دیکھے کبھی سوچ بھی سکتے تارے
میرے دن گزر رہے ہیں تیرے ہی سہارے

راجہ عابد غنم، عباسی کشمیر

مہوش کی ڈائری سے

آج تک میں نے کسی سے محبت بھی نہیں کی ہیں کہ شاید وہ لوٹ آئیں چاہے میری عمر بھی بیت جائے پھر بھی ناز آپ کا انتظار کروں گی شاید آپ بھول کر لوٹ آئیں آپ جہاں بھی خوش رہیں میں تو آنسوؤں اور آہوں سسکیوں سے اپنے گھائل من کو تسلی دوں گی مجھے ابھی تک یاد ہے وہ آپ کی قسمیں اور وعدے جو آپ نے ساتھ دینے کے لئے کھائے تیری تصویر سے باتیں کرتے

کرنے کی اندھیری راتیں گزر جاتی ہیں ناز کوئی دشمن بھی اپنے دشمن کو اتنی بڑی سزا نہیں دے گا جو آپ نے اپنے اس عاشق کو دیے ہیں مجھے بہاروں کی زندگی سے نکالنے والے آپ ہیں اور آپ نے سب کچھ کرنے پر مجبور کیا اے سنگدل صنم تیرے آنے سے میری زندگی بربادیوں سے بچ جائے گی اور مجھے ایک کھوئی ہوئی زندگی مل جاتی ہے تو پھر کیوں دیر کرتی ہو لوٹ آ میری اس ویران زندگی میں یا کہ دعا کرو میں بے موت مر جاؤں اس تڑپنے سے تو بہتر ہے یہ زندگی نہیں ہے مجھے اس دنیا میں خوشی کبھی بھی نہیں ملی حتیٰ کہ اپنوں نے بھی مجھ پر ستم ڈھائے غیروں کو بھی مجھ پر ذرا بھی ترس نہ آیا اور ظالموں نے مجھے غریبی کا طعنہ دے کر رسوا ہوگئے اور ناز میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے مجھے سوا رونے کے اور کیا ملا ہے ناز آپ نے بہت خوب تحفہ مجھے دیا ہے محبت کے بدلے میں خوشیاں تو ہم فقیروں کے لیے نہیں ہیں ہم فقیر ہیں ہم کسی کو دعا بھی نہیں دیتے یہ ہم فقیروں کا شیوہ نہیں ہے اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے مجھے بھی کبھی یاد ضرور کرنا میری جان۔

الٰہی بخش شہداد، مکران

شمشیر اسلام کی ڈائری

انسان بھی کتنا عجیب ہے ہمیشہ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کی قسمت میں ہی نہیں ہوتی اور جو چیز اس کی دسترس میں ہوتی ہے اسے ٹھکرا دیتا ہے محبت بڑی عجیب شے ہے پیارے سے پیارے لوگوں کو بھی دشمن بنا دیتی ہے پیار ایک ایسی انمول چیز ہے جو جھوٹوں اور فریب کا شک کر دیتی ہے اگر کوئی تمہیں پیار کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اسے تم سے پیار ہے اگر ایسا سوچو گے تو دھوکہ کھاؤ گے کیونکہ شکاری بھی اپنے شکار کو بہت پیار سے دیکھتا ہے اس لیے پیار بھری نظروں سے دیکھنے والوں کو ضرور آزماؤ کہ وہ پیار کرنے والا ہے یا شکاری ویسے محبت کے روگ بھی نرالے ہوتے ہیں کہ انسان جو چاہتا ہے اسے مل نہیں سکتا۔ سوائے درد کی زنجیر کے لوگ کتنی بے دردی سے کسی دوسرے کے جذبات و احساسات کی پرواہ کیے بغیر اس کے ارمانوں کو کچل دیتے ہیں حسن والے کتنی بے دردی سے دوسروں کے جذبات سے کھیلتے ہیں کتنی آسانی سے کسی پیار کرنے والے کا سب کچھ لوٹ لیتے ہیں پل بھر میں کسی کی دنیا اجاڑ دیتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ وہ کیسے جی پائے گا۔

جب سے تم گئے ہو
یہ دنیا ویران سی ہوگئی ہے
اور میں یادوں کے قفس میں
قید ہو گیا ہوں
یہ یار کیا عمر بھر کے لیے
تھے ہیں سب بے وفا ہو گئے
تیری طرح
مگر
تیری یادوں
تیری باتوں نے
میرا ساتھ نہ چھوڑا
کیا یہ تیری طرح
بے وفا تو نہ ہو جائیں گی

شمشیر اسلم، گجرات

پونارانی کی ڈائری سے

جسے میں نے تمام عمر چاہا اس نے ہی مجھے دھوکا دیا مگر میں اس دل کے ہاتھوں مجبور ہوں جو مجھے اس سے پیار کرنے پر مجبور کرتا ہے وہ بے وفا ہے مگر میں اسے بے وفا بھی نہیں کہہ سکتا کاش وہ مجھے کہیں اکیلی ملے تو میں اس سے پوچھوں کہ تم نے وہ پیار بھرے دن کیسے بھلا دیے میں تو پھر بھی یہی دعا کرتا ہوں کہ جہاں رہو خوش و خرم رہو۔

محمد عطا راشد، وان بھچراں

معلومات

برصغیر ہند و پاک میں انگلینڈ سے بارہ گورنر اور آٹھ وائسرائے آئے تھے۔

ہندوستان کے حکمران علاؤالدین خلجی کو فاتح دکن کا خطاب ملا تھا۔

شاہجہاں شہنشاہ ہندوستان کے بیٹے اورنگزیب کو فاتح جنوبی ہند کا خطاب ملا تھا۔

قطب الدین ایبک نے 1606ء میں برصغیر میں خاندان غلاماں کی حکومت قائم کی تھی۔

اورنگزیب عالمگیر کی بیگم راجہ دران کا مقبرہ جنوبی ہند کے مشہور شہر اورنگ آباد میں ہے۔

خاندان غلاماں نے ہندوستان میں 84 برس حکومت کی تھی۔

شہنشاہ بابر کے حملے کے وقت ہندوستان میں ابراہیم لودھی کی حکومت تھی۔

26 دسمبر 1530ء کو محمد ظہیر الدین بابر وفات پا گئے۔

1576ء کو محمد جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان نے ہلدی گھاٹی کے مقام پر رانا پرتاپ سنگھ کو ہرایا تھا۔

بہلول لودھی اپنے خاندان کا پہلا بادشاہ تھا۔

نواب محمد خاں جوگیزئی نے بلوچستان کا الحاق پاکستان کیا تھا۔

(پروفیسر ڈاکٹر واجد، کراچی)

شادی سے پہلے

تمہارے چاند جیسے چہرے سے نظریں نہیں ہٹائی جاتیں۔

آپ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا کر مزہ ہی آ گیا۔

تیار ہو کر آئینہ مت دیکھا کرو حسن سے جل کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

تمہارے سیاہ بالوں کی پناہ میں رات کتنا حسین لگتی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ قوس و قزح کے رنگ سمٹ کر آنچل میں آ گئے ہیں۔

تمہاری جھیل جیسی آنکھوں میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔

تمہاری رسیلی آواز کوئل کی کوک سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

جب تم ہنستی ہو تو جلترنگ بج اٹھتے ہیں۔

جاناں ہماری ملاقات کی گھڑیاں کتنی مختصر ہوتی ہیں۔

(خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

شادی کے بعد

ہونہہ، ہمارا میں کیا چاند اب تو صرف گرہن ہی رہ گیا ہے

پہلی بار کھانا کھانے کے بعد تمہارے ہاتھ ہی کٹوا دوں گا۔

اتنا آئینہ مت دیکھو وہ بھی پناہ مانگتا ہو گا کہ چڑیل سے پالا پڑا ہے۔

یہ الجھی ہیں یا ناگن کا زہریلا ڈنک۔

پریشانیاں اوڑھ کر باہر مت جاؤ تیری بے عزتی ہوگی۔

اس سے بہتر ہے کہ چلو بھر پانی میں ڈوب مروں

جب بولتی ہو تو لگتا ہے پھٹا ہوا ڈھول بجایا جا رہا ہے۔

ایسے ہنستی ہو جیسے شیر دھاڑیں مار رہا ہو۔

اُف اب تو اس عذاب کو ساری عمر جھیلنا ہے۔

(خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

سچا پیار

عامر آج میرے دل کا اپریشن ہے رانی جان ہے آپ ڈر کیوں رہے ہو عامر میں تو تم سے بہت پیار کرتا ہوں، رانی میں بھی بہت پیار کرتی ہوں تم سے، دوستو جب عامر کا آپریشن ہو گیا تو اس کو ہوش آئی تو اس کے پاس اس کے ابو کھڑے تھے۔ عامر اونچی آواز سے بولا وہ کہاں ہے۔ تو عامر کا باپ بولا تمہیں نہیں پتا کہ تم کو دل کس نے دیا ہے۔

عامر کیا کیا آپ نے اور زور زور سے
رونے لگا۔ آخر اس کے دل سے
آواز آئی دوست یار رہائی تیرے
بچنے میں ہی شرمندہ رہے گی۔ میرے
دوستو یہ بات آپ بھی ان دوست
احباب کو بتائیں جن کو آپ بھی کھونا
نہیں چاہتے۔

(ملک علی رضا، فیصل آباد)

رشتہ

جن سے ہم محبت کا رشتہ رکھتے ہیں ان کو ہم ایک لمحے کے لیے فراموش نہیں کر سکتے۔ اپنی مصروفیات کے باوجود ان کی تصویر میں جھانکیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ مصروفیت کے وقت بھی ہمارے وجود میں چھپے ہوتے ہیں۔

(محمد آفتاب شاہ، دوکوٹہ)

محبت

محبت خاموش نگاہوں کی زبان ہے جب انسان کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو یہ قدرتی عمل ہے کہ اس کا دکھ اپنا محسوس ہونے لگتا ہے محبت کا لفظی مطلب کشش ہے اور یہ دنیا اسی کشش کی وجہ سے قائم ہے کیونکہ اگر زمین آسمان میں کشش نہ ہوتی تو یہ کبھی کے ختم ہو جاتے اس لیے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ محبت کی وجہ سے یہ دنیا قائم ہے۔

(محمد آفتاب شاہ، دوکوٹہ)

مسکراہٹ

ایک چور چودھری کا مال لے کر فرار ہوا راستے میں پولیس والے سے ٹکرا دونوں زمین پر گرے اور سنبھل کے اٹھے کون ہو تم۔ پولیس والا بارعب آواز میں پوچھنے لگا۔
میں چور ہوں یہ کہہ کر چور بھاگ گیا۔

☆☆

موسیقی کے استاد نے اپنے اس طالب علم سے کہا کہ کس تال کے بارے میں تم زیادہ جانتے ہو؟
وہ بولا جی مجھے تو صرف ہڑتال کا زیادہ پتا ہے۔

☆☆

ثمینہ: بتاؤ ایل پی ڈبلیو کا کیا مطلب ہے۔
طوبیٰ: لالہ بوٹ والا۔

(آسیہ، کراچی)

ہری مرچیں

بیٹی: ممی مجھے کس قسم کا شوہر تلاش کرنا چاہیے؟
ماں: بیٹی تم شوہروں کا پیچھا چھوڑو اور اپنے لیے کوئی کنوارا تلاش کرو۔

☆☆

ایک آدمی دوسرے آدمی سے کیا آپ کی گھڑی وقت بتاتی ہے؟
نہیں جناب! خود دیکھنا پڑتا ہے۔

☆☆

میاں بیوی میں کسی بات پر تکرار ہو گیا۔
بیوی نے غصے سے کہا "اگر زیادتی تمہاری ہو تو تم مر جاؤ اور اگر میری زیادتی ہو تو کاش میں بیوہ ہو جاؤں۔"

(ثوبیہ حسین، کھوڑ)

فلم میکر ڈاکٹر ہوتا تو

اگر ڈاکٹر حضرات فلم میکر بن جائیں تو فلموں کے نام کچھ یوں ہوں گے۔
زخم تو ہونا ہی تھا۔
کبھی چوٹ کبھی مرہم
ہمارا فرسٹ ایڈ بکس آپ کے پاس ہے
مجھے درد سے عشق ہوا۔
کاش آپ ہمارے مریض ہوتے۔
آج میرے یار کا آپریشن ہے۔
ہم بلڈ دے چکے صنم۔
کہو نا! بخار ہے۔
ایکسرے ہو نہ ہو۔
جگر کے سارے ٹیسٹ آپ کے نام
ڈاکٹرنی پچھواڑات۔
کیپسول بم۔
نبض کی تلاش۔

(ثوبیہ حسین، کھوڑ)

دیانت کا معیار

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے غلام کے ساتھ مدینہ منورہ میں رات کو گشت کر رہے تھے ایک مکان سے کچھ آوازیں سنیں ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دے۔ بیٹی نے کہا۔ امیر المومنین نے کہا کہ دودھ میں پانی ملا کر مت فروخت کرو عورت بولی یہاں کوئی نہیں ہے لڑکی بولی اماں

جاناں یہ بات دیانت کے خلاف ہے
کہ دودھ تو اطاعت کی جائے اور
غائبانہ خیانت یہ گفتگو سن کر حضرت
عمر فاروقؓ بہت متاثر ہوئے لڑکی کی
دیانت اور اس کی حق گوئی پر خوش ہو
کر بعد میں اپنے بیٹے عاصم کی اس
سے شادی کر دی۔

کردار

انسان کا کردار گلاب کے پھول کی
مانند ہوتا ہے اگر ایک بار شاخ سے
ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں جڑ سکتا
جب تک پھول شاخ سے جڑا رہتا
ہے تب تک اس میں رنگ اور خوشبو
موجود رہتی ہے جو اس کے حسن اور
عمر میں اضافہ کرتی ہے مگر جب وہ
شاخ سے جدا ہوتا ہے تو رنگ اور
خوشبو کھو دیتا ہے اس طرح انسانی
کردار جب تک پاکیزہ اور سچا رہتا
ہے دنیا کی ہر چیز سے قیمتی ہوتا ہے
لیکن جب وہ اپنی سچائی کھو دیتا ہے تو
دنیا کی تمام چیزوں سے ارزاں ہو
جاتا ہے۔
(محمد مسعود رومی، کراچی)

عورت کی پہچان

جس عورت کی آنکھیں نیلی جیسی ہوں
وہ خودغرض مطلب پرست اور بے وفا
ہوتی ہے۔ جس عورت کی آنکھیں
تھوڑی سیاہ اور چھوٹی ہوں وہ وفادار
اور سلیقہ شعار ہوتی ہے۔
جس عورت کی آنکھیں موٹی اور رنگ
گورا ہو وہ صرف وقت گزار ہوتی
ہے۔
جس عورت کا رنگ سانولا ہو وہ دل
کی صاف اور حد سے زیادہ وفادار
ہوتی ہے۔
جس عورت کا قد چھوٹا ہو وہ بہت
ہوشیار چالاک اور شاطر ہوتی ہے۔
بھورے بالوں اور نیلی آنکھوں عورت
اپنے شوہر کو دل کا راز نہیں بتاتی۔
سیاہ نشیلی آنکھوں والی عورت صرف
ایک بار پیار کرتی ہے اگر اس کا ایک
بار دل ٹوٹ جائے تو پھر وہ بہت
سارے دل توڑ دیتی ہے۔
جو چاہو کرتے پھرو لیکن کبھی عورت کو
دل کا راز مت بتاؤ۔
(آصف سانول، بہاولنگر)

اقوال زریں

انکار کرنا ہے تو سود اور رشوت خوری
سے کرو۔
توبہ کرنی ہے تو گناہ اور بداعمالیوں
سے کرو۔
طلب کرنی ہے تو جنت کی کرو۔
کام آنا چاہتے ہو تو کسی مجبور اور بے
کس کے آؤ۔
بھلا کرنا چاہتے ہو تو کسی بیوہ اور
یتیموں کا کرو۔
محبت کرنا چاہتے ہو تو خدا اور اس کے
رسول سے کرو۔
علم چاہتے ہو تو انگریزی کے ساتھ
اسلام بھی پڑھو۔
کامیابی چاہتے ہو تو ہر کام سے پہلے
بسم اللہ پڑھو۔
الجھن سے بچنا چاہتے ہو تو کسی بڑی
بات کی حسرت نہ کرو۔
ہر ماہ اچھی باتیں پڑھنا چاہتے ہو تو
ماہنامہ جواب عرض کا مطالعہ کرو۔

عجیب معلومات

روسی شہنشاہ نیرو کی ملکہ نے
500 گدھیاں پال رکھی تھیں جن
کے دودھ سے وہ غسل کرتی تھی۔
پانامہ کے ملک میں جشن آزادی دو
مرتبہ منائی جاتی ہے۔
چین واحد ملک ہے جہاں پر پولیس
نہیں ہے۔
اسپین کے ایک گاؤں میں ہر شخص کی
سات سات انگلیاں ہیں۔
انڈونیشیا کے بہت سارے جزیروں
میں چاول کی فصل کی کاشت پر
شادیاں کی جاتی ہیں اور کٹائی پر
طلاق دی جاتی ہے۔
ہندوستان کی ریاست جے پور کے
مہاراجہ مان سنگھ نے 1500
شادیاں کی تھیں۔
افریقہ کے شہر مگازا میں مکان نمک
سے بنے ہوئے ہیں۔
بلجیم دنیا کا واحد ملک ہے جہاں ننگے
پاؤں چلنا جرم ہے۔
آسٹریلیا کے جنگلات میں بکرے
مچھلیاں کھاتے ہیں۔
اسفنج ایسا جانور ہے جس کے جسم نہ
ہڈی نہ ہاتھ پاؤں ناک کان کچھ نہیں
پھر بھی زندہ رہتا ہے۔
جاپان کے بادشاہ شوگر گی نے اپنے

خود سے کتاب لکھی تھی۔

ابلیس چالیس سال تک جنت کا خزانچی رہا تھا۔

چمگادڑ واحد جانور ہے جو اڑتا ہے اور بچوں کو دودھ پلاتا ہے۔

کل روئے زمین کا رقبہ تیرا کروڑ مربع میل ہے۔

جو کفار کو عذاب دیں گے ان فرشتوں کو زبانیہ کہا جاتا ہے

قیامت کے دن سب سے پہلے حساب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوگا۔

اس وقت عرش کو اٹھانے والے چار فرشتے ہیں۔

جس طرح زمین والوں کا قبلہ کعبہ ہے اس طرح زمین والوں کا قبلہ عرش ہے۔

آسمان پر آذان سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پڑھی تھی۔

(آصف ساقول، بہاولنگر)

اسلامی معلومات

قرآن مجید میں لفظ اللہ 2697 بار آیا ہے۔

قرآن مجید میں حضور نبی کریم کا اسم گرامی "محمد" 4 بار آیا ہے۔

قرآن مجید میں حروف کی تعداد 323760 ہے۔

خانہ کعبہ میں سب سے پہلی اذان فتح مکہ پر ہوئی تھی۔

خانہ کعبہ کا نقشہ حضرت جبرائیل نے دیا تھا

تیار کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا مزار کوفہ میں ہے۔

مسلمانوں کو پہلا موذن حضرت بلالؓ تھا۔

حضرت عمیرؓ جنگ بدر کے سب سے کم سن شہید تھے۔

مسجد حرام دنیا کی پہلی مسجد ہے۔

حضرت سمیہؓ اسلام کی راہ میں شہید ہونے والی پہلی خاتون ہے۔

اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو نماز جنازہ ادا نہیں کی جاتی۔

نماز جنازہ میں کوئی سجدہ نہیں ہوتا۔

مسلمانوں پر پانچ وقت کی نمازیں شب معراج کو فرض کی گئیں۔

اسلامی سال 354 دن 8 گھنٹے کا ہوتا ہے۔

(رائے اطہر مسعود کاشف 2148-R)

رزق

ایک مسافر تھکا ہارا رات کو کسی گاؤں کی مسجد میں پہنچا۔ امام صاحب موجود تھے مسافر نے ان سے کھانا طلب کیا تو امام مسجد نے پوچھا۔ "کیا تو نے نماز پڑھی ہے؟"

مسافر بولا "بھلا میری عمر اسی برس ہے، میرے خدا نے آج تک رزق دینے سے پہلے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں"۔

زعفران

ایک آدمی سیر کو جا رہا تھا۔ اس نے راستے میں فقیر کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ اس سے پوچھا اے فقیر کیا شہر کے فقیروں کو گنتا ہے۔

فقیر نے جواب دیا فقیر تو بہت ہیں میں امیروں کو گنتا ہوں جو تعداد میں کم ہیں۔

ایک دفعہ لوگوں نے بچھو سے پوچھا تو سردیوں میں کیوں نہیں نکلتا۔ بچھو نے کہا گرمیوں میں میری کیا عزت ہوتی ہے کہ سردیوں میں بھی باہر آؤں۔

ایک چور رات کے وقت ایک فقیر کے گھر گیا بہت تلاش کیا کچھ نہ پایا۔ فقیر جاگ رہا تھا اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا میں دن میں یہاں کچھ نہیں پاتا ہوں تو اندھیری رات میں کیا پائے گا۔

اقوال زریں

کامیابی کانٹوں کی سیج ہے۔ قیمت چکائے بغیر سے حاصل کرنے کی امید مت رکھو۔

سمجھدار مشکل کاموں کو آسان بنانے کا نام ہے۔

زندگی میں اگر کامیابی چاہتے ہو تو لگن کو اپنا دوست، مہارت کو اپنا مشیر، احتیاط کو اپنا بھائی اور امید کو محافظ بنالو۔

جو خطرات سے کھیلنے کی ہمت نہیں رکھتا وہ زندگی بھر کچھ نہیں کر سکتا۔

جو کرتا نہیں وہ بھی کامیاب نہیں ہوتا

(توبیہ حسین، کہوٹہ)

اقوال زریں

سب سے زیادہ پیار کرنے والی ہستی ماں ہے۔
سب سے بڑی دولت اولاد ہے۔
سب سے بڑی نعمت تندرستی ہے۔
سب سے زیادہ احترام ماں باپ اور استاد کا کرو۔
سب سے بڑی نیکی ماں باپ کی خدمت کرو۔
سب سے آرام دہ جگہ ماں کی خوش ہے۔
سب سے زیادہ نرم ماں کا دل ہے۔
سب سے زیادہ غریب انسان جس کا کوئی دوست نہیں۔
سب سے شفیق ہستی ماں ہے۔

لطیفہ

ایک دفعہ ایک بچہ گھر سے مار کھا کر غصے میں سکول جا رہا تھا۔ راستے میں کسی نے پوچھا بیٹا۔
طالب علم ہوں پڑھنے جا رہا ہوں۔
پچھیں گھر ہوں۔ یونیفارم میں بھرا کرتا ہوں۔

دل سے یہ آواز آتی ہے ہر پل ہم کو تیری یاد آتی ہے۔
دل پوچھتا ہے یہ بات بار بار ہم سے
جن کو تم یاد کرتے ہو کیا ان کو تیری یاد آتی ہے

(غزالہ جبیں نکل، لاہور)

موت

میں نے کئی بار اس موضوع پر غور کیا کہ موت کیا ہے؟ اس سے زندگی کا کیا رشتہ ہے؟
ایک دفعہ میں نے ایک سمندری جہاز دیکھا جب وہ ساحل سے دور ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔
تب وہاں موجود لوگ کہنے لگے۔ چلا گیا میں نے سوچا دور ایک بندرگاہ ہو گی وہاں یہ جہاز دیکھ کر لوگ کہیں گے آ گیا۔ اور شاید اسی کا نام موت ہے ایک پرانی زندگی کا خاتمہ اور نئی زندگی کی ابتداء۔

اچھی بات

اچھا انسان وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا دکھ تو بھلا دے پر کسی کی دی ہوئی محبت کبھی نہ بھلائے۔

بدلہ

رشید نے زاہد سے پوچھا۔ یہ تم نے اندر کی جیب میں کیا ڈالا ہوا ہے جو اس قدر ابھرا ہوا ہے۔
زاہد نے سرگوشی میں جواب دیا۔
ڈائنامائٹ ہے۔ اور میں اس موٹے احمد کا انتظار کر رہا ہوں وہ جب بھی مجھے ملتا ہے سیدھا میرے سینے پہ گھونسا مارتا ہے۔ اس بار اس نے یہ حرکت کی تو اس کے ہاتھ کی دھجیاں بکھر جائیں گی۔

ثواب

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ مومن کے دل میں خوشی داخل کرنا سب سے افضل کام ہے خواہ تو اس کی ستر پوشی کرنے کے لیے کپڑے پہنائے۔ اس کی بھوک دور کرنے کے لیے اسے شکم سیر کر دے یا اس کی کوئی حاجت پوری کر دے۔

(انیس اصیل، بھابڑہ شریف)

تبلیغ

اس وقت ساری دنیا بیمار ہے۔ لاعلاج مریضوں کیلئے مرکز قبرستان آخری اسپتال ہے تین دن کی گولیاں دس دن کا کیپسول چالیس دن کا انجکشن چار ماہ کا گلوکوز دیتا ہے پھر بھی طبیعت ٹھیک نہ ہو تو ایک سال اندرون و بیرون ملک لگا کر آپریشن کروائیے۔ مجاہب روحانی شفا خانہ 5 وقت کی نماز۔

(ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

ہنسیں مسکرائیں

☆ جن لوگوں کی یہ تھیوری ہے کہ بھینس میں عقل نہیں ہوتی وہ خود بے وقوف ہیں ہماری بھینس کو آ کر دیکھیں جو اتنی عقل مند ہے کہ سارے گھر کو بے وقوف بنا رکھا ہے گھر کے ہر فرد کو اس نے نوکر بنا رکھا ہے ہمیں تو وہ سرونٹ کی بجائے کسی صوبے کی گورنر معلوم ہوتی ہے خود کا تنکا تک نہیں توڑتی سارا کام گھر کے کینٹ سے کرواتی ہے اور خود صرف دستخط کر دیتی ہے کہ جاؤ آج کے بجٹ میں تمہارا پانچ کلو دودھ منظور۔

☆ ایک ہسپتال میں ٹیلی فون کی

گھنٹی بجی تو نرس نے ریسیور اٹھایا کوئی کہہ رہا تھا کیا آپ کمرہ نمبر 52 کے مریض کا حال بتا سکتی ہیں۔ اس کا آپریشن پچھلے ہفتے ہوا تھا۔ نرس نے فون کرنے والے کو دو منٹ رکنے کا کہا اور پھر بتایا میں نے ریکارڈ میں مریض کا چارٹ دیکھا ہے ان کی حالت ٹھیک ہے اور وہ تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہے آپریشن کامیاب رہا ہے وہ تو اس وقت سو رہے ہوں گے صبح میں انہیں آپ کا نام بتاؤں گی۔

فون کرنے والے نے جواب دیا میں کمرہ نمبر 52 کا مریض ہی بول رہا ہوں آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ میرے ڈاکٹر تو مجھے کچھ بتاتے نہیں تو آپ ہی بتا دیں۔

انمول موتی

حق پر چلنے والے کا پاؤں شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔

دوستی پیاز کی طرح ہوتی ہے جس کا ہر پرت دوسرے سے ساتھ محبت سے جڑا ہوتا ہے۔ اس کو کاٹو گے تو صرف آنسو ملیں گے۔

وقت، خوشبو، ہوا کبھی قید نہیں ہو سکتے تحریکیں ہو سکتے ہیں۔

غلطی کرنا انسان کی فطرت اور معاف کر دینا خدا کا اختیار ہے۔

غم کتنا ہی سنگین ہو نیند سے پہلے تک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف ہی سب سے بڑی دانائی ہے۔

☆

رانا صاحب کو ان کے ایک شناسا قیصر صاحب نے اداس، افسردہ اور منہ لٹکائے بیٹھے دیکھا تو ہمدردانہ انداز میں اس کا سبب پوچھا۔ رانا صاحب بولے دو ماہ پہلے میرے ایک خالو کا انتقال ہو گیا ان کی کوئی اولاد نہ تھی انہوں نے ترکے میں میرے لیے پانچ لاکھ روپے چھوڑے۔

قیصر صاحب نے کہا اس میں اداس ہونے کی کیا ضرورت تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔

رانا صاحب نے سنی ان سنی کر کے فرمایا پچھلے مہینے میرے ایک چچا مر گئے انہوں نے میرے لیے دس لاکھ روپے چھوڑے۔

قیصر صاحب نے کہا: تمہیں تو پھولے نہیں سمانا چاہیے تو پھر آخر منہ لٹکائے کیوں بیٹھے ہو۔

رانا صاحب نے ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا بھئی یہ مہینہ ختم ہونے کو آ رہا ہے اور ابھی تک کہیں سے مرنے کی کوئی خبر نہیں آئی۔

(پرنس افضل شاہین، بہاولنگر)

انسانی نسلیں

آریائی نسل: یہ نسل یورپ، ترکی ایران اور برصغیر میں پھیلی ہوئی ہے ان کی رنگت سفید ناک پتلا اور آنکھیں کشادہ ہوتی ہیں آریائی زبانوں میں انگریزی، فارسی، ترکی سنسکرت اور لاطینی قابل ذکر ہیں۔

سامی نسل: تمام عرب اور یہودی سامی نسل سے تعلق رکھتے ہیں یہ عرب ممالک اور مشرقی افریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی ناک اور رنگت آریائی نسل سے قریب ہے اور رنگت گندم گوں ہوتی ہے یہ سامی زبانیں بولتے ہیں۔ جن کی گرامر کا ڈھانچہ آریائی زبانوں سے مختلف ہے ان کی زبانیں عربی، عبرانی، آرامی، اسوری، فنیقی اور ایتھوپیا وغیرہ ہیں۔

یافث کی نسل: یہ نسل زیادہ تر مشرق بعید میں پھیلی ہوئی ہے مثلاً چین، منگولیا، جاپان، ویت نام، تھائی لینڈ، کوریا، انڈونیشیا، فلپائن وغیرہ ان کی آنکھیں چھوٹی ناک چپٹی، رنگت پیلی اور قد کوتاہ ہوتا ہے۔

حبشی نسل: یہ نسل افریقہ میں کثرت سے بستی ہے اس کی رنگت سیاہ، بال گھنگریالے، ناک چپٹی آنکھیں کشادہ اور قد کاٹھ اچھا خاصا ہوتا ہے۔

(ایم منظور نظیر، کیولی بالاکوٹ)

اقوال زریں

مت کہو ایسی بات جس سے کسی کو صدمہ پہنچے۔

دوستی ایک ایسا پھول ہے جو ہمیشہ اعتماد و خلوص کی شاخ پر کھلتا ہے۔

اگر آپ انصاف کی سیٹ پر بیٹھے ہیں تو اپنے بیگانے کا فرق ذہن سے نکال دیں۔

انہیں لفظوں کے آنسو بنتے ہیں جو زبان سے ادا نہ ہو سکیں۔

اتنے اچھے نہ بنو کہ دوسرے میلے نظر آئیں۔

جتایا ہوا احسان ضائع ہو جاتا ہے۔

(پرنس افضل شاہین، بہاولنگر)

سنہرے موتی

کسی بھی چیز کی قدر دو وقتوں میں ہوتی ہے ایک ملنے سے پہلے اور دوسرا کھونے کے بعد

ہر رشتہ رشتہ نہیں ہوتا پر کچھ بنا رشتوں کے ہی رشتے نبھاتے ہیں شاید وہی لوگ دوست کہلاتے ہیں۔

گفتگو چاندی ہے تو خاموشی سونا۔

خوشی بانٹنے سے اس طرح بڑھتی ہے جیسے زمین میں بوئے ہوئے بیج کی فصل۔

جب کوئی کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو جائے تو شکر ادا کرو کہ خداوند تعالیٰ نے تمہاری مرضی کو اتنی اہمیت دی اور اگر تمہاری مرضی سے بہتر اور بہت افضل ہوگا۔

لہریں متاثر کن ہوتی ہیں اس لیے نہیں کہ وہ اٹھتی اور گرتی ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ جب بھی گرتی ہیں اگلی بار اٹھنے میں ناکام نہیں ہوتی۔

تجربہ انسان کو غلط فیصلے سے بچاتا ہے مگر تجربہ غلط فیصلے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

چار چیزیں بھی نہ توڑو اعتبار، وعدہ، رشتہ، دل کیونکہ وہ جب ٹوٹتے ہیں تو شور نہیں ہوتا۔

خوشی انسان کو اتنا نہیں سکھاتی جتنا غم سکھاتا ہے۔

زبان کو شکوے سے دور رکھو تو خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔

نیک بننے کی کوشش ایسے کرو جیسے حسین بننے کی کرتے ہو۔

اپنی زبان کی تیزی اپنی ماں پر مت آزماؤ جس نے تمہیں جنا اور پالا پوسا اور بولنا سکھایا کیونکہ اگر کوئی شخص اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے والد اور والدہ دونوں راضی ہوں تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک راضی ہو تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اس طرح اگر کوئی انسان یا شخص اس حالت میں صبح کرے کہ اس کے والدین اس سے ناراض ہوں تو اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اگر ان میں سے ایک ناراض ہو تو ایک جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

(محمد منصور مکی، کراچی)

اختصاریے

تم اتنے ہی برے ہو جتنا تمہارے دوست مگر تم سے ڈرتے ہیں اور اتنے ہی اچھے ہو جتنا تم پر مرتے ہیں۔

کینہ پرور کتنا بھی کج کلاہ ہو کسی بھی کروٹ بیٹھے بالآخر اسے پہاڑ کے نیچے آنا ہوتا ہے۔

وقت کی جھیل میں پھینکی گئی پل کی ہر کنکری کی لہریں زندگی کے کناروں کو بھگو کر رکھ دیتی ہیں۔

بعض کل اتنے ہی اچھے ہیں کہ فیصلہ مشکل ہو جاتا ہے کہ زیادہ برا کون ہے۔

بعض لوگوں کے بارے میں یہ باآسانی کہا جا سکتا ہے کہ وہ منہ میں سونے کا نوالہ لے کر پیدا ہوئے ہیں۔

نصیحت کرنے والی زبان اور سننے والے کان کم ہی اکٹھے ہوتے ہیں۔

آدمی سے بڑھ کر وہی خرچ کرتا ہے جس کے پاس قرض حسنہ کی سہولت موجود ہو۔

بندہ جب خدا بن جائے تو خدائی حرکت میں آ ہی جاتی ہے۔

(محمد منصور مکی، کراچی)

اقوال زریں

دوست نما دشمن سب سے خطرناک ہے۔ (حضرت محمد ﷺ)

عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔ (حضرت علیؓ)

کلام میں نرمی اختیار کرو کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ (امام غزالی)

مصیبت میں آرام کی تلاش مصیبت کو ترقی دیتی ہے۔ (حضرت امام جعفر صادقؒ)

حسن اخلاق سے زندگی راحت و آرام سے بسر ہوتی ہے۔ (بقراط)

(محمد اظہر ملک، سرگودھا)

ہوتے ہیں

یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

(یونس عبدالرحمٰن، نمین ماجھا)

کسی اپنے کے نام، گلشن پور

میں تو مفلس ہوں یقین کرو

تو کہاں اب تیرا انجام کیا

(عثمان دوگی، گلشن پور)

افسانہ جی، خانیوال

روز ڈھلتا ہوا سورج مجھ سے کہتا ہے

شاہد آج اس کو بے وفا ہوئے ایک اور دن گزر گیا

(شاہد رفیق، خانیوال)

ماموں ولی محمد اعوان، لاہور

کانپ رہا ہے میرا دل اے قلم پہلے باوضو ہو جاؤ

ہو رہی ہے رحمتوں کی برسات پہلے باوضو ہو جاؤ

(آپا بہن، انجا حافظ عبید اللہ)

پرنس مظفر شاہ، پشاور

میں نے تجھے دل دیا دلدار سمجھ کر

تو نے مجھے پھینک دیا پٹھان کا نسوار سمجھ کر

(پرنس ظہیر، کرک)

منظور اکبر تبسم، جھنگ

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں

کسی بہانے تجھے یاد کرنے لگتے ہیں

(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

...اے کے نام، راولپنڈی

اندیشہ بھی تھا اور احتیاط بھی بہت کی

مگر ہوتے ہوتے وہ شخص جدا ہو ہی گیا

(جزل عارف، راولپنڈی)

عمران، دو بگوشہ

کبھی نہ جھکن سے سوئے ہم

تیرے پیار میں جب سے کھوئے ہم

یہ خواب و خیال یہ خواہش

کیا کیا حسین محل بنائیں ہم

(محمد آفتاب شاد، دو کوٹ)

نیہا، تارووال

ہم تو ہر ایک کو اپنا کر رشتہ بنانے لگے

جہاں جہاں سے بھی گزرے بس یاد سجانے لگے

یہ مقدر کا لکھا بھی عجیب تھا میری قسمت میں

گناہ گار کوئی اور تھا پر سزا ہم پاتے گئے

(طفیل احمد ملک، شیدانی شریف)

زوہیب اختر، چشتیاں

یوں ترے شہر آ جاؤ برتی رہتی ہے برسات

کبھی بادل برستے ہیں کبھی آنکھیں برستی ہیں

(قربان علی، چشتیاں)

کنول شہزادی، شیخوپورہ

زخمی پاؤں کو تیرے گھر کا کانٹوں بھرا رستہ جانے کیوں اچھا لگا

مجھے کہکشاں سے بھی زیادہ

تو ہی کم ظرف تھا بے وفا نکلا پہچان نہ سکا

میں نے تو تجھے پیار دیا تھا تیری ماں سے بھی زیادہ

(بشارت علی، شیخوپورہ)

انیس، رورڈ وسلطان

کیسے کرو گے تم میری چاہت کا اندازہ

میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے

(اکمل زخمی، رورڈ وسلطان)

ماہ نور بلوچ، کراچی

جیسے جیسے وہ قابل غور ہوتے جا رہے ہیں

ہم بے قدر سے قدر ہوتے جا رہے ہیں

(محمد وقاص حمد، سہیل آباد)

محمد ارشد وفا، گوجرانوالہ

کچھ باتیں مجھے یوں جیسی بکھر تھا خوشبو صبا

میں شہر چمن میں جہاں تو مجھے بہت یاد آیا

(مولانا عبدالغفور، حافظ آباد)

عابدہ، دیپالپور

تمہاری نگاہوں میں ہم نے دیکھا

عجب سی چاہت جھلک رہی تھی

ہم تیرے شہر میں آئے مسافر کی طرح

صرف ایک بار ملاقات کا موقع دے دے

(راجا عبد... دیپالپور)

آمنہ ... نام ... دوئی

خدا نہ کرے ... ملے

خوشیاں ... ملے

جب بھی غم ... نے

خدا کرے ... سے ہم ملے

(محمد عامر رحمان، آزاد کشمیر)

کسی بچھڑ جانے والے کے نام

تیری یاد کے ... کو جلایا ہر شام

تیری تصویر کو سینے سے لگایا ہر شام

مانگی ہے خدا سے تیری ... زندگی

بیٹھ کے تنہا ہاتھوں کو اٹھایا ہر شام
(حماد ظفر بادی، منڈی بہاؤالدین)

وجیہہ ملک، کراچی

منصف ہو اگر تو کب انصاف کرو گے
مجرم ہیں اگر ہم تو سزا کیوں نہیں دیتے
(احسن شاہ ناز، راولپنڈی)

مائی وش کے نام

مقدر میں کیا لکھا ہے کوئی نہ جانے کیف
پر اچھا سا لگتا ہے تجھے دل و جان لکھنا
(شہزادہ سلطان کیف، بھمبر AK)

نازی فیصل آباد کے نام

کاش یہ دل ہوتا اختیار میں
دھڑکتا نہ کبھی تیرے پیار میں
ان کے ساتھ آنکھیں بھی روتی ہیں
میرے صنم تیرے انتظار میں
(جبرائیل آفریدی)

ایک بے وفا کے نام

ملنے کو ہزاروں لوگ زندگی میں ملے اعتماد
وہاں سب سے جدا تھا جو دل میں اتر گیا
(ذوالفقار پردیسی، کوٹلی)

کسی بے وفا کے نام

تیری شراب کا نشہ تو صرف
ایک رات تک ہے ساقی تو عمر بھر
مدہوش ہو جائے گا اگر
دیکھ لے میرے یار کی آنکھیں
(راشد لطیف، بھیرہ سوالا)

مہر شیر محمد (شہر خوشاں)

جو ہمت و شجاعت کا پیکر تھے
آخر کیوں ٹوٹ گئے
ہم ان سے محبت کرتے تھے
کیوں ہم سے وہ روٹھ گئے

(انیس انمول، بھابڑہ شریف)

انیس کے نام

اک عمر بیت چلی ہے تجھے چاہتے ہوئے
تو آج بھی بے خبر ہے کل کی طرح
(مظہر ظہیر، کیوائی بالاکوٹ)

ثاقب راولپنڈی کے نام

ساون بھی میرے تم ہو میری پیاس بھی تم ہو
صحرا کے بگولوں میں چھپی آس بھی تم ہو
تم یوں بہت دور بہت دور ہو مجھ سے
محسوس یہ ہوتا ہے میرے پاس بھی تم ہو
(ایم مظہر ظہیر، کیوائی بالاکوٹ)

SR کے نام

دور ہو کر رولا نہ دینا
چپ رہ کر سزا نہ دینا
نہ دے سکو خوشی تو غم ہی سہی
بس ایک وعدہ کرو کہ زندگی میں ہمیں بھلا نہ دینا
(محمد سلیم پردیسی، میر پور خاص)

وکیل عامر ساہیوال کے نام

فرصت ہو اگر آنے کی اے جان تمنا
آ جا کہ تجھے دل نے بہت یاد کیا ہے
(یونس مظفر شاہ، پشاور)

A بہاولنگر کے نام

ہمارا تعلق بھی شمس قمر سا رہا
کہ رابطہ بھی مسلسل اور فاصلہ بھی مسلسل رہا
(عبدالسلام چوہدری، بہاولنگر)

سحر کے نام، دوریام

تو ہے ہر جائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

(یونس عبدالرحمن گجر، نیو راجھا)

مس مالو جی گوجرانوالہ کے نام

جب خیال آیا تو تیرا آیا
آنکھیں بند کیں تو خواب تیرا آیا
سوچا یاد کر لوں خدا کو پل بھر
دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو نام تیرا آیا
(ایم جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

فیصل رحمان لاہور کے نام

زندگی شاید اسی کا نام ہے
دوریاں، مجبوریاں اور تنہائیاں
(فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور شہر)

کنول کے نام

میری طرح تم بھی دیوانہ مزاج ہیں کنول
جہاں سے کانٹے لگے وہاں سے ہی اگ آئے
(میاں عمر زمان شاہین چک نمبر 787GB)

A کے نام، پتوکی

میری تنہائی کو تمہاری ضرورت ہے NA
اگر اجازت ہو تو یادوں میں بسا لوں تم کو
(نوید ملک، گولارچی بدین)

S کے نام فورٹ عباس

میں پیار محبت ہوں
مجھے کیا غرض تکیوں سے
اگر میری شفا چاہو تو اطہر
میرا محبوب لے آؤ
(رائے اطہر مسعود آکاش 2149-R)

جمیلہ یونس، سیالکوٹ

محبت کی دنیا میں آ کر تو دیکھو
ذرا پیام محبت سنا کر تو دیکھو
جدائی کا ساگر ہے شہر موج صحرا

(خالد فاروق آسی، فیصل آباد)

S، بیور گل

انداز کی چاہت میں طلاوت تھی اس قدر
ہم تنگ آ کر غیروں کو ستانے نکل پڑے
(عبدالسلام آرائیں، بہاولنگر)

کسی انجانے کے نام

سوچا آج تجھ تیرے سوا سوچوں
ابھی تک سوچ رہا ہوں اور کیا سوچوں
(م ظفر بادی حنفی، بہاؤالدین)

ارمان سنگم، فیصل آباد

یہ تو نہیں تجھ سے تو نفرت ہے
تمہیں تقسیم کرتا ہوں تو ضرب دل پہ لگتی ہے
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

این کے نام، ساہیوال سے

نہ جانے کیوں ان راہوں پہ ہم بیٹھ جاتے ہیں
جن راہوں پہ اس نے آنا ہی نہیں
بھول جانا چاہیے ہمیں بھی اسے
جب اس سے ہم کو اپنا بھی نہیں
(عثمان غنی، قبولہ شریف)

ثناء

رات ہماری نیند سے دوری تھی
پر سوچ سونے کا تو رات کی مجبوری تھی
ہم تم سے بچھڑ تو نہ سکتے تھے مگر
یہ دوری تھی کہ یہ مجبوری تھی
(محمد قاسم لاشار بلوچ، کنڈا اوہ)

R، خوشاب

میری ہر دھڑکن لکھتی ہے نام تیرا
مجھے بھول جانے والے تجھے سلام میرا

میری آنکھیں تیرے ہجر میں چھم چھم برستی ہیں
کبھی تو پہنچے گا تم تک پیغام میرا
(عابد درانی، گوجرانوالہ)

این کے نام، ساہیوال سے

نہ زمین ہے میری قرار گاہ
نہ فلک ہے منزلِ جستجو
بڑی دیر سے ہے سفر میرا
تیری ذات سے تیری یاد تک
(عثمان غنی، قبولہ شریف)

مائی دیس کے نام، اپنا دیس

ہونٹ تو ہونٹ نازک سا ہے بدن تیرا
دیکھا سا لگتا ہے تجھے قدرت کا کمال لکھنا
(شہزاد سلطان کیف، بھمبر AK)

R کے نام، عبدالحکیم

ایک بات کہوں اگر سنتے ہو
اک بات کہوں اگر سنتے ہو تم مجھ کو اچھے لگتے ہو
(محمد عبداللہ، عبدالحکیم)

مظہر اقبال ہیلتھ آفسر کے نام

تڑپ کے دیکھو کسی کی چاہت میں
تو پیار پتہ چلے کہ انتظار کیا ہوتا ہے
یونہی دل بہلانے اگر کوئی ملا تڑپ
تو کیسے پتہ چلے کہ پیار کیا ہوتا ہے
(مقصود محمد بلوچ، میاں چنوں)

اشفاق بٹ کے نام، لالہ موسیٰ

نہ ملے گا جب کوئی اسے ہماری طرح چاہنے والا
بہت روئے گا وہ اس دن ہمیں دوبارہ پانے کے لیے
(مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

ملک ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال

جدائی میں تھا درد بہت
جو یہ ختم ہوئی بہت تھا
(ملک غنی رضا، فیصل آباد)

عمران وفا، عبدالوحید بلوچستان

دور ہو کر بھی بہت پاس لگتے ہو
کیا وجہ ہے کہ بہت خاص لگتے ہو
ملتے ہو ہر اک سے بڑے ذوق کے ساتھ
ملتے ہو جب ہم سے تو بہت اداس لگتے ہو
(عمر دراز آکاش، گوجرانوالہ)

لاہور میں اک بے وفا کے نام

اسے کہہ دو اداس ہے تیرے جانے سے
ہو سکے تو لوٹ آنا کسی بہانے سے
تو لاکھ خفا سہی ہم سے مگر ایک بار دیکھ
کوئی ٹوٹ گیا ہے تیرے روٹھ جانے سے
(ایم عمر دراز آکاش، فیصل آباد)

یاسمین ملک کے نام، لاہور

بکھرتی زلف کی پرچھائیاں مجھے دے دو
تم اپنی شام کی تنہائیاں مجھے دے دو
میں تم کو یاد کروں اور تم چلی آؤ
اپنے پیار کی ساری سچائیاں مجھے دے دو
ڈوب جاؤں تمہاری اداس آنکھوں میں
تم اپنے درد کی تمام گہرائیاں مجھے دے دو
(خلیل احمد شہدانی شریف)

پسندیدہ اشعار

آ

آج تلاش پھول [illegible] قدم کسی کے دست
کسی نے اک بار کہا تھا دوست پھولوں جیسے ہوتے ہیں
☆ ——— بہادر عاریانی بلوچ۔ گھوٹکی

آج کل کے تبسم میں وہ خوشی بات کہاں
جاوید جس پہ بھی مرمٹنے کو دل کرتا تھا
☆ ——— جاوید اقبال جاوید۔ اچک

آج کی شام بھی قیامت کی طرح گزری
نہ جانے کیا بات تھی کہ ہر سانس پہ چبھوتے
☆ ——— غلام مصطفیٰ عرف سوہو

آج جب موت کی لپیٹ میں ہے تو یہ کہہ رہی زندگی کی تدبیر
کہ ہم زندگی ان کو لیتے ہیں جو زندہ ہوتے ہیں
☆ ——— محمد زبیر شاہد۔ ملتان

آج باغ میں گل ہے گل گلاب ہو گا
مجھ سے شادی کر لو تم کو ثواب ہو گا
☆ ——— کاشف ندیم۔ فتح جنگ

آج یوں دل میں تری یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے
☆ [illegible] عبدالرحمٰن مجر۔ گاؤں [illegible]

ا

اس سے زیادہ اور محبت کیا ہو گی فراز
تیری یاد بھی آئے تو سنور جاتے ہیں
☆ ——— شعیب شیرازی۔ جوہر آباد

ایک یاد تیری ہو گی جسے اس کو بھی چھین لے
تنہا ہوں غم میں جس کا سہارا بھی کبھی
☆ ——— ایم یعقوب۔ چکوال

ان پھولوں سے دوستی مت کرو
- اک بار کھلیں اور مرجھا جائیں
دوستی تم جیسے کانٹوں سے کرو
جو اک بار چبھیں اور بار بار یاد آئیں
☆ ——— قرۃ اعجاز کنول۔ گوجرہ

اب فرصت نہیں انھیں مجھے یاد کرنے کی
کبھی وہ شخص میری سانسوں سے جیا کرتا تھا
☆ ——— نیلم شیرازی۔ فتح جنگ

اسی کے نام سے وابستہ ہو کے جیتے تھے ساقی
اسی نے ہم کو مار ڈالا زندگی بن کر
☆ ——— نثار احمد حسرت۔ [illegible]

انسان جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم وہ تکلم تیری عادت تو نہیں آزر
☆ ——— افشاں آزاد۔ اسلام آباد

اک دوست میری زندگی میں ایسا ہے
پھولوں میں گلاب جیسا ہے
میری دوستی کی ہر صدا اس پہ ختم ہوتی ہے
رہتا زمین پہ ہے مگر چاند جیسا ہے
☆ ——— سید انجم حسین شاہ۔ سمیجہ

اس سے زیادہ اور کیا ہو گی میری وفا اے فراز
وہ مجھ سے لپٹ کر روتا رہا کسی اور کے لئے
☆ - عبدالصمد SK کنول۔ چناب گڑھ

اے جاناں تیرے شہر نفرت میں آیا ہوں [illegible]
اک بار تو مجھ کو پلٹ کے دیکھ لیا کیا جائے گا
☆ ——— عبدالرشید بزنجو

اس نے وعدہ کیا تھا محبت کو نبھانے کا
چند دنوں کا نہیں بلکہ پوری زندگی نبھانے کا
جب وقت آیا زندگی ساتھ نبھانے کا
یہ کہتے ہوئے وہ چلا گیا کہ یہ دستور تھا زمانے کا
☆ ——— عبدالوحید ابرار بلوچ۔ آواران

اس معصوم ظالم کی فطرت کا یہ حال تھا ساغر
وہ خود کو سزا دیتا تھا مجھ کو تڑپانے کے لئے
☆ ——— صائمہ۔ چکوال

اے میرے مالک کیا کمی ہے تیری خدائی میں
عطا کر دے مجھ کو وہ کرنی
☆ ——— ندیم عباس ڈھکو۔ ساہیوال

اے دوست تنہائی میں جب یاد تمہاری آتی ہے
نکل جاتے ہیں آنسو جب تمہارا نام آتا ہے
☆ ——— شاہد سلیم۔ [illegible]

اس قدر ٹوٹ کے دل میں کسی کی آتی محبت ہے
کہ جب تک آنکھ بھیگ نہ جائے نیند نہیں آتی
☆ ——— عمران حیدر۔ چونڈہ

اپنی دوستی سے جدا نہ کرنا ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
☆ ——— امتیاز احمد انصاری۔ کراچی

اتنی سی داستان ہے فقط حسن و عشق کی
تو شمع بن گئی تو میں پروانہ بن گیا
☆ - آفتاب احمد چوہدری۔ اسلام آباد

اک تمہی آرزو کی کائنات ہے مرے سینے میں
دل میں آپ ہی بستے ہیں مرے سینے میں
☆ ——— محمد حسین ناظر۔ منڈی [illegible]

اک دوسرے کے واسطے دونوں ہے لازمی
گلشن میرا دل ہے یاد تیری پھول ہے
اے دنیا میری یہ خوشی میری یہ شہرت بھی
کچھ بھی نہیں بس تیرے قدموں کی دھول ہے
☆ ——— محمد فیاض احمد کنول۔ ساہیوال

اب ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
☆ ——— صادق منصور بلوچ۔ سکران

ب

بس کسی میری ہی قدر [illegible]
کہیں میرا وجود بے نام و نشاں نہ ہو

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے خالد بچہ زھکوٹ والے سے جو میرے ساتھ سیدھی بات نہیں کرتا پلیز خالد ایسا کرنا چھوڑ دو مہربانی ہوگی۔ (جاوید اقبال جاوید، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے محبت تو کرتے ہیں مگر نبھانے سے کتراتے ہیں۔ پلیز ایسا نہ کیا کریں آپ کا شکریہ۔ (محمد رمضان شاہد، کبیر والہ)

مجھے شکوہ ہے کسی سے بھی نہیں اگر کروں تو کیا ہو جائے گا جس سے شکوہ ہے وہ خود مجھے نہیں خاص کر مجید احمد جائی ملتان سے کہ اتنی فضول کہانیاں ارسال نہ کریں۔ (سراج خان، کرک)

مجھے شکوہ ہے نورین سے کہ اس نے میرے ساتھ بہت بڑا دھوکہ کیا نورین جی کیا آپ کی اتنی ہی دوست ہے۔ سدا خوش رہو۔ (محمد سلیم عباسی، عاصل پور)

مجھے شکوہ ہے پہلے تو کہا تھا ایڈیٹر سے نہیں کر سکتا لیکن اب ضرور کروں گا ہم پرانے قارئین پر نئے کو ترجیح دی جا رہی ہے ایسا کیوں۔ (سراج خان کرک)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو دوستی مطلب کیلئے کرتے ہیں جب مطلب پورا ہو جائے تو کہتے ہیں آپ کون میں آپ کو جانتا نہیں۔ (عبدالرحمٰن گھر، تمیں راجھا)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو ماں باپ کی قدر نہیں کرتے اور اپنے استاد کی عزت نہیں کرتے خدا کیلئے ایسا نہ کریں۔ (غفور شہزاد چوہدری سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے نصیب سے میرے نصیب میں شاید کسی کا بھی پیار نہیں جو بھی ملا مطلبی ہی ملا اس دنیا میں کسی پر اعتبار نہ کریں۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا، میر پور خاص)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جن کو کوئی کام نہیں صرف مس کالیں کر کے تنگ کرتے ہیں اور خواہ مخواہ پیار جتاتے ہیں۔ (ایم وائی سجاد، چھدو)

مجھے شکوہ ہے کمپوزنگ کرنیوالوں سے کہ وہ کسی کی تصویر لگانے سے پہلے وہ تصویر بھیجنے والے کا نام چیک کر کے تصویر لگایا کریں اک دفعہ کمپوزنگ والوں نے اک تصویر کے نیچے میرا نام غلطی سے لکھ دیا تھا جو کہ وہ تصویر میری نہیں تھی احتیاط کریں۔ (رانا وارث اشرف عطاری، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر صاحب سے کہ

مجھے شکوہ ہے نہ وہ میرے کوئی شائع کرتے ہیں اور نہ ہی کہانیاں خدا سا ایسا مت کرو کسی کا دل نہ دکھاؤ خدا راہ میری کہانی ضرور شائع کرنا۔ (حافظ شکیل عاجز، کوٹلی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو سچی محبت کرنیوالوں کا تماشا بنا دیتے ہیں اور ان کی محبت کو ایک جھوٹی محبت سمجھتے ہیں۔ (رئیس ساجد کاوش خان، لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دل تو رکھتے ہیں مگر پھر بھی دکھی دلوں کے ساتھ مذاق کرتے رہتے ہیں۔ (محمد گل عمران، بنوں)

مجھے شکوہ ہے ان تمام لوگوں سے جو دوستی جیسے پاک رشتے کو بدنام کرتے ہیں اور صرف اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ (حبیب الرحمٰن طارق، جعفر آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنی واقف مس شازو سے کہ وہ مجھ سے اتنا ناراض کیوں ہوتی ہے اس کو تو میری ہر مجبوری کا پتہ ہے لیکن سنو کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری یہ ناراضگی ہم دونوں کو دریا کے دو کنارے کر دے۔ (حافظ فیاض احمد کنول، دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے کالون والوں سے

مجھے شکوہ ہے جنہوں نے قانون تو بنا دیا لیکن انصاف کی نصیب والے ہی کی قسمت میں آتا ہے۔ (حبیب الرحمن، لاہور)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ (ولید، کھنڈیاں خاص)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے وفاداروں سے نہیں۔ (محمد اسحاق انجم، کنگن پور)

مجھے شکوہ ہے اچھے وقت ان دوستوں سے جو ہمیں بھول گئے ہیں۔ (محمد حسین مظفر، کنگن پور)

مجھے شکوہ ہے اپنے بھی رشتہ داروں سے اور اپنے دادا ابو سے اور دادی اماں سے کہ کیا اس جہان میں میری یہ خطا خدا کے نام پر معاف نہیں ہو سکتی اگر میں بھی آپ کا خون ہوں تو مہربانی کریں۔ (حافظ نیاض احمد کنول، سنٹرل جیل ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے ذرہ نازبجان کے قارئین سے جو کہ رابطہ نہیں رکھتے اور بڑے سنگدل لوگ ہیں۔ (فیصل اللہ جادو، حجی سرور)

مجھے شکوہ ہے دوستو آپ لوگوں پہ مجھے کوئی شکوہ نہیں شاید میں ہی آپ لوگوں کی دوستی کے قابل نہ تھا کیا ہوا جو آج تنہائی میری ساتھی ہے کوئی تو آئیگا۔ (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے خرم میثم سے جو میری بات پہ یقین نہیں کرتا حالانکہ میں اسے بھائی تسلیم کرتا ہوں، خرم بھائی ... میری بات مان لیا کریں۔

(سید مبارک علی شمسی، قائم پور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس بات پر عمل نہیں کرتے۔ (نیلم شہزادی، قلعہ بھٹہ)

مجھے شکوہ ہے کہ شہزاد صاحب سے کہ وہ میری غزل ور تحریروں کو شائع نہیں کرتے پلیز ان سے گزارش ہے کہ میری غزل اور تحریروں کو شائع کریں۔ (محمد محسن بہا فر، عارف والا)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ مجھے دوسروں کی طرح بدلنا نہیں آتا نہ ہی کسی کو بھلا سکتی ہوں۔ (صائمہ، مریڈ)

مجھے شکوہ ہے اپنے دل سے اور اپنے نصیب سے کہ یہ دنیا میں وفا کی امید کیوں نہیں چھوڑ دیتا جبکہ کئی بار دل ٹوٹا ہے۔ (یاسر ساقی، بلسان تواب)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوسروں کی وفا کی امید رکھتے ہیں اور خود بیوفائی کرتے ہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ وہ بھی دل رکھتے ہیں۔ (کمیرا احمد میر، سوئی)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے وہ ہر وقت مس کالیں دیتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں پلیز ایسا مت کریں۔ (بابو جان بروی، لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے S سے جس نے مجھ کو چھوڑ کر کسی اور سے شادی کر لی اگر نہ کرتی تو آج میں برباد نہ ہوتا بلکہ آباد ہوتا آباد۔ (مسٹر ایم ارشد وفا، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو دوستی کر کے بھول جاتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں۔ (نوید اختر عمر، کبیروالا)

مجھے شکوہ ہے میں ان لوگوں سے شکوہ کرتا ہوں جو لوگ دوسروں کو تنگ کرتے ہیں خدا کیلئے اس طرح نہ کرو۔ (سیف الرحمن زخمی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ اب تک میری کوئی چیز جواب عرض میں شائع کیوں نہیں ہوئی کاش میری بھی شائع ہو جائے۔ (غزالہ جبرائیل، لاہور)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض والوں سے کہ وہ میری تحریریں کسی اور کے نام سے شائع کر رہے ہیں میں بڑی محنت سے تحریر لکھتا ہوں۔ (ایم اشفاق بٹ، لالہ موسیٰ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی تو بہت آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن اسے نبھانا نہیں جانتے ہیں۔ (واصف علی، نوشہرہ فیروز)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹ بولتے ہیں۔ (مجاہد ناز عباسی، مظفر پور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو محبت کو مذاق ہی سمجھتے ہیں کیا اس کو محبت یا پیار کہتے ہیں۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

مجھے شکوہ ہے کسی پیا انجا ہے میری محبت کرنا مگر دھوکہ نہیں ہنسانا ہے تو رلانا نہیں رلانا ہے تو وعدے وفا کرو ہیں۔ (دین محمد، کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے جو مجھے

مختصر اشتہارات

بھائی میاں منظور رویانی کے نام

خدا کا واسطہ مجھے معاف کر دو تمہارے بن میری زندگی ادھوری ہے میں نے باپ جیسی آپ کی عزت کی ہے۔ (رفاقت علی جان، گاؤں بمبے کی ملیاں)

رانی کے نام

رانی پلیز لوٹ آؤ میری زندگی میں بس ایسا نہ ہو کہ تیرا عامر روتے روتے اپنی جان دے دے۔ (ایڈ وکیل عامر جٹ، تحصیل و ضلع ساہیوال)

قارئین کے نام

میری سٹوری بے رونق سی زندگی پہ جن لوگوں نے مجھے مبارکباد دی ان کا شکریہ خاص کر ندیم ڈھکو، جبرائیل آفریدی، ارمان عمر، کبیر وقیر، عامر جٹ، خیر ضیاء، مجید تھول فیصل آباد، ویری تھینکس ٹو آل فرینڈز۔ (آصف ساول، قمر کالونی بہاولنگر)

قارئین کے نام

پلیز سب لوگ ایک دوسرے کے جذبات کی قدر کیا کرو کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچایا کرو۔ (خالد روق آسی علی پورہ فیصل آباد)

انتظار حسین ساقی کے نام

انتظار حسین ساقی جی مجھے آپ کی کہانیاں شاعری، اور آپ کی مسکراہٹ بہت پسند ہے آپ کا لہجہ اور بات کرنے کا انداز تو سب سے الگ ہے۔ (عشقیا، اٹک)

اپنے نام

زندگی ملی تو کیا ملی بن کے بے وفا ملی اتنے میرے گناہ نہ تھے جتنی مجھے سزا ملی۔ (اشفاق ڈی۔ ژوکوٹ)

A کراچی کے نام

کوئی بدلتا تم سے کہ مجھ سے کوئی محبت کرتا تم سے کہ مجھے محبت کر کے کسی کی زندگی برباد کرنا تم نے کہ مجھے یہ بتاؤ کہاں سے سیکھا ہے کبھی کسی کو بھی کسی کو اپنے جال پہ پھنسا لینا رحم کرو۔ (رائے اطہر مسعود آکاش، فورٹ عباس)

تمام بہن بھائیوں کے نام

تمام بہن بھائیوں سے ریکویسٹ ہے کہ اخلاق کے دائرے میں رہیں۔ (ڈاکٹر سجاد ورکس روڈ پشاور)

تمام دوستوں کے نام

مجید احمد جانی، چھوٹے بھائی انتظار حسین ساقی، دوست محمد خان، عاشق حسین ساجد، پیارے احمد بھی، ملک طارق جی اور راحت وفا اچھے رائٹرز ہیں ان کی ہر ماہ سٹوریاں آنی چاہیے۔ (عمر دراز آکاش خیالی، فیصل آباد)

خدارا لڑکیوں کو تنگ نہ کرو

میں گزارش کرتا ہوں ان لوگوں سے جو لڑکیوں کو تنگ کرتے ہیں اور ان کی پڑھائی میں پریشانی کا باعث بنتے ہیں پلیز ان کا مستقبل تاریک مت کیجئے۔ (عمر دراز آکاش، فیصل آباد)

پیارے عدیل کے نام

میں آپ کو بہت زیادہ مس کرتا ہوں لیکن شاید میں آپ کو یاد تک بھی نہیں آتا تمہارے پاپا بے وفا ہیں انہوں نے مجھے بھلا دیا ہوا ہے۔ (عمر دراز آکاش، فیصل آباد)

جان کے نام

میرا تمہارے خواب میں آنا کیا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مجھے تمہاری کتنی تڑپ ہے تمہارے ساتھ اتنی محبت ہے کہ میری بیقراری سے مجھے محبت کے مطلب کا پتہ چل گیا

ہے۔ (محمد افضل اعوان، محلہ طارق آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ)

ریاض احمد لاہور کے نام

پیارے بھیا آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی یہ زندگی کا یادگار دن رہے گا آپ نے جواب عرض اور خوفناک تعنت یا یقین سے بہت خوشی ہوئی۔ (ایم جبرائیل آفریدی، کرشانی ناصر آباد)

دوستوں کے نام

سدرہ، کمر بہت جذباتی ہو اور کبھی جذبات میں آکر کوئی غلط فیصلہ نہ کر لینا۔ اقرا مریم کبھی تو آجایا کرو نئے کو بہت یاد کرتی ہوں آپ دونوں کو۔ (انجم نذیر چاند، وہاڑی)

سب کے نام

اگر کسی کو چاہو تو اس طرح چاہو کہ وہ زندہ تو رہے مگر صرف تمہارے لیے۔ (انیس انمول، بھیرہ شریف)

آپی تسلیم وہاڑی کے نام

آپی میری مدد کرو آپ نے پہلے کہا تھا لیکن تب وقت نہیں تھا لیکن اب آپ کی مدد کی ضرورت ہے آپی تسلیم جلدی کریں مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ (انجم نذیر چاند، وہاڑی)

اپنے دوستوں، شہزاد، طاہر، ماجد شہزاد، طاہر، مجد، حماد، مظہر بوستان، عبدالمجید، بدر الدین اور ثاقب کو محبتوں بھرا سلام۔ (مظہر عظیم، مانسہرہ)

ناز صاحبہ کے نام

ناز جی کہاں گم ہوگئی ہو آپ نے تو بھلا ہی دیا اتنی جلدی کمال ہے ہو سکے تو رابطہ کرو انتظار رہے گا۔ (جبرائیل آفریدی، کرشانی ناصر آباد)

شادی کا خواہش مند

میں ایک زمیندار ہوں بیرون ملک شادی کا خواہشمند ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور رابطہ کریں گے۔ (ملک محمد ہاشم، ایران، پاکستان)

اداکار غلام محی الدین کے نام

غلام محی الدین صاحب آپ میرے پسندیدہ اداکار ہیں میں نے آپ کی فلمیں مہمان، آج اور کل، قدرہ وغیرہ وغیرہ بہت شوق سے دیکھی ہیں اللہ آپ کو اور کامیابیاں دے۔ (ذوالفقار شیر زمان پشاوری، پشاور)

جنید جانی کے نام

اگر آپ نے میٹرک پاس کیا ہے تو میں تیرے لیے نوکری کی کوشش کرتا ہوں امید ہے آپ کو نوکری مل جائے گی۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

محبت کے پجاریوں کے نام

جب تک دنیا زندہ قائم ہے محبت رہے گی محبت کل بھی زندہ تھی آج بھی ہے اور زندہ رہے گی۔ (ڈاکٹر سجاد، پشاور)

دوستوں کے نام

جن دوستوں نے اپنے خطوط میں مجھے سلام لکھا اور جنہوں نے اپنے دست مبارک سے میرا ذکر بھی کیا میں ان کا بہت بہت شکر گزار ہوں۔ (حماد ظفر بادی، گوجرہ منڈی بہاؤالدین)

قارئین کے نام

تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ کبھی کسی کا دل مت دکھاؤ کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچاؤ۔ (خالد فاروق آسی، علی پورہ ملت کالونی فیصل آباد)

تمام قارئین کے نام

دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے جو لوگ آخرت کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں وہی عقل مند ہیں اور بے وقوف ہیں جو اس فانی دنیا سے دل لگائے بیٹھے ہیں۔ (بشیر احمد بھٹی، بہاولپور)

وکیل عامر آف ساہیوال کے نام

یار آپ سے ملنا چاہتا ہوں ہے کوئی طریقہ تو آپ پشاور آجائیں یا مجھے ساہیوال آنا پڑے گا۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

نمکین ریساں میرے شہر یار

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

جب انسان کو یکدم خوشی ملتی ہے تو وہ کائنات کے سارے غم بھول جاتا ہے لیکن یہ خوشیاں عارضی ہوتی ہیں۔ (غلام فرید جاوید، مجروشاہ مقیم)

خوشی خوشی ہی ہوتی ہے جب بھی ملے غم سے پہلے یا غم کے بعد۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے خوشی ملے چاہے غم کے بعد ہی کیوں نہ ملے خوشی خوشی ہوتی ہے۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

اسے خوشیاں ملی ہی کب تھیں ان غموں کے سوا حسن اب تو وہ دردوں کی تجارت کرتا ہے اکثر تنہائیوں میں بیٹھ کر۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

پاکستان گیا چر کر F اراضی ہو گئی F کے ساتھ شادی ہوئی تھی تو ایسا لگا تھا سب بھول گیا ہے کیا مزے دار زندگی تھی۔ (محمد تنیل طوفی حکیم، کویت سٹی)

غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اچھی دوست دی ہے، میرا بہت خیال رکھتی ہے آئی سی یو آئی پی۔ آئی پی خوش رہو۔ (ریاض احمد، صادق آباد رحیم یار خان)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو تھوڑی دیر غم بھول جاتے ہیں مگر خوشی تو ایک جیسی ہوتی ہے غم زندگی کے ساتھی ہوتے ہیں میری جان۔ (تمریز اعوان اور مالی، مانڑی بزارہ)

خوشی تو ملی ہیں لیکن بہت جلد غموں نے آ لیا ابھی تو ساری خوشیاں غموں میں بدل گئی ہیں جب خوشی ملی تو سب سے پہلے میں جواب عرض میں لکھ کر بتا دوں گا انشاء اللہ۔ (ولی محمد اعوان گونڑوی صدر کینٹ لاہور)

جب انتہا ہی ختم جائے کی ہے تو انسان کی بھی باتیں بھی بھی کہیں لگتیں نڈھال ہی اتنا کر دیتے ہیں پھر خوشیاں بھی اچھی نہیں لگتیں۔ (نامعلوم)

بہت اچھا لگتا ہے زندگی میں پھر سے بہار آ جاتی ہے اور پچھلے سارے غم بھول جاتے ہیں۔ (نوید ملک، گولارچی)

ہر انسان کی زندگی میں غم اور خوشی اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ جیسے دن اور رات ہو مگر کسی کو جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے اس کے سارے غم ختم ہو جاتے ہیں۔ (محمد قاسم لاشار بلوچ، گنداواو)

غم اور خوشی میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہی غم اور خوشی دیتا ہے کاش کبھی یہ غم خوشی میں نہ بدل جائیں۔ (ممریز بشیر گوندل، تو جرہ)

انسان غموں کی دنیا سے نکل کر ایک دفعہ خوشیوں کی دنیا میں آ تو جاتا ہے لیکن اسے حقیقی خوشی کی امید نہیں رکھی جاتی ہے۔ (ایم افضل کمریل، ننکانہ صاحب)

غم کے بعد خوشی ملے تو خوشی کا رنگ اور بھی دوبالا ہو جاتا ہے۔ خوشی خوشی ہے چاہے جب ملے۔ (شہزاد سلطان کیف، بھمبر آزاد کشمیر)

غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے بلکہ بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ (شہزاد سلطان کیف، بھمبر آزاد کشمیر)

اگر خوشی ملتی ہے تو بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی کردہ گناہوں کی معافی مانگنا چاہیے تاکہ بعد میں بھی غم نہ آئے۔ (ڈاکٹر سجاد، پشاور)

جب غم ختم ہونے کے بعد خوشی ملتی ہے اس وقت روح پرسکون ہو جاتی ہے خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے کہ یہ وقت بھی گزر جائے گا غم کا بھی گزر گیا۔ (رانا نذر عباس، منڈی بہاؤالدین)

جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے بے جان جسم میں پھر سے روح پھونک دی ہو۔ (میاں عمر زمان، چک نمبر 75/12-L)

غم کے بعد خوشی کا ملنا ایسے ہی جیسے ڈوبتے ہوئے کو اچانک سمندر کا کنارہ نظر آ جاتا ہے خوشیاں انجوائے کرنا ہر انسان کا حق ہے اور باعث مسرت ہے۔ (عمر دراز آکاش، جڑانوالہ سٹی)

احساس ہوتا ہے غم کا مطلب ہے درد دکھی قدرت کی طرف ہوتا ہے اور انسان کو اس کے اپنے دے جاتے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتا اگر ختم ہو جائے تو اپنی یادیں چھوڑ جاتا ہے غم چند دن کے مہمان ہوتے ہیں تو جس کے پاس آتے ہیں احساس ہوتا ہے۔ (محمد سہیل جگر رانجھوٹ بھٹی۔ سندری)

غم کے بعد خوشی کا ملنا [illegible] جیسے طویل لوڈ شیڈنگ کے [illegible] کا آ جانا ہے آج کل تو [illegible] بھی ہماری خوشیوں کا ذریعے بنے ہوئے ہیں اور روزانہ ڈھیروں تحفے وصول کرتے ہیں۔ (عمر دراز آکاش، 377 گ ب)

بہت اچھا لگتا ہے اور اب میں اپنے حقیقی احساسات کو بیان کر رہا ہوں جب سے مجھے اس بے قرار کا پیار ملا ہے میری بے قراری کو زوال آ گیا ہر وقت چہرے پہ مسکراہٹ ہے۔ (محمد افضل اعوان، گوجرہ)

غم کے بعد خوشی ملنا ایسا ہے جیسے نئی زندگی ملنا ہر چیز سہانی لگتی ہے سب غم بھول جاتے ہیں۔ (ایم وکیل خان جٹ، ساہیوال)

تو ایسا لگتا ہے کہ کبھی غم دیکھا ہی نہیں اور بہت اچھا لگتا ہے۔ (اشفاق رحمٰن، 139/4B)

غم کے بعد خوشی ملنے سے غم کا احساس ختم ہو جاتا ہے انسان کی زندگی میں دوبارہ بہار آ جاتی ہے۔ (مولانا عبدالغفور نقشبندی، حافظ آباد)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے کیسا لگتا ہے مجھے ابھی تک غم ہی غم ملے ہیں دعا کرو مجھے کوئی خوشی ملے میں بھی بیان کر سکوں۔ (سعدیہ جبین، شورکوٹ کینٹ)

اگر صرف زندگی میں خوشیاں ہی ہوں تو غم کا پتہ نہیں چلتا اصل خوشی کا تب ہی احساس ہوتا ہے جو غم کے بعد ملتی ہے غم اور خوشی دونوں زندگی کا حصہ ہیں۔ دونوں حال میں اللہ کا شکر ادا کریں۔ (اطہر مسعود آکاش، 214/9-R)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے انسان موت کے بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے۔ (نوید جگنو ہزارہ مانسہرہ)

کسی نے بھول کے مجھ سے پوچھا آجکل کیسے ہو؟ میں نے کہا زندگی میں غم ہیں غم میں درد ہے درد میں مزہ ہے اور مزے میں ہوں۔ (ثناء کنول، چکوال)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان پچھلے غم بھول جاتا ہے بجھی آنکھوں کو سکون مل جاتا ہے مرجھائے ہونٹوں پہ مسکراہٹ مچل جاتی ہے خوشی چیز ہی ایسی ہے جو سارے غموں کو بھلا دیتی ہے۔ (مدثر احمد ولد بشیر احمد، ضلع جہلم)

خوشی کی مدت بہت قلیل ہوتی ہے جبکہ غم مستقل زندگی کے ساتھ رہتا ہے۔ (خالد فاروق آسی فیصل آباد)

جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور وہ آنسو غم کے نہیں ہوتے بلکہ وہ تو آنسو خوشی کے ہوتے ہیں۔ (مقصود احمد، میاں چنوں)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اس پہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

چاہیے کیونکہ وہ پھر بھی ہم پر غم مسلط کر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر سجاد، پشاور)

غم کے بعد خوشی ملے تو انسان بہت اچھا محسوس کرتا ہے جس کی شاندار مثال جواب عرض کا دو ماہ بعد اچانک ملتا ہے۔ (حماد ظفر بادی، منڈی بہاؤالدین)

غم کے بعد جو خوشی ملتی ہے وہ زبردست ہوتی ہے اللہ کرے کہ مجھے منظورا کیرل جائیں یہ میرے لیے خوشی ہوگی۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو پہلے تمام غم بھول جاتے ہیں ہمارے اندر خوشیاں رقص کرتی ہیں یہ خوشی ہمارے زخموں پہ مرہم کی طرح ہوتی ہے۔ (عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

کہاں سے لائے خوشی۔ (نعیم احمد زخمی، کروڑا شانگلہ)

اس کوپن کے لیے تو میں بس اتنا ہی لکھوں گا کہ پلیز اس کوپن کو بند کر کے اس کی جگہ آپ میری پسندیدہ شخصیت کو شروع کر دیں۔ (نامعلوم)

پلیز جناب جس اس کالم کو بند کر کے اس کی جگہ کالم میری پسندیدہ شخصیت شروع کر دیں یہ میری آپ سے چھوٹی سی گزارش ہے۔ (عثمان غنی، قصور)

شریف)

ہم غم کے ماروں کو کیا خوشی خاک نصیب ہوگی جس خوشی کی طرف ہم گئے وہ خوشی ہم سے دور بہت دور۔ (رانا محمد احمد، لنڈے والا)

غم کے بعد غم ہی ملے ہیں آج دن تک خوشی کا نام سنا ہے دیکھی اب تک نہیں دعا کریں ہمیں بھی خوشی مل جائے۔ (محمد صفدر زخمی، کراچی)

غم کے بعد جب خوشی ملے تو انسان کو ایک ہموار راہ مل جاتی ہے جس سے جینے کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ (ذوالفقار علی سانول، ملوال)

ایک خوشی کیا ملی سو غم مجھ سے روٹھ گئے یارو دعا کرو میں پھر سے اداس ہو جاؤں۔ دوستو غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو پھر غم کا انتظار ہو جاتا ہے۔ (محمد عبداللہ، عبدالحکیم)

جب بھی خوشی ملے گی تو کوپن میں لکھ دیں گے۔ (ثوبیہ حسین، کھونہ)

جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان ایسا محسوس کرتا ہے کہ میرے پاس سب کچھ موجود ہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ (فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے مگر غم آخر غم ہوتا ہے اگر اچھا وقت آ جائے تو بھی غم بھول جاتے ہیں۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

تو بہت اچھا لگتا ہے مگر مجھ کو ابھی تک خوشی ملی ہی نہیں جب ملی تو بتائیں گے کہ کیسا لگتا ہے سنا ہے کہ بہت اچھا لگتا ہے (پرنس عبدالرحمٰن عمر، نین رانجھا)

غم کے وقت صبر اور خوشی کے وقت انجوائے کرنا چاہیے اور رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (ثوبیہ حسین، کھونہ)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا محسوس ہوتا ہے ہمیں ہمیشہ خوش رہ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ کچھ لوگ ایسے ہی غمگین بن کے پھر رہے ہیں مایوسی کفر ہے خیال کرو۔ (عبدالرشید صارم، سعودی عرب)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے اور انسان کو ان خوشیوں کی قدر کرنی چاہیے کہ کتنے غموں کے بعد یہ خوشیوں کے لمحات ملے ہیں۔ (علی حسن بندیجہ، بستی پتوں)

مختصر یہ کہ غم کے بعد خوشی ملے تو دل خوش ہوتا ہے مگر صرف ہوا کے تازہ جھونکے کی طرح خوشی گزر جاتی ہے۔ (عبدالسلام آرائیں، بہاولنگر)

ماں سے پیار کا اظہار

● ...... ماں کی شان میں ساری دنیا کے ریت کے ذرے بھی گنوں تو بھی اس سے کہیں زیادہ ہے ماں کی شان اے ماں تجھے سلام۔ (غلام فریدہ جاوید، مجرو شاہ مقیم)

● ...... ماں میرا جاں ماں میرا زماں ماں میری دعا، ماں میری صدا، ماں میری دفا۔ (شہزادو سلطان کیف، الکویت)

● ...... میرا قول ماں کی خدمت میں، ماں محبت کا وہ موسم ہے جس میں بھی خزاں نہیں آتی۔ (شہزادو سلطان کیف، الکویت)

● ...... ماں ایک ایسا لفظ ایسا رشتہ ہے جس کی تعریف میں جتنے الفاظ بھی لکھیں وہ کم ہیں اور ماں کی خدمت ہی ہماری بخشش کا ذریعہ ہے۔ (عثمان غنی، تھولہ شریف)

● ...... دوستو ماں کی خدمت کرنے میں دیر مت کرو ایسا نہ ہو کہ ہم سوچتے رہیں اور ماں ہم سے منہ پھیر کے چلی جائے اس لیے جتنی ہو سکتی ہے ماں کی خدمت کرو۔ (عثمان غنی، تھولہ شریف)

● ماں کے مرنے کے بعد معلوم ہوا ہے دکھ درد کیا ہوتا ہے اللہ میری ماں کو جنت میں جگہ دے۔ (حکیم طفیل طوفی، کویت)

● ...... ماں تیرے قدموں کی خاک میں ہیں تم تو چلی گئی ہو اللہ تعالیٰ کے پاس میں ہر وقت آپ کو یاد کرتا ہوں۔ آئی لو یو ماں۔ (ریاض احمد، صادق آباد)

● ...... ماں باغ ہے اور ہم ان کے پھول ہیں جب باغ ویران ہو تو پھول بھی ویران مرجھائے ہوئے اس لیے ماں کے بغیر گھر ویران ہیں۔ (غزالہ جبرائیل، لاہور)

● ماواں نوں تڑپاون والے آپ کر دو کھ پاندے نے، ماں رہے تے رب روے تاہوں تکرائے جاندے نے۔ آئی لو یو مام (ایم وائی سچا، چھرہ)

● ...... دوستو اپنی ماں کا زیادہ سے زیادہ خیال کیا کرو یہ دنیا کی واحد ہستی ہے جس کے قریب خدا ہے جو خود بھوکی پیاسی رہتی ہے اولاد کو دیتی ہے دکھوں میں رو کر اولاد کو خوشی دیتی ہے۔ (سید عارف شاہ، جہلم شہر)

● ...... ماں وہ رشتہ ہے جس سے جڑی ہوئی نسبت ہی انسان کیلئے باعث جنت ہے ماں وہ ہستی ہے جو اولاد کی مسکراہٹ سے بھی پریشانی معلوم کر سکتی ہے۔ (حماد ظفر ہادی، گوجرہ)

● ...... ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (غلام مصطفیٰ)

● ...... میں اپنی ماں سے بہت ہی پیار کرتا تھا اور اب میں بدنصیب انسان ہوں جو میری ماں اس دنیا میں نہیں۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

● ...... ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اپنے بچوں کے لیے بہت ہی قیمتی ہے۔ ماں جنت کی ہوا ہے ماں تجھ کو سلام اے خدا سب ماؤں کی حفاظت کرنا اور جن کی مائیں اس دنیا میں نہیں ہیں ان ماؤں کو جنت الفردوس عطا کرنا۔ (ولی محمد اعوان گولڑوی، صدر کینٹ لاہور)

● ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا مگر میری ماں کی زندگی ہی اتنی تھی اے ماں تیری دعائیں آج بھی میرے ساتھ ہیں۔ (آصف ساتول، بہاولنگر)

جوابِ عرض کا دسترخوان

۔۔تحریر۔کشور کرن۔چتوکی۔

بھنے ہوئے چنوں کی چٹنی

اجزاء۔۔چھلکا اترے ہوئے بھون کپ بھنے ہوئے چنے۔گھی ایک کھانے کا چمچ۔املی ایک کھانے کا چمچ۔نمک حسب ذائقہ۔سرخ مرچ حسب ذائقہ۔ٹماٹر پانچ عدد۔سفید زیرہ ایک چائے کا چمچ۔

ترکیب تیاری۔املی رات کو بھگو کر رکھ دیں چنے پیس کر چھلنی میں چھان لیں تھوڑے پانی سے ٹماٹر ابال کر خوب گلا لیں مسل کر چھلنی میں چھان لیں چھلکے پھینک دیں نمک مرچ سفید زیرہ گھی میں بھون کر چنے ڈال کر بھونیں ضرورت ہو تو پانی کا چھینٹا دیں املی مسل کر گٹھلیاں نکال دیں اب املی اور ٹماٹر کا پانی ڈال کر پکائیں گاڑھی ہو جائے تو اتار لیں پکوڑوں سموسوں اور دیگر تلی ہوئی چیزوں کے ساتھ بےحد مزا دیتی ہے۔

گاجر کی چٹنی

اجزاء۔گاجر آدھا پاؤ۔لیموں کا عرق ایک پاؤ۔چینی آدھ کلو۔پودینہ ایک چھٹانک۔نمک حسب ذائقہ۔سرخ مرچ حسب پسند۔سفید زیرہ چائے کا چمچ یا حسب پسند۔ادرک دو انچ کا ٹکڑا۔

ترکیب تیاری۔۔گاجریں چھیل کر کدو کش کر لیں ادرک باریک باریک کاٹ لیں اب تمام چیزیں ملا کر لیموں کے عرق میں ڈال دیں دو دن بعد کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

بھنڈی کے پکوڑے

اجزاء۔بھنڈی ایک پاؤ۔بیسن آدھا پاؤ۔تیل تلنے کے لیے حسب ضرورت۔نمک حسب ذائقہ۔سرخ مرچ چائے کا ایک چمچ۔زیرہ چائے کا ایک چمچ۔دھنیا ثابت چائے کا ایک چمچ۔۔

ترکیب تیاری۔۔بھنڈی دھو کر خشک کر لیں درمیان سے چاک کر کے بیج نکال دیں بیسن میں زیرہ نمک مرچ ثابت دھنیا اور تھوڑا سا پانی ملا کر پھینٹ لیں اس آمیزے میں بھنڈی دس منٹ کے لیے بھگو دیں کڑاہی میں تیل گرم کریں اور بھنڈی تل کر سنہری کر کے نکالتے جائیں بھنڈی کے پکوڑے تیار ہیں۔

پالک کے پکوڑے

اجزاء۔پالک ایک پاؤ۔بیسن ایک پاؤ۔گھی تلنے کے لیے حسب ضرورت۔بیکنگ پاؤڈر ایک چٹکی۔نمک حسب ذائقہ۔سبز مرچ پسی ہوئی ایک عدد۔سرخ مرچ حسب پسند۔دھنیا ثابت پیس لیں کھانے کا ایک چمچ۔

ترکیب تیاری۔۔پالک کے پتے دھو لیں بیسن میں نمک مرچ سبز مرچ دھنیا اور بیکنگ پاؤڈر ڈال کر تھوڑا سا پانی ملا کر گاڑھا سا گھول بنا لیں کڑاہی میں گھی گرم کریں پالک کے پتے بیسن میں ڈبو ڈبو کر

کڑاہی میں ہلکی آنچ پر تلیں پکوڑے تیار ہیں۔

آلو انڈے کے رول

اجزاء۔ آلو ابال کو چھلکے اتار کر پیس لیں آدھا کلو انڈے تین عدد ۔مرغ کا قیمہ ابلا ہوا ایک کپ ۔نمک حسب ذائقہ ۔سیاہ مرچ پسی ہوئی حسب ذائقہ۔میدہ آدھا کپ ادرک لہسن حسب پسند۔

ترکیب تیاری۔۔انڈے ابال کر چھیل لیں میدہ گوندھ لیں قیمہ میں نمک سیاہ مرچ۔ادرک لہسن اور پانی ڈال کر ابال کر گلا لیں پانی خشک ہونے پر اتار لیں آٹے کے دو پیڑے بنائیں درمیان میں گھی لگا کر اوپر تلے رکھ کر باریک بیل لیں توے پر دونوں اطراف سے پکائیں دونوں پرت الگ کر کے اندر والی سائیڈ سے پکائیں پسے ہوئے آلوؤں میں نمک اور مرچ لگائیں اور روٹی کے ایک پرت پھیلا لیں اور دوسرا پرت رکھ کر اوپر قیمہ پھیلائیں ابلے ہوئے انڈے بھی کاٹ کر رکھ دیں اور رول کر کے کر کے ہاتھ کس سے جوڑیں ایک انڈے کی زردی میں ایک چمچ پانی ملا کر رول پر لگائیں اور گھی میں تل کر گولڈن کر لیں سلاد کے ساتھ پیش کریں۔

انڈوں کے شامی کباب

اجزاء۔۔انڈے چار عدد۔قیمہ آدھا کلو۔پیاز ایک عدد۔گھی حسب ضرورت ۔سرکہ دو بڑے چمچ ۔گرم مصالحہ پسا ہوا آدھا چمچ ۔نمک حسب ذائقہ کالی مرچ پسی ہوئی حسب پسند۔۔

ترکیب تیاری۔۔انڈوں میں نمک اور کالی مرچیں ملا کر پھینٹ لیں قیمہ باریک باریک پیس لیں اس میں سرکہ اور گرم مصالحہ ڈال کر ملائیں پھینٹے ہوئے انڈے بھی ڈال دیں اور اچھی طرح مکس کریں ٹکیاں بنا کر گھی میں تل کر سنہری کر لیں انڈوں کے شامی کباب تیار ہیں حسب پسند چٹنی کے ساتھ تناول کریں۔

بیسن کا پراٹھا

اجزاء۔بیسن آدھا کلو۔گیہوں کا آٹا آدھا کلو۔ چار دو عدد۔ہری مرچیں تین عدد۔نمک حسب پسند۔ گھی حسب ضرورت۔زیرہ ایک چمچ۔

ترکیب تیاری۔۔بیسن اور آٹا ملا کر خوب گوندھ کر چھان کر لیں اس میں پیاز اور ہری مرچیں باریک باریک کاٹ کر ڈال دیں۔نمک اور سفید زیرہ مسل کر بھی شامل کریں اچھی طرح مکس کر کے کچھ دیر پڑا رہنے دیں پھر پیڑے بنا کر روٹیاں پکائیں توے سے اتار کر گھی لگائیں۔

تل کی روٹی

اجزاء۔میدہ ایک کلو۔تل ایک پاؤ۔نمک حسب ذائقہ۔دودھ حسب ضرورت۔گھی ایک پاؤ خمیر ایک چھٹانک۔

ترکیب تیاری۔۔میدہ دودھ اور خمیر سے گوندھ لیں۔نمک بھی ملا دیں کچھ دیر بعد پیڑے کاٹ کر روٹیاں بنائیں دونوں اطراف تل لگائیں توے پر ڈال کر نرم آنچ پر پکائیں۔

نمکین بسکٹ

اجزاء۔میدہ آدھا کلو دودھ آدھا گلاس۔مکھن تازہ ایک چھٹانک۔نمک تھوڑا سا۔

ترکیب تیاری۔۔میدہ میں دودھ اور مکھن ملا کر خمیر کر لیں پھر اس کا آدھے انچ کا پیڑا بنا کر سانچے کے ذریعے تراش لیں ان کی گولائی روپے جتنی ہو پھر ان کو بیلن سے بیل کر پھیلا لیں ان میں سوراخ کر کے ٹین کی چادر پر میدہ چھڑک کر اوپر بسکٹ رکھ دیں سوراخ والے حصے نیچے آئیں تنور میں رکھ کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔

گاجر کا حلوہ

اجزاء۔ گاجریں ایک کلو۔ دودھ دو کلو۔ گھی ایک پاؤ۔ ملائی ایک پاؤ۔ چینی ایک کلو۔ الائچی کشمش حسب پسند۔

ترکیب تیاری۔ گاجریں کدوکش کر کے دودھ میں پکائیں جب دودھ خشک ہو جائے تو گھی میں ڈال کر خوب بھونیں پھر ملائی ڈال کر بھونیں یہاں تک کہ سرخ ہو جائیں اب چینی کا قوام بنا کر اس میں ملا دیں اور کفگیر سے ہلاتے جائیں جب کنارے گھی چھوڑنے لگیں تو الائچی کشمش ڈال کر اتار لیں ٹھنڈا ہونے پر نوش کریں۔

رس گلے

اجزاء۔ دودھ چار پیالی۔ چینی ایک پیالی۔ لیموں کا جوس ایک چمچ۔ میدہ ایک کھانے کا چمچ۔ عرق گلاب ایک چمچ۔

ترکیب تیاری۔ دودھ کسی برتن میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیں جب ابلنے لگے تب اس میں لیموں کا جوس ملا دیں تاکہ وہ پھٹ جائے پھر کسی ململ کے کپڑے میں ڈال کر کہیں لٹکا دیں تاکہ پانی نکل جائے کچھ دیر بعد کپڑے پر وزن ڈال کر اس کا باقی پانی بھی نچوڑ دیں پھر اس میں میدہ ملا کر نرم گوندھ لیں اور اس کے چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا لیں چینی کو پانی میں ڈال کر شیرہ پکا لیں پھر احتیاط کے ساتھ ہی پیڑے اس شیرے میں ڈال دیں اور دس پندرہ منٹ تک پکائیں پھر اسے ٹھنڈا کرنے کے بعد اس میں عرق گلاب ڈال دیں۔

سفید سوہن حلوہ

اجزاء۔ دودھ ایک کلو۔ نشاستہ ایک پاؤ۔ میدہ ایک کلو چینی دو کلو۔ پستہ کٹا ہوا حسب ضرورت۔

ترکیب تیاری۔ دودھ میں نشاستہ اور میدہ حل کر کے آگ پر پکائیں جب خوب گاڑھا ہو جائے تو اتار کر چینی ملائیں۔ اور گول گول ٹکیاں بنا لیں اور اوپر پستہ لگا لیں۔

آلو کا زردہ

اجزاء۔ آلو آدھا کلو۔ گھی حسب ضرورت۔ چینی ایک پاؤ۔ چھوٹی الائچی دس عدد۔ ناریل کدوکش کیا ہوا ایک چمچ۔ بادام چھلکا اتار کر کاٹ لیں ایک کھانے کا چمچ۔ کشمش ایک کھانے کا چمچ۔

ترکیب تیاری۔ آلو چھیل کر کدوکش کر لیں گھی میں الائچی بگھار کر چینی اور پانی ڈال کر قوام تیار کر لیں اس میں آلو اور تمام میوہ جات ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں جب آلو گل جائیں تو پانی بھی خشک ہو جائے تو اتار لیں۔

سیب کا حلوہ

اجزاء۔ سیب ایک کلو۔ چینی ایک کلو۔ کھویا ایک پاؤ۔ گھی تین پاؤ۔ بالائی آدھا کلو۔ روح کیوڑہ ایک چائے کا چمچ۔ چھوٹی الائچی دس عدد۔ چلغوزے سو گرام۔ مغز چھیل کر آدھا کپ۔ پستہ کٹا ہوا چھوٹے دانے۔

۔۔ سیب چھیل کر کدوکش کر لیں ہلکی آنچ پر پکنے کے لیے رکھ دیں جب گل جائیں تو بالائی کھویا پھینٹ کر اس میں ملا دیں چینی بھی ڈال دیں چینی کا پانی خشک ہو جائے تو اتار لیں فرائی پین میں گھی الائچی تڑکڑائیں اور سیب والا آمیزہ ڈال کر بھونیں جب حلوہ گھی چھوڑنے لگے تو کیوڑہ ملا کر اتار لیں ڈش میں نکال کر اوپر میوہ جات چھڑک دیں۔

قارئین کیسا لگا میرا جواب عرض کا دستر خوان امید ہے سب خواتین کو پسند آیا ہو گا اپنی قیمتی رائے ضرور دیجئے گا آپ کی آراء کی منتظر کشور کرن چھوکی۔

آئینہ روبرو

اسلام علیکم۔
میں ایک سکول ٹیچر ہوں عرصہ نو سال سے جواب عرض کی فین ہوں ہر ماہ باقاعدگی سے جواب عرض کا مطالعہ کرتی ہوں شہزادہ عالمگیر بہت اچھے انسان تھے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے جواب عرض ان کی طرف سے ہمارے لیے ایک تحفہ ہے یہ ہمارے دکھ بانٹتا ہے آج میں آپ کی بزم میں ایک شکایت لے کر حاضر ہوئی ہوں جس کی سٹوری مجھے اچھی لگتی تھی میں اس رائٹر سے رابطہ کرتی تھی ماہ مئی کے شمارے میں ایک سٹوری لکھی تھی۔۔۔میں فاحشہ کیسے بنی۔عاصم بوٹا کی جس طرح شریف بن رہے تھے وہ ہیں نہیں ہم سب آپ لوگوں کی مائیں بہنیں ہیں آپ کی بیٹیاں ہیں میں آج ان رائٹروں کے نام لے رہی ہوں جو جواب عرض کو بدنام کر رہے ہیں اور پلتے پھرتے شیطان ہیں ان سب سے میں رابطہ کر چکی ہوں اور آزما بھی چکی ہوں خدارا ان سب کو کوئی درس دیں مائیں بہنوں کی عزت کریں جن کے نام میں لے رہی ہوں ان کا یہ کام ہے۔۔ملاقات کرو۔۔دوستی کرو۔۔شادی۔۔جسم فروشی۔۔کسی ہوٹل میں ملاقات کرو۔۔ایزی لوڈ بھیجو۔۔پیسے مانگتے ہیں۔۔میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہہ رہی ہوں یہ درندے ہیں۔یہ لوگ ہیں اگر آپ مجھے بہن سمجھتے ہیں تو میرا خط ضرور شائع کیجئے تا کہ میری معصوم بہنیں بچ سکیں اور جواب عرض کے لیے بدنامی ہے میں نہیں چاہتی کہ جواب عرض میں مائیں بہنوں کی شکایت ہو اور لوگ پڑھنا چھوڑ دیں۔

------ فردوس اعوان کراچی۔

محترمہ آپ نے جن رائٹروں کے نام لیے ہیں وہ ہم تک پہنچ گئے ہیں لیکن میں اس وقت تک ان کے نام کو شائع نہیں کر سکتا ہوں جب تک میں تصدیق نہ کر لوں۔آپ فوری مجھ سے رابطہ کریں۔تا کہ میں جان سکوں کہ کیا سچ ہے کیا جھوٹ۔منیجر جواب عرض۔0341.4178875

اسلام علیکم مجھے تقریباً تین سال ہو گئے ہیں جواب عرض پڑھتے ہوئے اس کی سچائی اور اس کے عنوانوں کے ساتھ محبت سی ہونے لگی ہے گویا دل میں خواہش ہوئی کہ ہم بھی اس دفعہ کچھ لکھ کر بھیج دیتے ہیں شاید ہمارا لکھا ہوا بھی شائع ہونے کے قابل ہو مجھے غزلیں فلسفے تاریخ وغیرہ بھیج رہا ہوں یہ میری اپنی ڈائری سے لی گئی ہیں اور میری اپنی تخلیق ہیں میں نے فون جواب عرض کے سرکولیشن منیجر جمال الدین سے بات کی تھی انہی کے تعاون سے ہی یہ غزلیں بھیج رہا ہوں امید ہے کہ ضرور شائع کریں گے شکریہ۔

------ جنید فتی۔خانپوال۔رحیم یار خاں

اسلام علیکم۔سب سے پہلے جواب عرض کے تمام سٹاف اور قارئین کو سلام قبول ہو ماہ جون کا جواب

عرش میرے ہاتھوں میں ہے خوبصورت ٹائٹل ہے۔ اسلام صفحہ پڑھا اور پھر ماں کی یاد کی نیا ہی بات ہے۔ آپی کشور کرن جی کا میں بہت فین ہوں شہزادہ بھائی بہت امید کے ساتھ اپنی ایک کہانی بھیج رہا ہوں اس کو ضرور شائع کرنا سر جی میں نوبہ ڈسٹرکٹ سے کہانی بھیج رہا ہوں سب قارئین شوق سے ساتھ لکھ رہے ہیں بہت اچھی کہانیاں آرہی ہیں اور آپی آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ تو جیسے غائب سی ہوئی ہیں۔ ریاض بھائی آپ کی محنت کو سلام کرتا ہوں۔ انتظار حسین ساقی صاحب بہت اچھی کہانیاں لکھ رہے ہیں سر میں شمارے میں پہلی بار لکھ رہا ہوں میں کوئی لکھاری نہیں ہوں صرف تھوڑی سی سچ بیانی لے کر حاضر ہوا ہوں کہیں پہ بھی غلطی ہو سکتی ہے تو معاف کرنا سر میں ڈسٹرکٹ جیل نوبہ سے کہانی لکھ رہا ہوں پلیز میرا دل نہ توڑنا اس کو ردی میں نہ پھینکنا سر میں بہت امید سے لکھ رہا ہوں اور آخر میں قارئین جواب عرض اور التماس ہے کہ میرے لیے دعا کریں کہ میں جلدی نجات پا سکوں۔

-----------------------------فرمان الٰہی تحصیل ضلع نوبہ

اسلام علیکم سر ریاض احمد صاحب میں جواب عرض پچھلے تین سال سے پڑھ رہا ہوں لیکن آج بھائی کنول جی تنہا نے مجھے کہا جواب عرض نے لیے کچھ لکھ کر تو انکل جان بھائی کنول نے میری حوصلہ افزائی کی مجھے جواب عرض میں لکھنے کا اتفاق ہوا انکل جی جواب عرض میں میرا یہ پہلا خط ہے اور مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے کہ میں جواب عرض میں لکھتا رہوں اور چھپتا رہوں تو میرا دکھ درد کم ہوتا رہے گا کیونکہ جب سے جواب عرض پڑھتا ہوں تو مجھے بہت سکون ملتا ہے انکل جان اپنی ذاتی شاعری بھیج رہا ہوں شائع کر کے مجھے شکریہ کا موقع ضرور دینا انکل جان جون کا شمارہ پڑھا بہت ہی اچھا تھا ان سب رائٹروں کو سلام اور مبارک باد قبول ہو جنہوں نے اتنی اچھی کہانیاں لکھیں اللہ تعالیٰ ان سب کو صحت دے اور انکل جی گزارش ہے کہ میرا یہ خط لازمی شائع کرنا اور آخر میں قارئین اینڈ رائٹرز سے گزارش ہے کہ وہ بھائی کنول جی تنہا کے لیے دعا کریں کہ وہ جلدی ٹھیک ہو جائیں کیونکہ وہ بیمار ہیں اور ہسپتال میں ہیں آخر میں سب کو سلام۔

-----------------------------عبید اللہ ساگر تگو منڈی

اسلام علیکم۔ قارئین معذرت خواہ ہوں کہ کچھ ذاتی مصروفیات کی وجہ سے اپریل اور مئی میں مکمل تبصرہ نہ کر سکا ورنہ یقین کریں مئی کے شمارے میں ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی اب چلتے ہیں جون کے شمارے پوشیدہ آنسو کی طرف قارئین جون کا شمارہ لینے کے لیے روہڑی ریلوے اسٹیشن گیا مگر وہاں جواب عرض نہ ملا پھر اتفاق سے نیپ ٹاپ پڑھنے کے لیے شہر جانا پڑا تو ایک بک سٹال پر جواب عرض نظر آیا لیا فوراً خرید لیا لیپ ٹاپ میں کچھ دیر تھی اس لیے وقت گزاری کے لیے جواب عرض کے ورق گردانی کرنے لگا سٹوری تو پوشیدہ آنسو نظر آئی میری خوشی کی انتہا نہ رہی خورشید زوہیب بھائی بڑے دن بعد نظر آئے ہیں مگر آپ کی سٹوری بہت اچھی لگی اس کے علاوہ کون بے وفا اس کے علاوہ کون بے وفا حسین کاظمی۔ کی سٹوری بھی اپنی مثال آپ تھی۔ جناب فیصل میرے لیے مس آتش فائزہ کی لاجواب سٹوری تھی مس فائزہ آپ کو مبارک ہو امید ہے کہ آپ آئندہ بھی لکھتی رہیں گی ہمیں عشق ہوا فرزانہ سرور کی سٹوری بھی اچھی لگی یہ عشق نہیں آساں سیدہ حیا عباس۔ ایسا بھی ہوتا ہے ایم اشرف ساتول۔ تم کیوں ہو۔ محمد یونس ناز۔ ہم تھے جن کے سہارے پرنس بابر علی۔ بکھری پتوں پہ صحرا سے اداس جگنو۔ انتظار حسین ساقی۔ کبھی خوشی کبھی غم ناصر خٹک۔ تڑپتی جنت منظور احمد تبسم۔ کہاں تم کہاں ہم ساجد ایم آئی

این۔گل بہار ناز پیا نازش۔زندہ لاش آفتاب عباسی۔رجنی ہی کی۔کس الشان۔جواب عرض ڈاونر خوان آپی کشور کرن چنوں کی بھی کہانیاں اچھی تھیں رئیس مظفر شاہ آپ بہت اچھا تبصرہ کرتے ہیں پلیز کوئی سٹوری بھی لے کر آئیں اور خورشید زوہیب بھائی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں پلیز اپنا نمبر دیں۔ریاض بھائی نمبرز دوبارہ سے شائع کرنے شروع کریں اس کے ذریعے ہم اپنے دوستوں سے رابطہ کر سکتے ہیں اور جن رائٹرز کو رونگ کال سے پرابلم ہے وہ ناپسندیدہ نمبرز کو بلاک لسٹ میں لگا دیں امید ہے ریاض بھائی میں نے تین چار لیٹر لکھے آپ نے شائع تو کر دیئے مگر جواب نہیں دیا جواب ضرور دیا کریں پلیز لیٹر کا ریاض بھائی میں نے اپنی کہانیاں سوچا نہ تھا۔خودکشی حرام ہے۔دریوں ہم لے بھیجی تھیں اور کچھ کو پہن بھی بھیجے تھے پلیز انہیں جلد شائع کر دیں اور یہ خط بھی شائع کرنا۔ س خط کے جواب اور اپنی کہانیوں کا منتظر---------------محمد حسن ستا ہین شیخ رو ہڑی سکھر

اسلام علیکم۔ریاض بھائی اور باقی تمام دوستو کیسے ہیں امید ہے سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے مئی کا جواب عرض ملا تو بہت خوشی ہوئی جن میں میری جانعامرو کیل جٹ۔ندیم بھائی ڈھکو۔شاہد رفیق۔مقصود احمد بلوچ جی اور محمد یونس ناز۔محمد سلیم۔ساحل۔ڈاکٹر شاز یہ شفیق۔محمد فقیر بخش ویری گڈ۔اور سیف الرحمن زخمی۔جی بہت اچھے ہو مرہم ہے میرے پاس اپنے زخمی ہونے کا واہ بھئی واہ مظفر شاہ اب آپ بھی لکھنے کے قابل ہو گئے حماد ظفر بادی اچھا لکھا فیصل شیراز جی مبارکباد قبول کریں۔عاصم بوٹا اب لگتا ہے آپ مسجد کے متولی بن گئے ہو دوسروں کو تو نحاشہ نے کا سبق نہ دو خدا کا خوف کرو اور جناب کاظمی جی بہت اچھا لکھا جہاں جاتا ہے جاؤ اسی طرح۔اور عمر دراز آ کاش بھی دھرنے دیتے۔بے شرم رہتے نہیں ویسے تو رکن والوں کے آگے بسم جان دل حاضر ہے جو کرنا ہے کروا لو آپ مرد ہوتے تو خنجر لگانے والے کو نوں نہ دیتے خود بات کرتے میں پہلے بھی دوست بھائی گنہگار ہا اور آج بھی ہو مگر یعقوب کے دل میں تیرے لیے نفرت پیدا ہو ہی نہیں سکتی اور سونیا جی آپ یہ کام چھوڑ دو اپنی آخرت بناؤ اور رئیس جی پلیز ایک بار اپنے حالات کا بتاؤ میں بہت پریشان ہوں خدا کے لیے اور تیری خوشیاں کا سبب ایم جی بہت بہت پیار اگر آپ بھولے تو ہم ختم خدا خوش رہو سارے دوستوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جو دل میں یاد رکھتے ہیں ریاض بھائی سٹوری کو بھی جلد جگہ دیں یا سوری کی بہت افسوس ہوا جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام
---------------ایم یعقوب ڈیرہ غازی خان

اسلام علیکم۔مئی کا شمارہ ملا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد کہانیوں کی طرف آیا سب کی کہانیاں اچھی تھیں خاص کر آپی شاہ اجالا کی میرا ابجر کب جائے گا۔یہ ایک بہترین کہانی تھی پھر جو کہانی مجھے سب سے پسند آئی وہ کچے گھروندے جس کی رائٹر آپی سیدہ امامہ علی اچھی کہانی کی۔بھائی محمد سلیم اختر آپ نے اس سٹوری میں بتایا کہ ایک ہندو بھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہوتے باقی سب کہانیاں بھی اچھی تھیں ریاض احمد صاحب مجھے جواب عرض بہت لیٹ ملتا ہے اس لیے میں لیٹ ہی خط لکھتا ہوں السلام---------------حق نواز سیلہ

اسلام علیکم۔مئی 2015 کا شمارہ محبت نمبر بازار سے ملا پورا پڑھ لیا ہے پڑھنے کے بعد پورے انصاف کے ساتھ میدان میں اترا ہوں سب سے پہلے میری کہانی انتقام کی آگ شائع کرنے پر ریاض بھائی اور پورا اسٹاف کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور پسند ناپسند کا فیصلہ دوسروں پر چھوڑتا ہوں کہ میری کہانی کیسی

کو پسند ہے اور کس کو نہیں البتہ شہباز راجن پورا آپ تو خوش ہیں نا میری کہانی شائع ہوئی ہے۔ سیدہ امامہ آپ کی عمر سے بھی میرا تجربہ زیادہ ہے جواب عرض پڑھتے پڑھتے میرے بال سفید ہو گئے ہیں اگر آپ اچھی کہانی لکھو گی تو تعریف بھی کریں گے۔ اگر تنقید سے آپ خوش نہیں تو ٹھیک ہے نہیں کریں گے لیکن سچ کڑوا ہوتا ہے اب آتے ہیں شمارے کی جانب سب سے پہلے محمد بخش کی سٹوری عاشی پڑھی بھائی آپ نے اس دور کی ایک حقیقت سامنے رکھ دی اور آج کل موبائل پر لڑکیاں اس طرح کرتی ہیں جو آپ نے لکھا ہے ویری گڈ۔ شاہد بھائی کی فرضی محبت۔۔ جناب ساحل بھائی کی الاہت نام لے۔ پرنس ناز کی میں کیا کروں۔ ندیم عباس کی پیار عبادت ہے۔ ڈاکٹر شازیہ کی پاگل محبت۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی بھی کتابوں میں پھول رکھنا۔ سید امراز کی تم بھول گئے۔ فیصل شہزاد کی اجنبی محبت محمد ظریف کی ایمانداری اور۔ عاصم بوٹا کی میں نخاشہ کیسے بنی اچھی کہانیاں تھیں تا ہم۔ عامر جاوید ہاشمی کی سٹوری بے وفا کون ایک منفرد کہانی تھی اس ماں کی سب سے ٹاپ سٹوری لکھنے پر مقصود احمد بلوچ کی یہ کیسا عشق تھا تھی بلوچ صاحب ٹاپ سٹوری لکھنے پر مبارکباد قبول کریں تمام دوستوں کو پرنس کا سلام۔

--------------------------- پرنس مظفر شاہ۔ پشاور

اسلام علیکم۔ جواب عرض ماہ مئی میرے ہاتھ میں ہے سب سٹوریاں اچھی تھیں اس بار پیپروں کی وجہ سے لیٹ ملا بڑی بے چینی سے انتظار تھا کہ کب پیپر ختم ہوں اور رسالہ لے کر پڑھوں اللہ اللہ کر کے پیپر ختم ہوئے رسالہ خریدا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اور دل خوش ہو گیا پھر کہانیوں کی طرف ہوا اس بار بڑی امید تھی کہ پانچ مہینے سے دو سٹوریاں بھیج رکھی ہیں شاید آئی ہو مگر نظر نہیں آئی بڑا دکھ ہوا پھر خود ہی اپنے آپ کو امید دلائی اس بار نہ آئی تو اگلے ماہ ضرور شائع ہو جائیں گی۔۔۔ لاوارث آپی کشور کرن چھوکی۔ نینا اشک نہ ہوں عماد ظفر ہادی میرا ابجر کب جائے گا۔ تم بھول گئے سید امراز۔ کچے گھروندے۔ سیدہ امامہ علی۔ محبت میں پاگل ماجد و کنول۔ ان سب کو سٹوری اچھی لکھنے پر میری طرف سے بہت بہت مبارکباد قبول ہوں اب آتے ہیں شاعری کی طرف تو غزلوں میں آپی کشور کرن چھوکی۔ مس مہرین۔ عائشہ انمول محمد نعمان۔ شاہ اجالا کی غزلیں اچھی تھیں بہت بہت مبارک ہو آخر پہ انکل جی اس بار امید ہے میری سٹوری آپ ضرور شائع کریں گے اور شکریہ کا موقع دیں گے تا کہ میں اور بھی بھیج سکوں پلیز میرا لیٹر اور غزلیں اور ڈائری ضرور شائع کریں آپ کا شکریہ۔ جون کا شمارہ بھی بہت ہی زبردست تھا سب کہانیاں اچھی تھیں انکل جی میں کچھ غزلیں لکھیں اور کوپن بھیج رہا ہوں اور امید ہے کہ آپ انہیں ضرور شائع کریں گے آپی کشور کرن جی آپ بھی پلیز لکھتی رہا کریں آپی جی میں آپ کا فین ہوں اور آپ کی غزلیں اچھی لگتی ہیں آپی جی میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ ہی ہنستی مسکراتی رہیں اللہ پاک آپ کو سدا سلامت رکھے اور آپ کا چھوٹا بھائی یاسر ملک آپ کو سلام پیش کرتا ہے پلیز دعاؤں میں یاد رکھیے گا انکل جی اپنا خیال رکھنا میری دعا ہے کہ جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین

--------------------------- یاسر ملک میکان جھنگ

اسلام علیکم۔ امید واثق ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک کہانی ارسال کر رہا ہوں کسی قریبی اشاعت میں جگہ دیں گے یہ کہانی مجھے ایک ماں نے بھیگی پلکوں سے سسکتی آہوں سے سنائی ہے دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کو صحت تندرستی عطا فرمائے آمین۔

سجاد حسین جعفری۔ بھلوال سرگودھا

اسلام علیکم انکل جی آپ کیسے ہیں امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی ٹیم کو سدا سلامت رکھے اور لمبی عمر دے جون کا شمارہ ایک خوبصورت اور دلکش ٹائٹل کے ساتھ آٹھ جون کو ملا شمارہ بہت زبردست تھا پہلے اسلامی صفحہ پڑھا سب کہانیاں بہت اچھی تھیں کس کس کی تعریف کروں سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں سب اشعار بھی بہت اچھے تھے اس کے علاوہ باقی تحریریں بھی عمدہ تھیں لیکن اس سے پہلے میں نے جو پہلی بار خط بھیجا تھا وہ ابھی تک شائع نہیں ہوا اور کچھ اشعار اور غزلیں بھی بھیجی ہیں پلیز انہیں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں میری دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

خضر حیات۔ حسن رضا جانی۔ رود ملحل

جواب عرض کے پورے اسٹاف کو سلام مئی کا شمارہ مجھے آٹھ مئی کو ملا جسے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ابتدا میں ماں کی یاد میں عثمان غنی صاحب کے لکھے ہوئے لفظ کمال لفظ تھے اور ساتھ ہی سپر ہٹ اور قابل تعریف تھی سب لکھنے والوں کو میری طرف سے ڈھیر ساری دعائیں اور مبارکباد قبول ہو اللہ تعالیٰ سب کو عزت اور خوشیاں دے۔ ہاں جی آپی کشور کرن کو لاوارث کا دوسرا حصہ مکمل کرنے پر بہت بہت مبارکباد قبول ہو بہت اچھی کہانی تھی اور سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ آپی کشور کرن کو ان کے بھائی مل گئے جن کے لیے آپی نے بہت محنت کی سچ دوستو جس چیز پر بھی محنت کی جائے اس کا پھل ضرور مل جاتا ہے صبر اور محنت کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور ذائقے دار ہوتا ہے ایک بات یہاں لکھنا ضروری سمجھوں گا کہ ادارہ جواب عرض سے گزارش ہے کہ پلیز انہیں شائع ضرور کریں کہ جو لوگ موبائل فون کا غلط استعمال کر رہے ہیں بغیر دن رات تنگ کرتا اور ایسے ایسے بیہودہ سوال کرتا جن کا تعلق نہ جواب عرض سے ہوا اور نہ ہی زندگی سے ابھر پایا ۔۔۔ ہوتا ہے میں فحاشی کیسے پھیلی عاصم بوٹا صاحب کی لکھی ہوئی کہانی اور شروع میں لکھے گئے الفاظ مجھے بہت پسند آئے عاصم بوٹا بھائی میرا سلام دیں گے بھائی جان اور گزارش ہے کہ سب کو پلیز کنٹرول کریں اور مکمل کریں سوال کہانی اور جواب عرض پہ ہونا چاہیے اگر کسی کو میری کوئی بات بری لگی ہو تو سوری۔ سب کو سلام اپنا اللہ حافظ۔

حسنین شاہ۔ دھڑیال شریف

اسلام علیکم انکل ریاض صاحب میں اپنے تیسرے خط کی شمولیت کے ساتھ بہت خوش ہوں آپ کا بہت شکریہ ۔۔۔ کا جواب عرض بہت اچھا تھا کہانیاں غزلیں اور اسلامی صفحہ جواب تھا اور آپی کشور کرن چوہدری کی شاعری کی تو کیا ہی بات ہے اور باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا ہے جن میں عابدہ رانی گوجرانوالہ ثوبیہ حسین بیوٹی۔ خرم شہزاد مغل۔ رابعہ شیخوپورہ ایم منیر رضا ساہیوال۔ ان سب کی شاعری اور کہانیاں وغیرہ بہت ہی اچھی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو لمبی عمر دے ان سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور ہمیشہ لکھنے کی توفیق دے میری ان تمام قارئین سے گزارش ہے کہ میں ان سے دوستی کرنا چاہتا ہوں پلیز غلط مت سمجھنا جو بھی دوستی ایس ایم ایس پر چاہیے کی دوستی بھی یاں پر مجھ سے رابطہ کریں انشاء اللہ مجھے مخلص پاؤ گے اللہ تعالیٰ جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین اور جناب شہزادہ ۔۔۔ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین انکل جی پلیز میرا نمبر بھی شائع کر دیں شکریہ۔

کنول جی تنہا۔ منڈی۔

السلام علیکم۔۔ ریاض بھائی صاحب کیسے ہیں آپ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے مئی کا شمارہ ہمیشہ کی طرح زبردست تھا اسلامی صفحہ اینڈ ماں کی یاد میں بہت اچھا لکھا ہوا تھا ویری گڈ۔ آپی کشور کرن کی تحریر لاوارث اپنی مثال آپ تھی آپی کشور کرن سے گزارش ہے کہ اب نئے ناول کے ساتھ انٹری دیں بہت خوشی ہوگی میں آپ کی تحریریں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔۔ حماد ظفر بادی کی ہر تحریر لفظ در لفظ موتی جیسی فنی انتہا پر تحریر ہوتی ہے مینا اشک نہ ہوں یہ بھی خوبصورت تحریر تھی ویری گڈ ویلڈن فلس بیسٹ آف لک سیدہ امامہ کی تحریر بچے ضرور مرے لاجواب تھی ویری گڈ۔ میرا ہجر کب جائے گا شناء اجالا کی تحریر بھی بہت اچھی تھی ویری گڈ ویلڈن بھی پیار میں شگفتہ ناز کی تحریر انتہائی پر اثر تھی ویلڈن۔۔ انتہا مدری قریبی محبت۔۔ پیار عبادت ہے رقص ابلیس۔ زندگی کی شام ہوگئی۔ محبت کو سلام۔ کیا اب بھی چاند نکلتا ہے بہت پر اثر دلکش اور لاجواب سٹوریاں تھیں باقی تمام سٹوریاں بھی اچھی تھیں گلدستہ میں حماد ظفر بادی نے بہت خوبصورت لکھا ویری ویلڈن۔ غزلیں نظمیں سب اچھی تھی آپی کشور کرن۔ ثناء اجالا۔ مناہل۔ اینڈ حماد ظفر بادی۔ شازیہ گل۔ سیدہ امامہ۔ شاہد بھائی۔ نازیہ نازش۔ آتش فائزہ فلک زاہد آپی اے آر راحیلہ منظر۔ ندا علی عباس کو سلام۔ جون کا شمارہ ملا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا خود کو فیض یاب کیا اور پھر ماں کی یاد میں آپی کشور کرن نے بہت بیسٹ لکھا۔ فلک زاہد کا ناول پیار کس سراب اپنی سپیڈ سے جاری ہے نازیہ نازش کی تحریر گل بہار بہت خوبصورت تحریر تھی۔۔ آتش فائزہ کی تحریر پڑھ کر تو میں لکھنا سیکھوں گی ہمیشہ لکھتی رہنا۔ فرزانہ سرور کی تحریر ہمیں عشق ہوا۔ سیدہ حیا کی تحریر یہ عشق نہیں آساں۔ میرا کوئی ہے مسرت شاہین۔ خورشید زوہیب کی تحریر لاجواب اور اسے دن تمہیں خوبصورت سٹوریاں لکھنے پر مبارکباد قبول ہو۔ باقی سٹوریاں ترچی جنت ایسا بھی ہوتا ہے۔ زندہ لاش۔ بھیگی پلکوں پر ٹھہرے جگنوں۔ تنہا تم کہاں ہم۔ یہ سٹوریاں اپنی مثال آپ تھیں جواب عرض کا دسترخوان بھی خوب رہا پسندیدہ اشعار سب نے اچھے لکھے لیٹروں میں شازیہ گل کا لیٹر سب سے نمایاں تھا بہت انصاف کے ساتھ تبصرہ کیا جون کے شمارے میں شازیہ گل کی کمی محسوس ہوئی پلیز ہر ماہ لکھا کریں عاصم شاکر کے والد کا سن کر بہت افسوس ہوا اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کے تمام گھر والوں کو صبر عظیم عطا فرمائے آمین انکل ریاض سے گزارش ہے کہ جو جعلی سٹوریوں سے ہٹ کر ہوں وہ شائع نہیں کریں کیونکہ جواب عرض کی توہین ہیں اور تمام رائٹرز سے بھی یہی گزارش ہے کہ ایسے جعلے نہ لکھیں جس سے بعد آپ کو بھی افسوس ہوا امید ہے کہ احتیاط کریں گے اور آخر میں سب کو سلام اللہ حافظ۔

سویرا فلک: وزو سلطان

اسلام علیکم جناب عزت مآب محترم ریاض احمد صاحب امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور اس امید کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں کہ آپ اور ادارہ جواب عرض کے تمام ممبران بالکل خیریت و عافیت سے ہوں گے حضور بہت بہت شکریہ جواب عرض کے کونے میں ہماری جگہ رکھنے کے لیے۔ سیف الرحمن زخمی۔ ہم آپ کے بھی بے حد مشکور ہیں کہ آپ کی دلچسپی بھی ہم اولی سے شاعری کی طرف ہوئی جناب ہم آپ سے ملنے کا وعدہ تو نہیں کرتے البتہ کوشش ضرور کریں گے کیونکہ ہم تقریباً تین ماہ کے بعد سیالکوٹ چکر لگاتے ہیں اگر ممکن ہوا تو ملاقات ہو سکے رہے گی اور بھائی آپ کا موبائل نمبر میرے پاس نہیں ہے۔ اور بھائی حسنین کاظمی آپ یہ بتائیں کہ آپ ہم سے بے وجہ شکوے کیوں کرتے ہیں جب ہم کال

کرتے ہیں تو آپ مصروفیات سے فرصت نہیں ملتی آپ تو وہ خیانت کر رہے ہیں اللہ آپ کو زوال کر دو انہیں یہ ٹھیک نہیں ہے سدھر جائیں حسنین کاظمی۔ سیف الرحمن۔ مس فوزیہ گلشن پور۔ سیدہ امامہ اور عامر جاوید ہاشمی یہ وہ نام ہیں جن کے قلم سے اترنے والے الفاظ مجھے بے حد متاثر کرتے ہیں آخر میں ادارے کے لیے دلی دعا ہے کہ ادارہ ترقی کی طرف گامزن رہے۔ آمین۔

-----------------------------شاعر یوسف دردی۔ نارووال۔

اسلام علیکم۔ مئی کا شمارہ ملا خوبصورت ٹائٹل میرے ہاتھ میں ہے ایک حسینہ قاتل ادا کے ساتھ جلوہ افروز تھی اس کے حصار سے نکل کر اندرونی صفحہ پر پہنچا تو فہرست میں سبھی کے نام دیکھے بہت خوشی ہوئی کیونکہ ان میں سبھی میرے ویر تھے جنہیں میں بھائی کہتا ہوں تو میں نے جلدی سے ورق پلٹنے شروع کر دیئے اپنی سٹوری واردات دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اس کے بعد پھر ورق گردانی کی تو ندیم عباس ڈھکو کی پیار عبادت ہے کیا کہنے بھائی بہت اچھی سٹوری لکھی ہے میں ایک بات کہنا چاہوں گا آپ بہت بڑے رائٹر ہو ہر ٹاپک پر سٹوری لکھیں پھر انیسہ ناز بشارت کی سٹوری وہ تھے میرا بہت اچھی کہانی تھی آپ نے بہت خوبصورت انداز میں لفظوں کو اکھٹا کیا ہے بس اینڈ پہ تھوڑا سا سسپنس پیدا کر دیا ہے وہاں آپ تھوڑی تفصیل لکھ دیتی تو اچھا تھا کیونکہ جواب عرض وہ لوگ بھی پڑھتے ہیں جن کی تعلیم پانچ یا مڈل ہوتی ہے انہیں تو سمجھ آ جائے گی مگر ان کو بہت مشکل ہے پلیز آئندہ خیال رکھنا۔ تواب ہاری آئی ہماری پریتی کی سٹوری کی نہیں سمجھے بھئی حماد ظفر ہادی ویری کیا خوب سٹوری لکھی ہے مان گئے بھائی کیا خوبصورت انداز سے محبت کرنے والوں کو ایک کر دیا ویری گڈ مبارکباد اور ہم آپ کو اپنی پریتی ڈولی کیوں کہتے ہیں کیونکہ آپ ہو ہی خوبصورت گڑیا جیسے جیتے رہو۔ فیصل شہزاد وہاڑی کی سٹوری اجنبی محبت دل کو چھو گئی اس میں آپ نے لفظ رانی استعمال کیا ہے جیسے ہی میں نے اسے پڑھا تو دل کو کرنٹ سا لگا کیونکہ یہ وہ نام ہے جس کی وجہ سے میں بکھر گیا ہوں باقی آپ کی سٹوری بہت زبردست تھی میں خود کو ایک رائٹر ہو کر فیصلہ نہیں کرتا کہ آپ کو کیا رائے دوں ایک طرف آپ کی محبت اور ایک طرف ماں نے قرآن کا واسطہ دیا ہے میں تو آپ کے لیے دعا ہی کر سکتا ہوں آپ لکھتے رہنا اگر آصف سانول سے میری بات ہو تو اسے کہنا کہ جٹ آپ کو بہت مس کرتا ہے یاسر وکی دیپالپور کی سٹوری اچھی تھی لیکن اس کا ٹائٹل کہانی کے مطابق نہ تھا یاسر بھائی نام سوچ کر رکھا کریں جو سٹوری پر سیچ کرتا ہو اور آپ نے اپنے لیٹر میں لڑکیوں کو برا کہا ہے آپ ایک رائٹر ہو اور رائٹر کو یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی کو برا کہیں اگر کوئی ہمیں برا کہے ہم پھر بھی اسے اچھا کہیں گے کہ یہاں ہم ادب سکھانے آئے ہیں نام پیدا کرنا ہے تو یہ باتیں پلے باندھ لو۔ عاصم بوٹا کی سٹوری میں نجانے کیسے بنی بہت اچھی سٹوری لکھتے ہیں آپ اور جناب کبھی یاد کر لیا کرو۔ مقصود احمد بلوچ کی سٹوری یہ کیسا عشق تھا کیا خوب انصاف کیا ہے لفظوں کے ساتھ ساقی بھائی آپ چھا گئے ایک ماہ میں آپ کی سو سٹوریاں کیا کہنے انتظار حسین ساقی بھائی اس کی سمجھ نہیں آئی اور ماریہ شاہ ڈل کا نام لکھا ہے مجھے سٹوری سمجھ نہیں آئی آپ کی تو پھر کیا بات ہے جتنا بھی لکھتے ہو کمال کرتے ہو ویری گڈ۔ آپی کشور کرن کی سٹوری لاوارث بہت زبردست رہی مبارکباد قبول کریں باقی سبھی کی کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں بہت محنت کی گئی میر اویرا فضل آزاد آپ کا لیٹر اور غزل پڑھ کر بہت خوشی ہوئی خوبصورت انٹری کے ساتھ ویلکم کہتے ہیں باقی رمضان مجسم پریمی۔ تنویر ڈوگر۔ ملک علی رضا۔ خالد فاروق آسی۔ انتظار حسین ساقی۔ عاصم بوٹا۔ عمر دراز

... وہ ہوں ہمارا سلام باقی میری سٹوری پڑھ
کر اور فکر ہے میانوالی نے مسلسل پانچ دن میرا نمبر ڈھونڈ کر رابطہ کیا آپ کی محبتوں کو سلام باقی جن لوگوں نے میری کہانی پڑھ کر مبارک دی ان کا دل سے شکریہ۔

--------------------ایم عامر وکیل۔جٹ ساہیوال

اسلام علیکم مئی کا شمارہ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی سب کی سٹوریاں اچھی تھیں حسیر رضا بھائی آپ کی سٹوری تو کچھ خاص تھی عامر وکیل جٹ کی سٹوری قدرے بہتر ہی تھی ندیم عباس ڈھکو بھائی آپ نے خوب لکھا تھا اور یاسر بگی صاحب آپ کی سٹوری تو واہ واہ کیا بات ہے جناب دن بدن قلم میں ورد آتا جا رہا ہے لیکن یہ بات میں ایک قاری ہونے کے ناطے نہیں لکھی ہے اب جو آپ نے لیٹر لکھا تھا کہ میں نے آپ کو بدنام کیا ہے یہ کیا ہے وہ کہا ہے آپ کو یہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی اور ہاں رہی بات جواب عرض کی تو وہ میں ہر ماہ خرید لیا کروں گی آپ کی مہربانی آپ نے جتنی دیر جواب عرض بھیجا اور ہاں جو آپ نے فون پر بات کی ہے اس کا جواب میں آپ کو جلدی دوں گی آپ فکر نہ کریں یہ تو میں جانتی ہوں کہ آپ لڑکیوں سے بات کرتے ہو یا نہیں خیر آپ کر دیا کرو اس سے مجھے کیا لینا دینا ہم آئندہ سے آپ کے بارے میں کچھ نہیں لکھیں گے اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے آمین اور ملک نعمان نوار بھائی اب آپ بھی دیکھ لو یہ یاسر نے میری کتنی بے عزتی کی ہے آپ بھائی ہو تو میری طرف سے اسے کچھ سمجھاؤ اور بھائی فخر آپ بھی کو میری جان مس سونیا۔غزلہ۔عابدہ۔زہیرہ۔خدیجہ۔آپ لوگ اب خوش ہو لو دیکھ لو آ گیا ہے میرا لیٹر ریاض بھائی پلیز پورا شائع کرنا آئندہ وہ ناچیز کبھی نہیں لکھیں گی پیز پلیز بھائی پلیز مائنڈ نہ کرنا باقی اگلے شمارے میں بات ہوگی۔

--------------------سمیرا شہزادی۔تویلی لکھاں

اسلام علیکم۔جناب ایک غزل پیش کی ہے امید ہے شائع ہوگی پردف۔یہ ٹھیک پہلے سے بہتر ہوگی ہے لیکن مزید نکھار کی ضرورت ہے اس جسیم چوہدری نسیم صاحب کی سٹوری پڑھ کر بہت رونا آیا محترم اسی طرح ہی ہمیشہ ہی لکھتے رہنا باقی مجید احمد جائی ایم عاصم شاکر۔یاسر جسیم خان۔فاروق حسن علی اور انتظار حسین ساقی کی تحریر اچھی تھیں غزلوں میں ذیشان ریاض۔محمد جاوید اشفاق شاہین۔مرزا عامر شاہین مس فوزیہ کنول فیصل آزاد صاحب۔مہر علی بابا فقیر محمد بخش مرحوم کی غزلیں کمال تھیں بابا فقیر بخش کی تو اب یاد ہی رہ گئی ہے ان کو اس دنیا سے گئے ہوئے بھی آج دو سال ہو گئے ہیں خدا پاک ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔اور محترم دوست محمد وٹو صاحب حال ہی میں عمرہ کی سعادت کر کے آ گئے ہیں ان کو بھی بہت بہت مبارک ہو جواب عرض کے تمام قارئین سے دعائے خیر کی درخواست کرتا ہوں جواب عرض کے لیے دعا گو۔

--------------------ملک علی رضا۔فیصل آباد

اسلام علیکم۔ریاض بھائی کیا حال ہیں امید ہے مزاج گرامی ٹھیک ہوں گے آج ہی جواب عرض ملا لیٹر نہ دیکھ کر دکھ ہوا بھائی جان آپ میرا لیٹر لگا نہیں پاتے مجھے دکھ نہیں خیر باد نہیں جواب عرض ملا ابھی تک صرف ایک کہانی پڑھی ہے اور لیٹر سب سے اچھے ہیں کہانیاں بھی سب کی اچھی ہیں اور میں آخر میں میرا سب دوستوں کو سلام۔

---------- عابدہ ایم اے۔ آبادی مجھان شاہ

محترم جناب ریاض احمد صاحب اسلام علیکم آپ سے ایک شکوہ ہے کہ ماہ اپریل کا شمارہ ملا ہی نہیں ہوتا ہے خرم شہزاد کی کہانی پڑھی اور پڑھ کر دکھ ہوا کہ بھائی خرم نے اپنے غرور میں ایک لڑکی کو ہی پا بچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی حافظہ عائشہ کی موت کا بہت دکھ ہوا۔ بے جان ہے زندگی جناب ریاض شاہد کی کہانی بہت دردناک اور سبق آموز تھی جتنے ظلم کو پر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا صبر دے آمین یہ دنیا ہے یہ مطلب پرست پہلے پیار بڑھاتے ہیں پھر لوٹتے ہیں۔۔ پھر منزل مل گئی اللہ دتہ چوہان کی کہانی بہت اچھی تھی وہ قسمت والے ہوتے ہیں جس کو محبت مل جائے۔ پیار کا سراب ملک زاہد لاہور کی کہانی صرف دولت اور مطلب کے گرد گھومتی ہے۔۔ بکھری زندگی عزت کی قربانی جناب ناصر صاحب خٹک۔ کی کہانی پڑھ کر دل زخمی ہو گیا اور بہت تڑپا بہت اچھی کہانی تھی میری دعا ہے کہ ساحل جلدی رہا ہو جائے اور اس کو زارا مل جائے اور اس کی ماں جہاں بھی ہے واپس آ جائے۔۔ وہ شخص قیامت تھا محمد اشرف زخمی دل کی کہانی بہت دردناک تھی آج کل کی لڑکیاں نادیہ جیسی ہی ہوتی ہیں جو اپنے شکار کی تلاش میں رہتی ہیں خدا شاہ زیب کو صحت دے آمین آخر میں جواب عرض کے سب سٹاف کو خلوص وچاہت بھرا سلام قبول ہو۔

---------- محمد آفتاب شاد کوٹ ملک وودھ

اسلام علیکم۔ جون کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے جو کہ میں مکمل پڑھ چکا ہوں سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد ماں کی یاد میں پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے اللہ تعالیٰ ہم سب کی ماں ساتھ ہمیشہ رکھے ماں کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں ہیں لیکن آپ بہت بدنصیب ہیں ہم ماں کی بات نہیں مانتے بیوی کی مانتے ہیں کچھ۔ بہر حال اس کے بعد بہنوں کی محفل میں قدم رکھا تو میرا دوست انتظار حسین ساقی۔ منظور اسیر۔ دیکھا اس کے بعد سید وجاہت عباس۔ فرخ۔ اشہ یور۔ ارشد فاتنو۔ مس افشاں۔ محمد یونس ناز۔ پرنس بابر علی کی کہانیاں بھی بہت اچھی تھی سب کو مبارک ہو قبول ہو گلشن ناز۔ نرگس ناز۔ شاہ زیب چوہدری کہاں ہو تم اب لوٹ آؤ سمیرا۔ مصباح۔ کیا حال ہے آپ کو شادی مبارک ہو آخر میں تمام دوستوں ریاض انکل کو سلام خلوص۔

---------- نفیس عبد الرحمن۔ ٹمین رانجھا

اسلام علیکم۔ سب سے پہلے میں جواب عرض کے تمام سٹاف اور قارئین کو سلام پیش کرتی ہوں امید ہے کہ سب ٹھیک ہوں گے اور ماہ رمضان کی عبادتوں سے لطف اندوز ہوں گے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے روزے نماز قبول ہوں سب قارئین روزے دار اور عبادتوں میں مصروف قارئین کو میری طرف سے ایڈوانس عید مبارک قبول کیجئے گا۔ اس کے بعد آتی ہوں شکریے کی طرف تو میں ان کی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے میری تحریروں کو پسند کیا اور مجھے مبارک باد اور حوصلہ افزائی کی۔ بھائی راشد لطیف۔ نفیس راؤ۔ بھائی کاشف اعوان آپ کا شکریہ آپ میری تحریروں کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بھائی شاہد رفیق سیہو صاحب اگر تم چاہتے ہو تاں کہ میں تم سے رابطہ کروں تو دیکھو نمبر 2013 کا ستمبر لوں گی تو یہ آپ کی بہت بڑی بھول ہے یہ ناول اپنے پاس ہی رکھیں مجھے نہیں چاہیے او کے۔ ناصر اقبال خٹک بھائی آپ اپنے ذہن سے یہ سوچ نکال دیں دینے میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے رابطہ کروں گی مجھے اپنی عزت عزیز ہے کیونکہ آج کل ہر کسی لڑکی

نے بھی کسی چیز کو مبارکباد دینے کے لیے یا شکریہ ادا کرنے کے لئے رابطہ کیا ہے وہی پورے قارئین
میں بدنام ہو کر بیٹھ گئی ہے تم ابھی بچے آئے ہو آسمان چھونے کی کوشش نہ کرو اور نہ ہی کبھی مجھ سے یہ امید
رکھنا کہ تم سے رابطہ کروں گی۔ بھائی ایم عظیم ساحب آپ کا بہت شکریہ آپ نے میری تحریروں کا انتظار کیا
شکریہ۔ سیدہ واماہ صاحبہ آپ نے مجھے یاد کیا اس کا بہت شکریہ آپ کی تحریریں بھی اچھی ہیں لکھتی رہیں
بھائی کنول جی آپ کا شکریہ۔ ایم ندیم میواتی آپ مجھے ہر خط میں یاد کرتے ہیں اس کا بہت بہت شکریہ
مگر ایک بات کہنا چاہوں گی غور کریں۔ آج تک نہ تو میں نے کسی کے خط کا الگ جواب دیا ہے اور نہ ہی
دوں گی اور نہ ہی ایسی فضول باتیں سننے یا کرنے کی عادی ہوں تمہیں ہر وقت کھانے کی پڑی رہتی ہے اور
ایسی فضول باتیں مجھے بالکل بھی پسند نہیں اور نہ ہی میں کسی سے ڈرتی ہوں تم انسانوں کی طرح کھاتے ہو
یا جانوروں کی طرح ایسے بن بلائے مہمانوں کی میں نے کبھی میزبانی نہیں کی آئندہ میرے بارے میں
سوچ کر لکھنا تم میرے شہر سے ہو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو جی میں آئے مجھے کہتے جاؤ میں رسالے سے
ہٹ کر کوئی بات سننے کی عادی نہیں ہوں اور نہ ہی کرتی آئندہ سوچ کر لکھنا او کے۔ سویرا فلک آپ نے
میری تحریر کی کمی کو محسوس کرتے ظاہر کر دیا آپ کا بہت شکریہ ان شاء اللہ میں آپ سب بہن بھائیوں کے
ساتھ ہوں اور شاید اب جواب عرض میں نہ لکھوں سسٹر یاد کرنے کا شکریہ بھائی سجاد جی۔ تحریر کو پسند کرنے
کا بہت شکریہ ارسلان بھائی آپ کی بھی مشکور ہوں آپ نے میری تحریر لاوارث کو پسند کیا بھائی سلمان
بشیر بہت شکریہ میری تحریروں کو پسند کرنے کا میری کہانی کو پہلے نمبر پر قرار دینے کا۔ میں جن بہن بھائیوں
کے نام نہ لکھ سکی ان سے معذرت خواں ہوں اور اپنے پیارے قارئین کی اور ادارہ جواب عرض کی مشکور
ہوں جنہوں نے مجھے اتنی عزت دی ہے اور جن کی غلط اور بری سوچ ہے میرے بارے میں وہ نکال دیں
کشور کرن کسی سے رابطہ نہیں کرے گی کیوں کے بدنامی کی زندگی بہت بری چیز ہے اگر میری کسی بات
سے کسی کو کوئی دکھ پہنچا ہو تو مجھے کوئی دکھ نہیں نہ ہی میں سوری کرنے کی عادی ہوں باقی ادارہ سے
ریکوئیسٹ ہے کہ میرا لیٹر پورا شائع کریں میں نے اپنے بارے میں فضول باتیں سن کر تنگ آ کر لیٹر لکھا
ہے اور ہو سکتا ہے کہ جواب عرض میں یہ میری آخری کہانی اور آخری خط ہو شاید اب مجھے نکل جانا چاہئے
سب قارئین کو میری طرف سے عید الفطر کی خوشیاں ایڈوانس میں مبارک ہوں اور جواب عرض کے لیے
دعا گو ہوں تعالیٰ اس ماہنامہ جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی کی طرف گامزن رکھے آمین۔

کشور کرن چھوکی

اسلام علیکم۔ جون کا شمارہ بہت دیر سے ملا خیر کوئی بات نہیں دیر تو ہو ہی جاتی ہے۔ پوشیدہ آنسو نمبر
چھ کو قائدآباد سے خریدا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا پھر ماں کی یاد میں آپی کشور کرن چھوکی سرفہرست
تھیں ابھی آیا ہوں سٹوریز کی طرف سب سے پہلے۔ ہم تھے جن کے سہارے پرنس بابر علی بلوچ کی
سٹوری اچھی لگی یہ عشق نہیں آساں سیدہ حیا عباس۔ پوشیدہ آنسو خورشید زوہیب۔ ایسا بھی ہوتا ہے خرم
شہزاد کی خوشی بھی تم۔ سب سٹوریز اچھی تھیں مجھے۔ انکل کا شکریہ جو آج کل ہماری شکایتوں پر غور کر رہے
ہیں انکل جی ہماری تحریر بھی شائع کر دیں مہربانی ہوگی پلیز انکل جی پلیز۔ شکریہ بھائی شاہد رفیق سہو
میرا سلام بھائی راشد لطیف صبرے والا اللہ آپ کو خوش رکھے آخر میں تمام رائٹرز حضرات اور قارئین
جواب عرض کے ساتھ جڑے تمام ممبران کو سلام جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

-------------------------عبداللہ رکھا جوئیہ کبیر والا

اسلام علیکم۔ بھائی کیسے ہیں آپ خیریت سے ہوں گے۔ جون کا شمارہ ملا فوراً پڑھنا شروع کر دیا کیونکہ جب رسالہ میرے ہاتھ میں آجائے تو پھر اس کو فوراً نہ پڑھوں یہ تو ممکن ہی نہیں سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ایمان تازہ کیا پھر ماں کی یاد میں آپی کشور کرن کی لکھی گئی تحریر بہت عمدہ تھی پڑھ کر بے اختیار آنسو نکل آئے پھر سٹوریوں کی طرف قدم بڑھایا کون بے وفا بھائی حسنین بہت ٹاپ کی سٹوری تھی آپ کی۔۔تم کہاں ہو۔ بھائی یونس ناز میں اپنے بھائی ناصر سے: تنا ہی کہوں گی کہ جو اپنا ہوتا ہے وہ بھی چھوڑ کر نہیں جاتا اور جو چلا جائے وہ اپنا نہیں ہوتا۔ جینا صرف میرے لیے باجی آتش فائزہ پرانہ دور چلا گیا ہے۔ بھی خوشی بھی غم بھائی؛ ناصر خٹک کی زبردست رہی اس کے علاوہ بھی سب سٹوریاں اچھی تھیں اوے بھائی تنزیل الرحمن آپ کا لیٹر شائع ہو گیا ہے اب جلدی سے ایک نئی سٹوری کے ساتھ انٹری دیں باجی شاہ یہ کل ماسمرہ آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔ باجی ثانیہ اور باجی یاسمین آپ کا پیغام ملا بہت شکریہ لیکن میں دوستی کی دو قین نہیں ہوں اس لیے معذرت چاہتی ہوں اور آپ کا دوسرا پیغام اتنا ہی کہوں گی کہ اور بھی بہت کام اس دنیا میں پہلے اپنا اپنا کام کریں فارغ ہو کر دیکھیں گے اور جواب عرض کی ٹیم کو اور لکھنے پڑھنے والوں کو میری طرف سے سلام اینڈ عید مبارک میرا بھائی خرم تنہا او مغل دل کی گہرائیوں سے آپ کو محبتوں بھرا سلام اور دعا میں باقی سب پڑھنے لکھنے والے اپنی اس بہن کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

-------------------------ماہ نور کنول پلندری آزاد کشمیر

اسلام علیکم خلوص بھرا اسلام جس طرح ایک تھکا ہوا مسافر سٹاپ پہ کھڑے ہو کر بس کا انتظار کرتا ہے ٹھیک اسی طرح شدت اور بے چینی سے ہم بھی اپنے پیارے جواب عرض کا انتظار کرتے ہیں جب جواب عرض ہمیں ملتا ہے تو اس وقت بہت خوشی ہوتی ہے اور ساری تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے دکھی کہانیاں پڑھ کر اپنے غم بھول جاتے ہیں اور دل بہل جاتا ہے جون کا جواب عرض ملا جسے دیکھ کر اور پڑھ کر بہت سکون حاصل ہوا سب سے پہلے خوشی اس بات کی ہوئی کہ آپی کشور کرن کی وجہ سے کچھ تبدیلی آئی ہے آپی کشور کرن کا سجا ہوا جواب عرض کا دستر خوان بہت پسند آیا ویری گڈ آپی اس طرح جواب عرض پڑھنے والی لڑکیاں اس دستر خوان سے گھر بیٹھے بٹھائے کھانا پکانا سیکھ سکتی ہیں اور با آسانی سے کچن سنبھالنے کا ہنر حاصل کر سکتی ہیں جو عورتوں کے لیے ضروری ہے آپی کشور کرن جی میری ڈھیر ساری دعائیں آپ کے لیے اللہ رب العزت آپ کو زیادہ عزت دے اور سلامت رکھے آمین میں ادارہ جواب عرض کو گزارش کروں گا پلیز اب تو ہمارے ملک کی فلموں اور موسیقی کے حالات بہتر ہو رہے ہیں نئی فلمیں بن رہی ہیں کافی محنت ہو رہی ہے تو کچھ عرصہ پہلے کی طرح اب بھی سنگروں اور اداکاروں کے انٹرویوں شائع کیا کریں تاکہ ہم اپنے ملک کے عظیم فنکاروں کی پہچان نہ کھو بیٹھیں ایسے لوگوں کے انٹرویوں میں بھی ایک سبق ہوتا ہے پتہ چلتا ہے کہ فلاں اداکار کا کیا نام ہے اور اس کا کیا مقام ہے ان کی باتوں سے نئے آنے کے لیے کتنی محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور فن بڑھتا ہے تو پلیز آپ پہلے کی طرح یہ سلسلہ دوبارہ شروع کریں شکریہ۔ شاہد رفیق سہو صاحب یاد کرنے کا بہت شکریہ باقی جو دوست مجھے اکثر یاد کرتے ہیں۔ ندیم عباس ڈھکو ساہیوال مزاحمت علی سانول شیخوپورہ شاعر اداکار اخلاق صاحب لاہور

۔ نگر شاہد عباس جھاوریاں ۔ شاہد سلطان پوری ۔ یاسر ملک جنڈ اٹک ۔ مس کرن روالپنڈی ۔ ناز جنڈ اٹک ۔ ناصر اقبال خٹک ۔ ان تمام دوستوں کا بہت شکر گزار ہوں جو مجھے اس قابل سمجھتے ہیں سب کو میرا اسلام اور بھائی ریاض ہمارا بھی نمبر لگا دیں آپ کو پتہ ہے کہ انتظار کی گھڑیاں بڑی مشکل ہوتی ہیں بہت نوازش ہوگی جواب عرض سے منسلک سب دوستوں کو اللہ تعالیٰ ڈھیر ساری خوشیاں دے آمین ۔ اللہ حافظ ۔

---------------------------- حسنین شاکر ڈھڈیال شریف

اسلام علیکم ۔ میں پہلی بار آپ کی بزم میں شرکت کر رہی ہوں امید ہے کہ آپ مایوس نہیں کریں گے بہت عرصہ پہلے سے جواب عرض پڑھ رہی ہوں یہ رسالہ اپنی مثال آپ ہے اس کے سارے کالم بہت اچھے جا رہے ہیں جواب عرض رسالے میں کچھ نام شناسا بھی لگے اس لیے آپ کی بزم میں شرکت کرنے کی جسارت کی کچھ کاوش لے کر آپ کی بزم میں آئی ہوں امید ہے کہ آپ ہمیں دل سے قبول کریں گے سب سے دکھ درد کو شیئر کریں گے اور سب ایک بہت اچھے دوستانہ ماحول پیدا کریں گے اور اس نفسا نفسی دور میں اور دکھوں بھری زندگی کو بہت پیچھے چھوڑ کر ایک خوشگوار ماحول پیدا کریں گے جس میں ہم سب بہن بھائیوں کی طرح رہیں گے اور ایک دوسرے کا اپنا غم اور دکھ درد بانٹیں گے اور اپنے آپ کو ہلکا محسوس کریں گے اور خوشیوں بھری زندگی اپنائیں گے اور زندگی کی طرف لوٹیں گے اور ہمیشہ خوش رہیں گے ۔ جواب عرض کی محفل کے تمام قارئین اکرام کو میرا سلام قبول ہو آپ کی کاوش پڑھ کر زندگی کی طرف لوٹنے کا حوصلہ محسوس ہوا ہے ہمیشہ خوش رہیں اور آباد رہیں اور جواب عرض دن رات چوگنی ترقی کرے آمین ۔

---------------------------- شگفتہ ناز بروہوی سکھر ۔ سندھ

اسلام علیکم ریاض بھائی کیسے ہیں آپ امید ہے کہ سب ٹھیک ہوں گے آپ کو ایک کہانی بعنوان یہ بھی حقیقت ہے کے نام سے ارسال کر رکھی ہے لیکن وہ ابھی تک شائع نہیں ہوئی کیا کہانی آپ تک نہیں پہنچی اگر ملی ہے تو اسے شائع کر دیں اب اور انتظار نہیں ہوتا ایک اور کہانی بھی لکھنے کا ارادہ ہے جیسے ہی موقع ملے گا میں لکھ کر ارسال کروں گا میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو ہمیشہ خوش رکھے آباد رکھے آخر میں آپ کو آپ کے پورے سٹاپ کو اور قارئین کو سلام ۔

---------------------------- پرنس کریم ۔ کوہاٹ پشاور ۔

محترم قارئین کرام مجھے بہت سارے رائٹروں کے شکائتیں مل رہی ہیں کہ بعض لڑکیوں کو جوان کو کال کر کے ان کی تحریروں کی تعریف کرتی ہیں پھر ان کو بعد میں بلیک میل کرنا شروع کر دیتے ہیں ان سے ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جن کو سن کر دماغ گھومنا شروع ہو جاتا ہے میں تمام قارئین اور رائٹرز حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ ایسا مت کریں جس آپ کی عزت پر حرف آئے امید ہے کہ میری بات پر عمل کیا جائے گا ورنہ مجھے ان رائٹروں کو بلیک لسٹ کرنا پڑے گا جو ایسی گھناؤنی حرکتیں کرتے ہیں اور نہ صرف خود کو بلکہ جواب عرض کو بھی بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ لڑکیوں کو مقصد کی بات کیا کریں کچھ رائٹر تو لوگوں سے پیسے مانگنا شروع ہو گئے ہیں ۔

---------------------------- منیجر جواب عرض ۔ ریاض احمد